شروع کرے اور چھوٹی چھوٹی شاخیں اُس سے پیدا ہوں اُس کا نتیجہ بجز اِس کے کہ تھوڑی دور چل کر سوکھ جاوے اَور کچھ نہیں ہو سکتا - قوم کے سنبھالنے والوں کا یہ کام ہے جو اُس کے بہنے کے لیئے ایک عمدہ موقع تجویز کریں اور اُن تمام شاخوں کو پھیر کر ایک رستہ پر ڈالیں تا کہ وہ سب ملکر ایک دریا یا رفتہ رفتہ سمندر ہو جاوے ✧

مجھے کو اپنی قوم کی حالت پر بہت بڑا افسوس تھا مگر نہایت خوشی ہے کہ اُس بند پانی کا بند ٹوٹ گیا ہے اور مختلف رستوں پر بہنے لگا ہے - خدا سے اُمید ہے کہ وہ سب دھاریں ایک ہو جاویں گی اور سب ملکر ایک دریا بن جاوے گا - پس تمکو اس بات پر غور کرنی چاہیئے کہ وہ مختلف دھاریں کیونکر ایک ہوں اور کیونکر سب مِل کر دریا بن جاویں - یہی مقصود اس مضمون کا ہے جو پیش ہوا ہے - بلا شبہ یہ ایک ایسا مضمون ہے جسپر ہر ایک شخص اپنی رائے کے موافق اسے لکھے گا - لیکن اِس وقت میرے خیال میں ایک ایسا انگریزی لفظ ہے جس کا اُردو ترجمہ میری دانست میں نہیں ہو سکتا - شاید مولوی نذیر احمد صاحب اس کا ترجمہ کر سکیں وہ لفظ **یوٹیلیٹی** ہے - اُس کے مقابل کا لفظ اُردو میں تو مَیں نہیں جانتا مگر جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے اُسکی تشریح کرتا ہوں - کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے جس میں منفعت اور مضرّت دونوں موجود نہ ہوں - **یوٹیلیٹی** کے یہ معنی ہیں کہ ایک طرف اُس کی تمام منفعتوں کو بہ ترتیب رکھا جاوے اور ایک طرف اُس کی تمام مضرّتوں کو اور ہر ایک منفعت اور مضرت کا **ویلیو** (افسوس ہے کہ اِس کی اُردو بھی میں نہیں جانتا - جس کو شوق ہو مولوی نذیر احمد صاحب سے پونچھ لے) قرار دیں اور پھر جبر اور مقابلہ کے قاعدہ سے نکال لیں کہ اُس میں منفعت زیادہ ہے یا مضرّت - اور جس میں منفعت زیادہ ہو اُس کو اختیار کریں - جبر و مقابلہ سے حساب کرنے میں ہمکو کچھ مشکل نہ پڑے گی کیونکہ شمس العلماء مولوی **ذکاء اللہ** موجود ہیں وہ ایک منٹ میں حساب کر کے نکال دیں گے جس کے زیادہ نمبر وہ بتائیں وہ اختیار کرنا چاہیئے ✧

بہر حال یہ مضمون میری دانست میں اس بات کا مستحق ہے کہ ہر شخص جو اسپر کچھ لکھے نہایت غور و فکر سے ہر ایک پہلو پر خیال کر کے لکھے جب وہ رسالے آوینگے اور کمیٹی کے سپرد ہونگے اور مجھ کو اُمید ہے کہ کمیٹی خود بھی **یوٹیلیٹی** پر عمل کر کے اُن رسالوں میں سے کسی رسالہ کو پسند کرے گی - اِس وقت صرف یہ امر پیش ہے کہ ایسے ایسوں کا لکھا جانا منظور کیا جاوے اور اُمید ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہ ہوگا - اگر کسی قدر اختلاف یا عذر کرنے والا ہوں تو میں ہی ہوں - اور وہ عذر یہ ہے کہ جو انعام اس کے لیئے تجویز ہوگا

وہ اس سال کے چندہ ممبری سے نہیں دیا جاسکیگا - کیونکہ اس سال کے چندہ ممبری کے
لیئے یہ امر قرار پاچکا ہے کہ کُل روپیہ بعد منہائے اخراجات چھاپہ وغیرہ اسکالرشپ کے
فنڈ میں دیا جاوے گا - یہ اسی سال آیندہ اجلاس میں پیش ہوں گے اور سال آیندہ کے
چندہ کی آمدنی سے وہ انعام دیا جاسکیگا - علاوہ اس کے سَو روپیہ کا ایک
انعام کم ہے - کم سے کم تین انعام مقرر ہونے چاہئیں - ایک
سو روپیہ کا اور دو پچاس پچاس روپیہ کے - تاکہ
متعدد لوگوں کو نام آوری کے
حاصل کرنے کا موقع
ملے ؛

۵۷

پہلا رزولیوشن

اس کانگریس کی یہ رائے ہے کہ نواب عماد الدولہ عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی علی یار خاں بہادر موتمن جنگ کی رپورٹ پر جس کو ہز اکسلنسی نواب سر آسمان جاہ بہادر کے سی ایس آئی آئی مدار المہام سلطنت حیدرآباد دکن نے منظور کیا ہے حضور عالی ہز ہائی نس نظام نے جو پانچ ہزار روپیہ سالانہ بطور اسکالرشپ و وظیفہ واسطے ترقی تعلیم مسلمانان صوبہ بمبئی مدراس بنگال شمال مغربی اضلاع و صوبہ اودھ و پنجاب کے مقرر کیا ہے اُس کے لیئے ایک ووٹ شکریہ ہز ہائینس نظام کا پاس کیا جاوے۔

سید احمد خاں نے جو اس رزولیوشن کے محرک تھے اس کی تحریک کرتے وقت اس طرح پر گفتگو کی:۔

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان۔ اس بات کو تمام لوگوں نے۔ مختلف خیال کے لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ جو مسلمان طالب علم کالج کلاسوں میں پڑھتے ہیں اگر اُن کی امداد نہ کیجاوے تو اُن کا اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک پہونچنا محال ہے۔ ہر شخص اس بات پر یقین کرتا ہے کہ زمانہ لوگوں کو اُن اخراجات پر مجبور کرتا ہے جو زندگی کے لیئے یا انسانیت کے لیئے یا خوشحالی اور عزت کے لیئے درکار ہیں۔ اس زمانہ میں ہر ایک شخص کے اور ہر ایک قسم کے ذاتی اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں اور روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ ایک مزدور جو دو پیسے میں اپنی اوقات بسر کر سکتا تھا اب دو آنہ میں اپنا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ ہر ایک شخص کے ذاتی اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ ایک خدمتگار جو دو روپیہ تنخواہ کو میسر آتا تھا اب چھ اور سات روپیہ کو بھی میسر نہیں آتا۔ گھر کے روزمرہ کے اخراجات اسیطرح بڑھتے جاتے ہیں۔ پس جب ہر قسم کے اخراجات بمقتضائے زمانہ بڑھتے جاتے ہیں تو کوئی وجہ اس بات کی نہیں ہے کہ تعلیم کے اخراجات کیوں نہ ترقی کریں اسی سلسلہ سے تعلیم کے اخراجات میں بھی ترقی ہوگئی ہے اور یقین کرو کہ روز بروز ترقی ہوتی جاوے گی۔

مگر افسوس ہے کہ جس چیز کو ترقی نہ ہوئی وہ مسلمانوں کی حالت ہے اگر اُس میں ترقی ہوئی تو

ترقی معکوس ہوئی جس کے لیئے سیدھا سادھا صاف صاف لفظ تنزل موضوع ہوا ہے۔ اب ہم لین کے دوسرے سرے پر پہونچ گئے مُسلمانوں کی حالت تنزل ایک سرے پر ہے اور اخراجات تعلیم دوسرے سرے پر۔ پس اگر مُسلمانوں کو دوسرے سرے پر لانے کی کوئی تدبیر نہو تو اُن کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم سے نااُمید ہونا چاہیئے۔ شاید یہ کہا جاوے کہ جہاں تک ممکن ہوا ہے مُسلمانوں نے کوششیں کی ہیں۔ لیکن اُس کے ساتھ نہایت افسوس ہے اور بغیر کسی شبہ و شک کے کہا جاسکتا ہے کہ سب ناکام رہیں ٭

یہ کہنا کہ مُسلمانوں کی ایسی حالت نہیں رہی ہے کہ وہ کچھ کرسکیں محض غلط اور خلاف واقع ہے اگر مسلمان مستعد ہوں اور سمجھیں کہ اپنی قوم کو ڈوبنے سے بچانا چاہیئے اور یقین کریں کہ اُن کا بچانا صرف اس بات پر منحصر ہے کہ اپنے بچّوں کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم پر پہونچاویں تو ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمانوں کی کیا حقیقت ہے بلکہ اگر ہندوستان کی مانند پانچ کروڑ اور ہوں تو اُن سب کو مناسب درجہ کی تعلیم تک پہونچا سکتے ہیں ٭

ہماری قوم میں صرف دو باتوں کی کمی ہے۔ اوّل یہ کہ تمام قوم میں بلکہ تمام مسلمان قوموں میں اور اُن کی تمام آبادیوں میں بچّوں کی تعلیم کا خیال کم ہے اور بالتخصیص اُس تعلیم کا جس کی ضرورت حال کے زمانہ میں ہے گویا کہ مطلق نہیں ٭

دوسری بڑی آفت یہ ہے کہ جو لوگ کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں مختلف خیالات اور مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کی کیا حالت ہوگئی ہے۔ بعوض اس کے موٹی بتّی کا چراغ روشن کریں اُس کا ایک ایک تار الگ الگ کرکے جلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا کے بہت سے حصّوں میں روشنی پھیلاتے ہیں مگر ایسی روشنی پلک جھپکانے تک کی بھی تو نہیں پھر وُہی اندھیرے کا اندھیرا ہے ٭

اب ہم اپنے مُلک کے دولتمند اور ذی اختیار لوگوں پر نظر ڈالیں۔ کسی امیر کو کسی رئیس کو کسی دولتمند کو نہ بتا سکینگے کہ ایک منٹ بھی اُسکو خواب میں بھی قوم کی بہتری قوم کے بچّوں کی تعلیم کا خیال آتا ہو۔ افسوس کہ خواب استراحت میں وہ ہزاروں خواب دیکھتے ہیں مگر قوم کی بھلائی کا نہ کبھی خواب دیکھا اور نہ کبھی قوم کے بچّوں کی تعلیم کا خیال آیا۔ یہ بھی نہ جانا کہ قوم کا کیا حال ہے ٭

ایسی حالت میں ایک مسلمان والیٔ مُلک کو جس کی سلطنت پر تمام مُسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے شکر ہے کہ قوم کی تعلیم کا خیال آیا۔ اُس نے قومی ہمدردی اور قومی پرداخت کو صرف اپنے ہی مُلک پر محدود نہیں رکھا بلکہ نہایت فیاضی سے مسلمانوں کی ترقی تعلیم پر خواہ وہ اُسکے مُلک کا

ہویا دوسرے ملک کا توجہ فرمائے - وہ کون حضور عالی نظام عالی مقام دکن خلد اللہ ملکہ جنھنے علاوہ اپنے ملک کی رعیت کے تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لیئے وظایف مقرر کیئے +

یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جو درخت بلند سے بلند دکھائی دیتا ہے اُس کا بیج ڈالنے والا کوئی ہوتا ہے - میں نہایت خوشی سے کہتا ہوں کہ اس نیکی کے درخت کا بیج ڈالنے والا ہندوستان کے تمام مُسلمانوں کا باعث افتخار اور بلحاظ تعلیم علوم قدیمہ اور جدیدہ کے سب کا سرتاج سید حسین بلگرامی عماد الدولہ ہے +

اے صاحبو - ہم قوم میں تعلیم کے نمونے کا اور قوم میں کسی ایسے شخص کے نہونے کا جیسا کہ دوسری قوموں میں ہے افسوس کرتے ہیں لیکن ہمکو سید حسین بلگرامی پر ایسا ہی فخر ہے جیسا کہ دنیا میں آسمان کو آفتاب پر ہے - کوئی شخص ہندوستان میں انگریزی زبان کے علم ادب میں اُسی کے ساتھ عربی و فارسی زبان کے علم ادب میں - نیکدلی میں - اخلاق میں - بے ریا اور سچی دوستی میں - صفائی طینت میں اُس کا مثل نہیں ہے - اُسی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سوائے سلطنت حیدرآباد دکن کے ہندوستان کے مُلکوں میں جو مُسلمان ہیں اور بسبب بے استطاعتی کے اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک نہیں پُہنچ سکتے اُن کی مدد کیجاوے - اُس نے مدار المہام مملکت دکن کو رپورٹ کی جو منظور ہوئی وہ کاغذات اور احکام جو اسباب میں گورنمنٹ ہز ہائی نس نظام سے صادر ہوئے میرے ہاتھ میں موجود ہیں اور اجلاس کے سامنے پیش کرتا ہوں اور پڑھکر سُناتا ہوں اور وہ یہ ہیں +

(وہ کاغذات اور احکام پڑھکر سُنائے گئے)

۵۸

اسپیچ سید احمد خاں

جو رزولیوشن کہ ہمارے مخدوم مولوی بشیر الدین صاحب نے پیش کیا اور جس کی تائید ہمارے دوست منشی احمد علی صاحب نے کی، ایک ایسا رزولیوشن ہے جس سے ایجوکیشنل کانگریس کے تمام ممبر صرف اتفاق ہی نہ کرینگے بلکہ اُس کو محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے افتخار کا باعث سمجھینگے۔ ہماری ایجوکیشنل کانگریس چار سال سے قایم ہے اُس میں بہت سی بحثیں ہوئیں اور بہت سے رزولیوشن پیش ہوئے اور پاس ہوئے۔ لیکن آج اُس نے وہ کام کیا ہے جو اُس کو کرنا لازم تھا ۔

بدبختی سے ہماری قوم مسلمان مدت دراز تک انگریزی تعلیم بلکہ بعض علوم جدیدہ کی تعلیم کو خلاف مذہب اسلام سمجھتی رہی نہایت مشکلوں اور سیاحتوں اور محنتوں سے کسی قدر اُن کو انگریزی تعلیم پر رغبت ہوئی ہے لیکن اگر ایسی کتابیں اور ایسی نامعقول اور بیہودہ مضمون کی جو فی الحقیقت سرتاپا غلط اور خلاف واقع ہے درس میں داخل ہوں تو ضرور مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے نفرت ہوگی اور ہماری قوم کو نقصان پہونچے گا ۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ لٹریچر گو وہ کسی زبان کی ہو اُن لوگوں کے مذہبی خیالات سے جنکی وہ لٹریچر ہے خالی نہیں ہوتی مگر مذہبی خیالات کا جو غالباً ہر قوم میں نیکی کی طرف مایل ہوتے ہیں لٹریچر میں ملا ہوا ہونا دوسری بات ہے اور دوسرے مذہب کی مذمت کرنا ایک دوسرا امر ہے۔ خصوصاً ایک تاریخ کی کتاب میں جس میں انسانوں کے افعال کے حسن و قبح پر بحث ہو سکتی ہے نہ مذہبی مسائل کے حُسن و قبح پر اور نہ کسی کے افعال وہ کیسے ہی بد ہوں مذہبی قباحت پر دلیل ہو سکتے ہیں۔ افسوس کہ انگریزی تاریخ کی کتابیں بہت کم ایسی ہیں جو تعصب سے خالی ہوں اور مسلمانوں کی تاریخ ٹھنڈے دل سے اُن میں لکھی گئی ہو ۔

افسوس ہے کہ ہماری قوم میں ابتک کوئی ایسا شخص پیدا نہوا جو انگریزی لٹریچر میں کامل ہو اور وہ ایسی کتابیں انگریزی میں تصنیف کرے جو باعتبار عمدگی اور لٹریچر اور خوبی مضامین کے مدرسوں اور کالجوں میں درس میں داخل کرنے کے لایق ہوں اور اس لیئے بمجبوری ہمکو وہی کتابیں پڑھنی پڑتی ہیں جو انگریزوں نے لکھی ہیں جن کے مصنف متعصب وغیر متعصب سب قسم کے ہیں اور بجز اُن کتابوں کے اور کوئی ذریعہ ہمکو انگریزی زبان اور انگریزی علوم کے حاصل کرنے کا نہیں ہے

میں خود دو یونی ورسٹیوں کے سینٹ کا ممبر ہوں میں ہرگز یقین نہیں کرسکتا کہ کسی یونیورسٹی کا یا گورنمنٹ کا ایسا ارادہ ہو کہ کالج اور اسکول میں ایسی کتابیں درس میں داخل کرے جو ہندو یا مسلمان کسی کے مذہب پر حملہ آور ہوں۔ ممبران سینٹ یا فکلٹی آف ارٹ بلحاظ عمدگی لٹریچر اور خوبی ادا اور سلاست عبارت کے کتابوں کو منتخب کرتے ہیں اور حتی المقدور مذہبی رنجیدہ کتابوں سے پرہیز کرتے ہیں باایں‌ہمہ کوئی نہ کوئی صفحہ یا فقرہ ایسا نکل آتا ہے جس کو مسلمان مذہب اسلام کی نسبت حملہ یا مذہب کی اہانت سمجھتے ہیں۔ کاکس ہسٹری کا بھی یہی حال ہے مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ ہمارے کالج کے لایق ہیڈ ماسٹر نے اُن مقامات کو جن کی نسبت ہمارے مخدوم مولوی محمد بشیر الدین صاحب نے اشارہ کیا ہے پڑھنے سے چھڑوا دیا ہے اور ہر ایک اسکول کے ماسٹر و ٹیچر کو یہی کرنا چاہیئے ✦

چند روز ہوئے کہ کاکس ہسٹری کی نسبت میں نے بھی شکایت سُنی تھی اُسی وقت میں نے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی خدمت میں ایک چٹھی اُس کی نسبت لکھی تھی اور بعض اخباروں میں جو اُس کی شکایت چھپی تھی وہ اخبار بھی بھیجد یئے تھے اُس کے جواب میں صاحب ممدوح نے اُسپر بڑی توجہ کی تھی۔ کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر ایسی کتاب کورس میں داخل ہوگئی ہے تو صرف دھوکہ یا اتفاق سے داخل ہوگئی ہے قصداً اُسکا داخل کرنا ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیئے ✦

کتابیں جو کورس میں داخل ہوتی ہیں اُن کے منتخب کرنے میں اُن کو ابتدا سے انتہا تک لفظ بلفظ نہیں پڑھتے بالاجمال اُس کو دیکھتے ہیں اور اُس کی خوبی کو پسند کرتے ہیں یا کسی مشہور معروف کتاب کو کورس میں داخل کرتے ہیں پس اگر اُن میں کوئی ایسا مقام نکل آوے جو مذہب کے برخلاف ہو تو میری دانست میں اُس کا الزام منتخب کرنے والوں پر ہوتا ہے اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ وہ مقام درس میں داخل نہ کیا جاوے ✦

اے صاحبو۔ یہ سب جزوی باتیں ہیں اگر کوئی کتاب کورس سے خارج ہوگئی یا کسی نیک ماسٹر نے ایک صفحہ یا دو صفحے کسی کتاب کے پڑھانے سے چھڑا دیئے اس سے کیا ہوتا ہے ہمارے طالب علم جو انگریزی زبان اور انگریزی علوم تحصیل کرتے ہیں اُن کو علاوہ کورس کی کتابوں کے اور بہت سی کتابیں لٹریچر کی اور ہسٹری کی خود پڑھنی پڑتی ہیں اور اُن میں اُس سے زیادہ سخت مضامین اُن کے مطالعہ میں آتے ہیں جو کاکس ہسٹری سے زیادہ سخت و ناگوار اور مذہب اسلام کی نسبت سرتاپا غلط ہیں۔ پس ہم کو سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہماری ہسٹری ہمارے مذہبی خیالات نہایت عمدگی اور خوبی سے اور عمدہ لٹریچر میں جو پڑھنے اور فایدہ اُٹھانے کے قابل ہو انگریزی زبان میں لکھی جاویں۔ اس قسم کی کتابوں پر جو ہماری شکایت ہے نہایت قابلیت اور فصاحت سے

بپوبو تحریر ہوں ۔ مگر بدبختی سے ابھی نہ ہماری قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں اور نہ ہماری قوم کو اس طرف خیال ہے مگر خدا سے نااُمید نہونا چاہیئے ۔ کوئی دن ایسا آوے گا کہ ہم ان سب ارادوں کے پُورا کرنے کے قابل ہوں گے ؞

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا بلاشبہ ایک فرض یہ بھی ہے کہ اس قسم کے امور پر جس کو ہمارے مخدوم مولوی بشیر الدین صاحب نے پیش کیا ہے اپنی توجہ مبذول کرے اور جو کام محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کو کرنا تھا وہ آج مولوی بشیر الدین صاحب نے کیا ہے پس ہم سب کو اس تحریک پر مولوی صاحب ممدوح کا شکر گذار ہونا چاہیئے ؞

۵۹

اسپیچ جو سید نے پینسی ریڈنگ تھیئٹر میں جو واسطے نفع مدرستہ العلوم قایم کیا تھا اسٹیج پر کھڑے ہوکر ۶- فروری ۱۸۸۹ء کو حاضرین کے سامنے کی

لیڈیز اینڈ جنٹلمین -

کون ہے جو آج مجھ کو اس اسٹیج پر دیکھکر حیران ہوتا ہوگا - وُہی جن کے دل میں اپنی قوم کا درد نہیں - وُہی جن کا دل جھوٹی شیخی اور جھوٹی مشیخت سے بھرا ہوا ہے - آہ - اُس قوم پر جو اُن باتوں کو جن سے انسان کو شرم اور حیا اور غیرت ہونی چاہیئے - اپنی شیخی اور اپنے افتخار کا باعث سمجھے - آہ - اُس قوم پر جو قوم کہ انسان کی بھلائی کے کاموں کو جو نیک نیتی سے نیکی کے لیئے کیئے جاویں بے عزتی کے کام سمجھے - آہ اُس قوم پر جو خدا کو دھوکا دینے کے لیئے مکر یا پندار کے کالے سوت سے بُنے ہوئے تقدس کے بُرقعہ کو اپنے مونھ پر ڈالے مگر اپنی بدصورتی اور دل کی بُرائی کا کُچھ علاج نسوچے - آہ اُسپر جو اپنی قوم کو ذلت اور نکبت کے سمندر میں ڈوبتا دیکھے اور خود کنارہ پر بیٹھا ہنستا رہے - اپنے گھر میں کُھلے خزانہ ایسی بے شرمی اور بیحیائی کے کام کرے جس سے بے شرمی و بیحیائی بھی شرما جاوے - لیکن قوم کی بھلائی کے کام کو شرم و نفرین کا کام سمجھے +

اے رئیسو اور دولتمندو - تم اپنی دولت وحشمت پر مغرور ہوکر یہ مت سمجھو کہ گو قوم کیسی ہی بد حالت میں ہو ہمارے بچّوں کے لیئے بہت کچھ ہے - یہی اُن لوگوں کا بھی خیال تھا جو تم سے پہلے تھے مگر اب اُنہیں کے بچّوں کی وہ نوبت ہے جن کے لیئے آج ہم اِس اسٹیج پر کھڑے ہیں +

اے صاحبان - ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ تعلیم نہ ہونے سے قوم کا حال روز بروز خراب ہوتا جاتا ہے - قوم مفلس ہوگئی ہے - قوم کے بچے اخراجات تعلیم کے سرانجام نہونے سے ذلیل و رذیل ہوتے جاتے ہیں - میں نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس سے قوم کے غریب بچوں کے اخراجات تعلیم میں اعانت پہونچے - مگر افسوس کامیابی نہیں ہوئی - خود لوگوں سے بھیک مانگی بہت ہی قلیل ملی - والنٹیر بنانے چاہے - بہت ہی کم بنے - اور جو بنے اُن سے بھی کچھ بن نآئی پس آج میں اس اسٹیج پر اس لیئے آیا ہوں کہ قوم کے بچوں کی تعلیم کے لیئے کچھ کرسکوں +

لیڈیز اینڈ یو ہین جنٹلمین - میں خوب جانتا ہوں کہ تم نے اپنی قوم کے غریب بچوں کے لیئے کیا کچھ کیا ہے - بڑے بڑے ڈیوک لارڈ بھی اسٹیج پر آتے ہیں - اور غریبوں کی امداد کیلیئے

عزت پائی ہے۔ اس وقت بھی یوروپین نے اپنی نیک دلی ثابت کی ہے کہ باوجود ہم قوم نہ ہونے کے ہمارے شریک ہیں۔ اور تھوڑی دیر میں ہمارے یورپین دوست اور مسٹر کینڈی کلکٹر و افسر ضلع نہیں نہیں مسٹر کینڈی میرے دوست اس اسٹیج پر آنیوالے ہیں۔ مگر ہندوستان کا نہ وہ خیال ہے نہ وہ دل اور نہ وہ دلی نیکی جو ایسے کاموں کے باعث ہوتی ہے۔ ہندوستان میں پہلا موقع ہے جو میں اس قومی کام کے لیئے اسٹیج پر کھڑا ہوا ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ہوسکے میں اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کروں گا اور ضرور کروں گا۔ اور لوگوں کو جو وہ بکنا چاہیں بکنے دوں گا۔ کون سی بات ہے جو لوگوں نے میری نسبت نہیں کہی اور میں نہایت خوش ہوں گا کہ جو کچھ اُن کو کہنا باقی رہ گیا ہو وہ بھی اب کہہ لیں۔ اس موقع پر میں **حافظ** صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک **غزل** پڑھوں گا جو میرے **فیلنگ** کے مناسب ہے اور جس میں میں نے دو شعر اور ملا دیئے ہیں:۔

(اس کے بعد نہایت جوش سے **حافظ** (رحمۃ اللہ علیہ) کی یہ غزل پڑھی)

ساقیا برخیز و در دہ جام را   خاک بر سر کن غمِ ایام را
ساغرِ مے برکفم نہ تا ز بر   برکشم ایں دلقِ ازرق فام را
گرچہ بدنامی ست پیشِ عاقلاں   ما نمی خواہیم ننگ و نام را
بادہ در دہ چند ازیں بادِ غرور   خاک بر سر نفسِ نافرجام را
دودِ آہِ سینۂ نالانِ من   سوخت ایں افسردگانِ خام را
محرمِ رازِ دلِ شیدائے خود   کس نمے بینم ز خاص و عام را
با دل آرامے مرا خاطر خوش ست   کز دلم یک بارہ بُرد آرام را
ننگرد دیگر بسرو اندر چمن   ہرکہ دید آں سروِ سیم اندام را
کیست آں سروِ سہی کاندر سرش   یافتم دین و دل و آرام را
قومِ ما اے قومِ ما کز بہرِ تو   دادہ ام بر باد ننگ و نام را

صبر کن **احمد** بسختی روز و شب
آخرش روزے بیابی کام را

۶۰

تقریر جو باجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء بمقام الہ آباد بروقت تحریک کرنے اس رزولیوشن کے کہ فارسی زبان کو یونی ورسٹی کی تعلیم سے خارج کرنا یا فارسی کورس میں عربی کو شامل کر دینا یا اُن دونوں کی صرف نحو کو ملا دینا صحیح اصول پر مبنی نہیں ہے اور تعلیم کے واسطے مضر ہے۔ کی۔

جناب صدر انجمن۔

شاید لوگوں کو جو اس بڑے ہال میں جمع ہیں تعجب ہوا ہوگا کہ یہ رزولیوشن جو ایک ایسا رزولیوشن ہے جسکے برخلاف کسی کا خیال بھی نہیں جاسکتا اور ایسا صاف اور روشن ہے کہ خود اپنی حجت کی آپ دلیل ہے جیسے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کیوں اجلاس میں مباحثہ کے لیئے پیش ہوا ہے لیکن اس سے زیادہ تعجب اور حیرت اُن کو اُس وقت ہوگی کہ جب اُن کو معلوم ہوگا کہ جس وقت ہماری الہ آباد یونی ورسٹی قایم ہوئی سب سے اول جو دل شکن اور ہندوستان کی تہذیب اور اُس کے علم مجلس کے برباد کرنیوالی تجویز پیش ہوئی وہ یہ تھی کہ فارسی زبان یونیورسٹی کی تعلیم سے خارج کیجاوے۔ کیوں خارج کیجاوے اِسکا سبب میں کچھ بیان نہ کروں گا کیونکہ ہر شخص جس کو خدا نے فراست دی ہے خود اُس کے اصلی سبب کو سوچ لیگا مگر ظاہر میں جو غلط حجت پیش کیگئی وہ یہ تھی کہ فارسی کلاسکل لینگوج نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے۔ اس لیئے کہ مثل سنسکرت کے مُردہ زبان نہیں ہے یعنی ایسی نہیں ہے کہ دنیا کے پردہ پر کسی جگہ بولی نہ جاتی ہو۔ مگر فارسی ایران میں اب تک بولی جاتی ہے اور اس لیئے زندہ زبان ہے اور اس لیئے کلاسکل لینگوج نہیں ہے۔

یہ ایک نئی تشریح حیرت انگیز کلاسکل کے لفظ کی تھی یعنی یہ تشریح ہوئی کہ کلاس کے معنی مردہ اور کاف لام نے اُس کے ساتھ ملکر وہ معنی پیدا کیئے جو فارسی میں ھا لئے ہوز پیدا کرتی ہے اور اس لیئے کلاسکل لینگوج کے معنی مردہ زبان کے ہو گیئے۔

افسوس کہ جانسن زندہ نہیں ہے کہ اس تشریح کو اپنی بے نظیر محنت میں جو اُس نے ڈکشنری بنانے میں کی ایک بہت بڑی امداد سمجھتا اور اُن معنوں کو فخر سے اپنی ڈکشنری میں داخل کرتا مگر افسوس کہ اُس کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس بے مثل امداد سے محروم رہا۔ ویبسٹر اُس کے بعد ہوا مگر افسوس کہ اُس کو بھی وہی محرومی نصیب ہوئی ۔

میں انگریزی سے اور انگریزی کے لفظوں سے بلکہ اُن کے حروف تہجی سے بھی واقف نہیں ہوں۔ میری انگریزی دانی کے لیئے ہماری زبان کے دو مہمل لفظ "گٹر مٹر" نہایت موضوع ہیں مگر انگریزی عالموں نے اُس کی نسبت کچھ لکھا ہے ۔

وہ لکھتے ہیں کہ کلاسکس لیٹن کا لفظ کلاسکو سے نکلا اور اس سے کلاسکل۔ یہ تعلق تھا روم کے لوگوں کے درجوں سے اور خصوصاً اوّل درجوں سے اور اس لیئے کلاسکل کی جو صفت ہے معنی ہوتے اوّل درجہ یا رتبہ کے اور لٹریچر اور آرٹ میں اُس پر اطلاق ہوا ہے جو اعلٰے رہو درجہ میں یا مستند ہونے میں اور گریک اور رومن مصنّفوں نے بالتخصیص اور نیز ماڈرن مصنّفوں یا اُن کی تصنیفات سے متعلق کیا گیا ہے ۔

اب ہمکو دیکھنا ہے۔ کہ فارسی زبان کلاسکل لینگوج ہونے کا رتبہ رکھتی ہے یا نہیں کسی شخص کا مونہہ ہے جو کہہ سکے کہ نہیں؟ تمام دنیا کی زبانوں سے شیریں زبان کون ہے؟ فارسی۔ یہ ایک ایسا مسلّم مسئلہ ہے کہ ہر ناطق جسم نے تسلیم کیا ہے۔ اُس کی شاعری کیا باعتبار نازک خیالی کے اور کیا بلحاظ علم اخلاق کے اور کیا باعتبار تمام فنون شاعری کے ایسی اعلٰے درجہ پر پہونچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے لیٹن اور گریک کے شاعروں کی ہمسری بھی کسی قدر بلند ہو گئی ہے۔ عمر خیام کی رباعیات۔ فردوسی کی مثنوی (شاہنامہ) حافظ کی غزلیات کیا اُن سے بڑھکر لطیف نفیس اشعار ہو سکتے ہیں؟ کیا سعدیؒ۔ نظامیؒ۔ جامیؒ۔ خسرو۔ انوری و خاقانی سے اور اَور بہت سے لوگوں سے جن کی فہرست نہایت طولانی ہے زیادہ تر مستند اتھورٹی پائی جا سکتی ہے؟ ابوالفضل اور فیضی کا جو ہندوستان کی پیدایش تھے اور اسی زمانہ کے شاعر غالب کا اور حال کے زمانہ کے ایرانی شاعر قاآنی کا نام بھی اُنہیں بلند مرتبہ لوگوں کے ساتھ شامل کروں گا جن کا میں نے ابھی نہایت فخر سے ذکر کیا ۔

علمی زبان ہونے کی حیثیت سے اگر فارسی کو دیکھا جاوے تو فلسفہ۔ علم اخلاق۔ سیاست مدن ایسٹرانمی۔ ایسٹرالجی میتھے میٹکس۔ ہسٹری۔ طب وغیرہ۔ غرضکہ تمام علوم کی کتابیں فارسی زبان میں موجود ہیں اور بتعداد کثرت سے تصنیفات ہیں کہ اگر ایک ایک نسخہ ہر ایک تصنیفات کا جمع کیا جاوے تو غالباً ہماری یونیورسٹی کے ہال میں بھی نہ سماوے۔ فارسی زبان ایسی طاقتور اور فصیح زبان ہے

کہ ہر ایک علم کے علمی مسائل بغیر اس کے کہ دوسری زبان سے لفظ مستعار لیئے جاویں ادا ہوسکتے ہیں۔ ساسان پنجم کی تصنیف کی ہوئی دساتیر تمام اصطلاحات فلسفہ سے پُر ہے اور ایک لفظ بھی کسی دوسری زبان سے مستعار نہیں لیا گیا ہے +

ہندوستان میں فارسی زبان نے عموماً لوگوں کی تہذیب اور حسن معاشرت اور علم مجلس اور تمام امور میں جو انسان کے دماغ اور خیالات سے تعلق ہیں بہت کچھ ترقی دی ہے اور اسکا علانیہ ثبوت اُن لوگوں میں مقابلہ کرنے سے پایا جاتا ہے جنہوں نے فارسی زبان کو تحصیل کیا ہے اور جنہوں نے اُس کو تحصیل نہیں کیا گو کہ وہ دوسری زبان میں کیسا ہی بلند درجہ رکھتے ہوں +

یونی ورسٹیوں میں سکینڈ لینگوج کی تعلیم کا سلسلہ ایرین اسٹاک اور سیمیٹک اسٹاک کے خیال سے قایم کیا گیا ہے۔ چونکہ ان دونوں اسٹاک کی متعدد زبانیں ہیں اس لیئے اُن میں سے اُس زبان کو یا زبانوں کو جو ایسے درجہ تک پہونچگئی ہیں کہ کلاسکل قرار پانے کی مستحق ہیں اُن کو یونیورسٹی کی تعلیم میں داخل کیا ہے منجملہ آئرین اسٹاک کے فارسی زبان کو اور سمٹک اسٹاک کے عربی و عبری کو تمام ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی فکلٹیوں نے بلکہ دوسرے ملکوں نے بھی اُس کو تسلیم کیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہوتی اگر ہماری یونی ورسٹی اُسکو تسلیم نہ کرتی +

ہر ایک مسلمان اور میں یقین کرتا ہوں کہ تمام ممبر اور وزیٹر جو اس ہال میں جمع ہیں جن میں اکثر کا گرہنی بچھی ہوئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ سب یا قریب سب کے پُر ہیں اور یہ مجمع ایسے لوگوں کا ہے جو کسی نہ کسی درجہ تک علمی مذاق رکھتے ہیں۔ اس لیئے یہ مجمع بحیثیت اپنے پوزیشن کے اسبات کے دعوے کرنے کا مستحق ہے کہ گویا وہ پانچ کروڑ مسلمانوں کا ریپریزنٹیٹو ہونے کا حق رکھتا ہے۔ میں یقینی سمجھتا ہوں کہ وہ سب فارسی زبان کو یونیورسٹی کی تعلیم سے خارج کرنے کی تجویز کو پہلا حملہ مسلمانو کی تعلیم پر سمجھتے ہیں۔ مگر ہم یقین کرتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹی ہمیشہ ہم مسلمانوں کی تعلیم کا لحاظ رکھیگی اور ہماری مادر ہوگی نہ مادرند +

۔۔ اس سخت حملہ سے ہمکو نجات پائے کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا تھا کہ دوبارہ پھر بھی حملہ ہوا مگر دوسری صورت میں نکس یعنی ایک ہی مرض کا دوبارہ عود کرنا پہلی دفعہ کے مرض سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے اس لیئے یہ حملہ بھی زیادہ سخت تھا اس دفعہ یہ تجویز پیش کی گئی کہ یونی ورسٹی کے کورس میں ہندوؤں کے لیئے سکینڈ لینگوج سنسکرت رکھی گئی ہے اور اُس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیئے دو زبانیں فارسی اور عربی ہیں سے کوئی ایک زبان۔ عربی بیشک سنسکرت کے مقابلہ میں ہے الا فارسی آسان زبان ہے اور اُس کا موازنہ سنسکرت کے مقابلہ میں نہیں ہوسکتا پس جو لوگ سنسکرت لیتے ہیں اُن کے حق میں بمقابلہ اُن لوگوں کے جو فارسی لیتے ہیں نا انصافی

ہوتی ہے اس لیئے صرف عربی اور سنسکرت سیکنڈ لینگوج میں داخل رہی یعنی فارسی یونی ورسٹی کی تعلیم سے خارج کیجاوے ✦

میں اس بات کو ضرور تسلیم کروں گا کہ سنسکرت زبان کی اعلےٰ درجہ کی گریمر جس کو بہت سے عالم پنڈت بھی نہیں جانتے بہ نسبت فارسی زبان کی گریمر کے زیادہ تر مشکل ہے مگر کیا ہماری یونیورسٹیوں کی تعلیم میں سنسکرت زبان کی وہ اعلےٰ درجہ کی گریمر داخل ہے یا پڑھائی جاتی ہے جسکو مشکل کہا جاتا ہے - ہرگز نہیں - یونی ورسٹیوں کی تعلیم میں جو سنسکرت زبان کی ابتدائی گریمر مثل صیغوں کی گردان کے اور فاعل مفعول کے سمجھنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور یہقدر سنسکرت کی گریمر ہرگز فارسی زبان کی گریمر سے زیادہ مشکل نہیں ہے - ہاں ایک فصیح آدمی اُس کی نسبت بہت کچھ اپنی فصاحت کو کام میں لاسکتا ہے مگر یاد رہے کہ فصاحت سے سچ بات کا سچ ثابت کرنا ضرور نہیں ہے بلکہ وہ ایک فن دھوکہ دینے کا ہے کہ فصیح آدمی یہ کوشش کرتا ہے کہ غلط بات کو بھی لوگوں کے سامنے اسطرح بیان کرے کہ لوگ اُسکو سچ سمجھیں - پس یہ دلیل پیش کرنی کہ سنسکرت زبان فارسی کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہے بلحاظ اُس علم درآمد اور درجۂ تعلیم کے جو ہماری یونیورسٹیوں میں جاری ہے فن فصاحت کا صرف دھوکہ ہے ✦

ایک اَور امر قابل غور ہے کہ یہ بات کہدینی کہ فلاں زبان فلاں زبان سے مشکل ہے تعلیم کے کورس میں کافی نہیں ہے کیونکہ اُس زبان میں بھی جو مشکل زبان تسلیم کیجاتی ہے بلحاظ سبجیکٹ وطرز تحریر کے ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جو فی الواقع سہل اور آسان ہیں - اور اُس زبان میں جو آسان سمجھی جاتی ہے بلحاظ سبجیکٹ وطرز تحریر کے ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جو فی الواقع نہایت مشکل اور دقت طلب ہوتی ہیں - پس اس بات کے فیصلہ کرنے کے لیئے کہ دو زبانوں کے لیئے جو دو کورس مقرر ہیں فرض کرو کہ اُن میں سے ایک زبان مشکل ہے مگر اُن دونوں کورسوں میں بلحاظ سبجیکٹ وطرز انشاء کے کیا مناسبت ہے ممکن ہے کہ مشکل زبان کا کورس بلحاظ سبجیکٹ وطرز انشا کے آسان ہو اور آسان زبان کا کورس اسی لحاظ سے بہ نسبت مشکل زبان کے کورس کے زیادہ تر مشکل ہو - پس اسپر لحاظ کرنا اور صرف زبانوں کے مشکل اور آسان ہونے سے یونی ورسٹی کے ہال کو گونج سے بھر دینا اور اصل فیکٹ کو چھوڑ کر اپنی فصاحت سے لوگوں کے دلوں میں ایسے امر کی نسبت جو فیکٹ نہیں ہے یقین پیدا کرنا وہی فصاحت کے فن کا دھوکہ ہے ✦

اب میں ایک اجمالی نظر الہ آباد یونی ورسٹی کے فارسی کورس پر ڈالتا ہوں کہ وہ بلحاظ سبجیکٹ وطرز انشا کے کس درجہ کے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں فردوسی خاقانی ظہیر فاریابی

امیر خسرو - حافظ شیرازی - ملا ظہوری - ابو الفضل فیضی - فیاضی - قاآنی و یغما اور غالب کی تصنیفات کا انتخاب ہے اور اخلاق جلالی بھی جو ایک کتاب اخلاق و حکمت مدن پر ہے داخل ہے۔

یہ سب کتابیں کیا بلحاظ سبجیکٹ اور کیا بلحاظ طرز انشاء عمدہ ترین کتابوں میں سے ہیں اور اکثر مقام ایسے منتخب کیے ہیں جو بلحاظ سبجیکٹ اور طرز انشاء کے نہایت مشکل ہیں افسوس ہے کہ میں سنسکرت زبان نہیں جانتا میرے معزز مسلمان دوست البتہ سنسکرت زبان کے بھی بڑے عالم ہیں مگر مجھ کو یقین دلایا گیا ہے کہ سنسکرت کا کورس بمقابلہ کورس فارسی کے آسان ہے اور جبکہ مجھ کو معلوم ہوا کہ سنسکرت کورس میں سبجیکٹ کیا ہیں تو میں نے اُس پر یقین کیا ہے کہ بلحاظ سبجیکٹ کے بلا شبہ فارسی کورس مشکل ہے۔

ہم سنسکرت کورس میں کچھ دخل دینا نہیں چاہتے اگر بالفرض وہ مشکل ہے تو جہاں تک چاہو اُس کو آسان کرو اور جہاں تک چاہو اُس عمدہ اور قدیم زبان کی تحصیل میں آسانی دو۔ ہم نہایت خوشی سے اُسکو قبول کرتے ہیں مگر کسی ایسے امر کو جس سے ہم پانچ کروڑ مسلمان رعایائے ملکہ معظمہ امپرس آف انڈیا کی تعلیم میں نقصان پہنچے ہرگز قبول نہیں کرسکتے۔

اے میرے دوستو۔ یہ مت سمجھو کہ مسلمانوں کی تعلیم پر جو حملے ہوئے وہ ختم ہوگئے نہیں ابھی ریزروڈ فوج کے حملے باقی ہیں اُس نے اس غلط مسئلہ کو کہ فلاں زبان مشکل ہے اور فلاں زبان آسان۔ اور کورس کے آسان و مشکل ہونے کے فیکٹ سے جس کو میں نے ابھی بیان کیا۔ نظر انداز کرکے دوسری طرح پر حملہ کیا کہ فارسی اور عربی کو ملا کر ایک کورس بنایا جاوے تاکہ وہ کورس مشکل ہوجاوے اور سنسکرت زبان کا مقابلہ کرسکے اور ہر ایک طالب علم کو یعنی مسلمان طالب علموں کو اُسمیں امتحان دینا لازم ہو اور جو نہ دے سے یونی ورسٹی کی تعلیم کے اعزاز سے خارج کیا جاوے یعنی کوئی ڈگری یونی ورسٹی کی جسپر روز بروز سرکاری ملازمتیں اور پرائیویٹ ملازمتیں اور زندگی کے کاروبار منحصر ہوتے جاتے ہیں نہ دیجاوے۔

گویہ حملہ بظاہر نہایت سخت تھا مگر اس سبب سے کہ علمی لڑائی کے اصول کے برخلاف تھا کوئی قومی سورچا پنے قبضہ میں نہیں رکھتا تھا کیا آپ کو تعجب نہ ہوگا کہ فارسی زبان ایرین اسٹاک کی زبان ہے اور عربی زبان سیمیٹک اسٹاک کی۔ دونوں کی صرف و نحو طریق اشتقاق طرز انشا ایسی باہم مختلف ہے کہ ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتی باایں ہمہ اُن کو شامل کرنا چاہا تھا بیشک ہماری یونی ورسٹی کی عالی شان عمارت کے نیچے گنگا جمنا مل گئی ہیں مگر کیا اُس میں یا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ دو مختلف زبانوں کے دریاؤں کو جن کو خدا نے مختلف پیدا کیا ہے گنگا

وجمنا کی مانند ملا کر ایک دھار پر بہا سکتا ہے۔ توبہ توبہ۔ امکان سے خارج ہے۔ افسوس صد افسوس مگر یہ افسوس اُس وقت اَور زیادہ ہوجاتا ہے جبکہ اُس میں دست اندازی ایسے لوگوں کی جانب سے ہوتی ہے جو نہ گنگا میں تیرنا جانتے ہیں نہ جمنا میں یعنی نہ عربی زبان سے واقف ہیں نہ فارسی زبان سے۔ پھر ایسے حملوں کا منشا بجز اسکے کہ مسلمانوں کی تعلیم کو برباد کریں جس کو ہم نے میں برس کی محنت کے بعد کسیقدر راہ پر لاکر ڈالا ہے اَور کیا خیال میں آسکتا ہے۔ اگر ہماری یونیورسٹی ایسا کرے تو میں اُس کو مادر نکھوں گا بلکہ ماوندر کہوں گا مگر ہمکو بھروسہ ہے کہ وہ ایسا نکریگی ٭

اے میرے معزز دوستو۔ اور اے قوم کے حامیو۔ اور اے لوگو جو اپنی قوم کے تعلیمی اغراض کے لیئے اس ہال میں جمع ہوئے ہو بخوبی جانتے ہو کہ انٹرنس تک یونیورسٹی کی تعلیم صرف ابتدائی تعلیم ہے اور سیکنڈ لینگوج کے اعتبار سے ابتدائی سے بھی کم اُس کلاس کے طالب علموں کی مثال بلحاظ درجہ تعلیم کے اُس بچہ کی مانند ہے جس کے مونہہ سے ابھی دُودھ کی بو بھی نہ گئی ہو۔ کیا کسی کی طاقت میں ہے کہ وہ ایسی حالت تعلیم میں علاوہ انگریزی زبان کے عربی اور اُس کی صرف و نحو اور فارسی اور اُس کی صرف و نحو کو یاد کر سکے اور اس دو رنگی چپ کورس میں جس میں عربی و فارسی ملائی جاتی ہے امتحان دیکر کامیابی حاصل کر سکے حاشا و کلا ٭

اب ایک اَور حملہ زور و شور کا ہوا وہ یہ تھا کہ فارسی زبان بغیر عربی کی صرف نحو جاننے کے نہیں آسکتی اس لیئے عربی کی صرف و نحو کی کتابیں میزان سے لیکر کافیہ و شافیہ تک تعلیم میں فارسی کے ساتھ داخل کیجاویں تاکہ فارسی اچھی آجاوے کیونکہ فارسی میں عربی الفاظ مل گئے ہیں اور اس لیئے عربی کی صرف و نحو جاننی ضرور ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ شافیہ کون کتاب ہے؟ یہ وہ مغلق کتاب ہے جو خاص عربی زبان کی تعلیم سے بھی خارج ہوگئی ہے ٭

ہمدردی بھرا ہوا حملہ بلاشبہ زیادہ سخت ہوتا ہے مگر در اصل اُس کی بُنیاد ریت پر رکھی گئی ہے اس لیئے مجھ کو مناسب ہے کہ فارسی میں عربی زبان کے لفظوں کے ملنے کی کچھ ہسٹری بیان کروں ٭

ملک فارس جو فارسی زبان کا گھر ہے ایک زمانہ دراز سے اُسی ملک کے لوگ اُسپر شاہنشاہی کرتے تھے جن کی عظمت و شان و شوکت ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیگی۔ اُن کے جھنڈے درفش کاویانی کی شُہرت کبھی دُنیا سے نہ بھولی جاوے گی۔ مگر خدا کی مرضی یہ ہوئی کہ ایک بادیہ نشین اور ریتلے کنکریلے مُلک کے رہنے والی قوم یعنی کون؟ عرب؟ ہمارے باپ دادا اپنی تلوار کے زور سے اُسکو فتح کریں چنانچہ ہمارے باپ دادا نے فتح کیا گو فردوسی کو جو گبر آتش پرست کی نسل میں تھا اور گو مسلمان ہوگیا تھا مگر اس فتح سے قومی رنج اُسکے دل میں تھا۔ جبکہ اُس نے یہ کہا۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

ان شعروں پر جو اُس نے طنز سے کہے ہیں ہم تو اس کو اپنے باپ دادا کے لیئے فخر سمجھتے ہیں۔ ہاں ہم اونٹنی کے دودھ پینے والوں اور سوسمار کھانے والوں نے کیانیوں کی شاہنشاہی کے تخت کو فتح کیا۔ اور خدا نے اس اونٹ چرانے والی قوم کو دارا و جمشید و کیخسرو و مختصر اً یہ کہ کیانیوں کی شاہنشاہی کے تخت پر جا بٹھایا پس ضرور تھا کہ تین قسم کے لفظ فارسی زبان میں داخل ہو جاویں جس طرح کہ اب ہماری اُردو زبان میں اور نیز دیگر زبانوں میں جو ہندوستان میں بولی جاتی ہیں انگریزی سلطنت کے الفاظ شامل ہو گئے ہیں۔ اُن تین قسم کے الفاظ کی تفصیل یہ ہے۔

اوّل۔ قرآن مجید کی بے مثل فصیح و بلیغ آیتیں جو فارس کی زمین کے چپہ چپہ پر پڑھی جاتی ہیں اور وہ ایسی ہی دلکش تھیں کہ کوئی دل گو وہ فولاد ہی کے مانند کیوں نہ ہو اُس پر بھی اثر کرتی تھیں اُن کے الفاظ اور مذہب اسلام کے خاص الفاظ فارسی میں بھی داخل ہو گئے۔

دوم۔ وہ الفاظ فاتح قوم کی زبان کے متعلق بامور سلطنت جن کا داخل ہونا مفتوح قوم کی زبان میں ناگزیر تھا داخل ہوئے۔

سوم۔ اُن علوم کے الفاظ جو خود عرب اپنے ساتھ فارس میں لائے یا خود انہوں نے پیدا کیئے۔ یا اُن کو ترقی دی۔

یہ تمام الفاظ محدود ہیں اور اس طرح پر فارسی زبان میں شامل ہو گئے ہیں کہ مثل ایک متبنی بیٹے کے اُسی کی اولاد ہو گئے ہیں اُن کے سمجھنے اور استعمال کرنے میں کسی فارسی دان کو عربی زبان کی صرف و نحو جاننے کی ضرورت نہیں رہی ہے خدا کرے کہ اس جلسہ میں ایسے لوگ بھی ہوں جو عربی نہ جانتے ہوں مگر جس وقت ناصر او منصور یا حافظ و محفوظ کا لفظ اُن کے سامنے بولا جاویگا وہ بغیر اسبات کے جاننے کے کہ اسکا مصدر کیا ہے اور کس طرح سے اُن کا اشتقاق ہوا ہے بخوبی اُسکے معنی اور مطلب کو سمجھیں گے۔

یہی حال تمام عربی الفاظ کا ہے جو فارسی زبان میں شامل ہو گئے ہیں اور مثل فارسی الفاظ کے سمجھے جاتے ہیں چنانچہ اُن میں سے بہت سے الفاظ فارسی تحریر میں اُس انڈیم یا اُس معنی میں مستعمل نہیں ہوتے جس انڈیم اور معنی میں عربی میں مستعمل ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو عربی کے قواعد صرف کے تابع نہیں ہیں اور کلیۃً سب کے سب ایسے ہیں کہ عربی زبان کی نحو کے قواعد کے مطلق تابع نہیں ہیں۔ پس فارسی کے لیئے عربی زبان کی صرف و نحو پڑھانے سے فارسی زبان کے لیئے کیا فایدہ ہے۔

میں سنتا ہوں کہ انگریزی زبان میں بھی اسیطرح پر لیٹن اور گریک کے الفاظ ملے ہوئے ہیں مگر کوئی نہیں کہتا کہ جب تک لیٹن گریک زبانوں کی صرف نحو نہ سیکھ لو اُس وقت تک انگریزی نہیں آنے کی ٭

ہاں بعض عربی دان اپنی فارسی تحریر میں دانستہ اپنی علمیت جتانیکو قصداً عربی الفاظ کثرت سے لکھ جاتے ہیں۔ جیسے کہ بعض ہندوستانی خام اور ناقص انگریزی دان اپنی شیخی کے لیئے خواہ نخواہ لیٹن الفاظ اپنی تحریروں میں لاتے ہیں جس کو ہر ایک زباں دان خواہ وہ فارسی جاننے والا ہو یا ایک یورپین انگریز نہایت حقارت سے دیکھتا ہے بلکہ اُس کو فارسی زبان کی تحریر کہنا زیبا نہیں ہے ٭

تمام اساتذہ فارسی زبان کے جاننے والے خواہ وہ ہندوستان کے ہوں یا ترکستان کے۔ بلخ کے ہوں یا بخارا کے۔ مصر کے ہوں یا انگلستان کے۔ فارسی تحریروں میں عربی الفاظ کا سوائے انہیں قسم کے لفظوں کے لانا نہایت ہی معیوب جانتے ہیں۔ فردوسی خدائے سخن کہلاتا ہے اس لیئے کہ اُس کے شاہنامہ میں جو اسقدر بڑی کتاب ہے اُن تین قسموں کے سوا اَور بھی شاذ و نادر عربی الفاظ نہیں ہیں۔ خود اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ کوئی عربی لفظ اپنے اشعار میں نہیں کہنے کا مگر جب اُس کا یہ شعر پڑھا گیا ؎

قضا گفت گیر و قدر گفت دہ   فلک گفت احسن ملک گفت زہ

قضا و قدر۔ فلک اور ملک تو مسلمانی بزم کے لفظ تھے جن کا استعمال اُنہی اسباب سے جو میں نے بیان کیئے مثل فارسی لفظوں کے فارسی زبان میں ہو گیا تھا اس لیئے اُن پر گرفت نہیں ہوئی مگر لفظ احسن محض عربی تھا اُسپر گرفت ہوئی اور کہا گیا کہ لفظ احسن عربی است چرا گفتی۔ گفت من نہ گفتہ ام فلک گفتہ است۔ غرضکہ فارسی زبان کے اُستاد عربی کو فارسی میں ملانا اسقدر معیوب سمجھتے تھے برخلاف اسکے ہمارے دوست عربی فارسی کی صرف و نحو کو جو بالکل دو مختلف چیزیں ہیں گڈمڈ کرنا چاہتے ہیں اور کس زمانہ میں یعنی تعلیم کے ابتدائی زمانہ میں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دونوں نہ آویں اور دونوں برباد ہو جاویں اور طالب علموں کو بجز محرومی کے اَور کچھ نہ حاصل ہو ٭

ٹینس جو انگلستان کا ملک الشعرا تھا اپنی اخیر عمر میں خالص انگریزی زبان کے اپنے چند شعر پڑھکر فخر کرتا تھا اور اسی کے ساتھ لیٹن و گریک زبان کے جاننے پر افسوس کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں کیونکر اُن کو بھلا دوں کیونکہ اُن دو زبانوں کا علم میری انگریزی شاعری میں نقصان پہونچاتا ہے۔ غرضکہ عربی و فارسی کے صرف و نحو کو ملانا غیر مفید بلکہ غیر ممکن خیال تھا اور مسلمانوں

کی تعلیم کا سدِ راہ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌٭

اب صرف ایک حملہ ہمدردی کے پیرایہ میں باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ فارسی زبان عربی زبان کو پیچھے ڈالتی جاتی ہے کیونکہ کثرت سے طالب علم فارسی زبان کو بطور سیکنڈ لینگوج کے اختیار کرتے ہیں اور عربی کو کم۔ میں اس کی اصلی وجہ کو جو ملکی ضرورت پر مبنی ہے نہ بیان کروں گا مگر میں اُن ہمدردوں سے پوچھوں گا کہ عربی زبان ہمارے بزرگوں کی اور ہماری مذہبی زبان ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آپ ہم سے زیادہ اُس زبان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔ آپ مہربانی رکھیئے اور اُسکی ہمدردی کو ہم ہی پر چھوڑ دیجیئے چاہیں ہم اس کو آگے بڑھائیں چاہیں پیچھے چھوڑتے جاویں ٭

نمیدانم زمنع گریہ مطلب چیست ناصح را
دل از من دیدہ از من آستیں از من کنار از من

اے صاحبو۔ یہ تمام امور جو مسلمانوں کی تعلیم یونی ورسٹی کے لیئے زہر قاتل تھے۔ ہماری یونیورسٹی میں پیش ہوتے ہیں مسٹر گف پرنسپل میور کالج رجسٹرار یونی ورسٹی الہ آباد ممبر فکلٹی آف آرٹ کے اُس فقرہ کا ہمیشہ احسانمند رہوں گا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی تعلیم میں ہرج پڑنا کبھی پسند نہ کریں گے چنانچہ فکلٹی آف آرٹ کی میٹنگ میں اُنھوں نے ان سب تجویزوں سے اختلاف کیا۔ فکلٹی آف آرٹ کے پریسیڈنٹ مسٹر وبٹ کا بھی احسان ہے کہ جب ان تجویزوں کے مخالف وُوٹ شمار ہوتے تو اُنھوں نے بھی ہاتھ اُٹھایا اور اُنہی کے ساتھ اپنا ووٹ گنا اور نیز فکلٹی آف آرٹ کے اُن تمام ممبروں کا بھی احسان ہے جنھوں نے اس تجویز کے برخلاف وُوٹ دیئے اس لیئے میں نے یہ رزولیوشن پیش کیا ہے کہ الہ آباد یونی ورسٹی کی فکلٹی آف آرٹ کے شکریہ کا ووٹ پاس کیا جاوے ٭

اے دوستو۔ میں بھی فکلٹی آف آرٹ کے ممبر ہونے کی عزت رکھتا ہوں مگر میں اُس جلسہ میں شریک نہ تھا اِس لیئے میں اُس شکریہ سے جو فکلٹی آف آرٹ کا کیا جاوے علیحدہ ہوں ٭

۶۱

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ جو تحریک کہ میرے معزز دوست مولوی رضا حسین صاحب نے کانگریس کے لفظ کو جو ہماری مجلس تعلیمی کے نام میں ہے کانفرنس کے لفظ سے تبدیل کرنے کی کی ہے میں اُس کی تائید کرتا ہوں۔ مدت سے مجھکو خیال تھا کہ کانگریس کا لفظ ہماری مجلس کا نام ہونے کے لیئے مناسب نہیں ہے۔ کانگریس کا لفظ پولٹیکل مجلسوں کے لیئے جو دو بادشاہوں کے سفیروں اور نائبوں کے باہم ملکی معاملات کی اصلاح یا فیصلہ کے لیئے ہوں زیادہ تر مناسب ہے۔ ہماری مجلس تعلیمی کو ایسے امور سے یا کسی قسم کے پولٹیکل امور سے علاقہ نہیں ہے اور اس لیئے بلاشبہ وہ نام اُسکے لیئے نازیبا تھا ✦

کانفرنس کا لفظ ایسے جلسوں پر زیادہ مستعمل ہوتا ہے جو نیک دلی اور دوستی سے آپس میں گفتگو یا مباحثہ کرنے کے لیئے جمع ہوں جس کا مقصد رایوں کا تبادلہ اور مشورہ کر کے کسی امر میں راہ راست کا بتانا یا ہدایت کرنا ہو اُس ہدایت پر کسی کو مجبور کرنا اُسکے مفہوم سے خارج ہوتا ہے بلکہ اُس ہدایت کے مطابق لوگوں کو عمل کرنا صرف اُن کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ ہمارے اس تعلیمی جلسہ کا کام یہی ہے کہ مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لیئے آپس میں مشورہ کر کے کوئی راہ نکالیں اور لوگوں کو بتلاویں کہ اگر اُس راہ پر چلینگے اور اُس طریقہ کو اختیار کرینگے تو منزل مقصود پر پہونچیں گے۔ اس سے زیادہ اور کچھ ہمارے اختیار میں یا ہمارے مقصد میں نہیں ہے ✦

ہماری اس مجلس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اب تک اُس سے کچھ فایدہ نہیں ہوا میں بھی اُسکو قبول کرتا ہوں گو کہ مولانا شبلی اس رائے کو غلط بتاتے ہیں مگر بلاشبہ اسقدر افسوس مُجھ کو ہے کہ آج تک کسی شخص نے یہ نہیں بتایا کہ اُن ہدایتوں یا رایوں پر جو ہماری مجلس تعلیمی نے قرار دیں پورا پورا عمل کیا گیا اور اُس سے کچھ فایدہ نہیں ہوا۔ ہماری قوم کی مثال اُس شخص کی ہے جو طبیب سے نسخہ لکھوا لے اور دوا کا استعمال نہ کرے اور چاہے کہ صرف نسخہ ہی لکھوا لینے سے بیمار کو شفا ہو جاوے ✦

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ لفظ کانگریس کی بجائے لفظ کانفرنس کا قرار دینا نہایت ہی مناسب ہے اور اُمید ہے کہ تمام ممبر اس سے اتفاق فرماوینگے ✦

تمام ممبران موجودہ نے اس سے اتفاق کیا اور جو رزولیشن پیش ہوا تھا بالاتفاق پاس ہوا ✦

یہ اجلاس اس قدر کارروائی کے بعد برخاست ہوا اور پریسیڈنٹ نے فرمایا کہ بعد دوپہر کے دوسرا اجلاس منعقد ہو ✦

۶۲

تقریر جو اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۸ء میں بمقام الہ آباد بروقت پیش کرنے اس رزولیوشن کے کہ کوئی تبدیلی انگریزی تعلیمی مدارس و اسکول کی لٹریری خواندگی میں واسطے ترقی دینے ٹکنیکل ایجوکیشن کے نہیں ہونی چاہیئے۔ کی ❊

جناب صدر انجمن ۔

قبل اس کے کہ میں نسبت اس رزولیوشن کے کچھ گفتگو شروع کروں اوّل مجھ کو اُن صاحبوں کی خدمت میں جو ٹکنیکل ایجوکیشن کے خواہشمند ہیں یہ عرض کرنا ضرور ہے کہ اس رزولیوشن میں نفس ٹکنیکل ایجوکیشن کی نسبت کسی امر کا فیصلہ مقصود نہیں ہے بلکہ اس بات کا فیصلہ مطلوب ہے کہ انگریزی تعلیمی کالجوں اور اسکولوں کی تعلیم میں جو بالفعل موجود ہیں ٹکنیکل ایجوکیشن کے ترقی دینے کی غرض سے کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اُس سے لٹریری تعلیم کے اعلےٰ درجہ تک ترقی کرنے کو نقصان پہونچے گا ❊

لٹریری تعلیم سے میری مُراد اُس تعلیم سے ہے جس میں علم ادب ۔ منطق ۔ فلسفہ ۔ ہسٹری ۔ مارل ونیچرل سینسز ۔ پولٹیکل اکونمی ۔ تھیوری آف لیجسلیشن ۔ جورس پروڈنس اور نیز اعلےٰ درجہ تک کی میتھے میٹکس شامل ہو ۔ پس میری اس گفتگو میں جہاں یہ لفظ آوے اُس سے اس قسم کی تعلیم سمجھی جاوے ❊

مگر سب سے پہلے ہمکو ٹکنیکل ایجوکیشن کے معنی یا اُس کی تعریف تو سمجھنی چاہیئے کہ کیا ہے ۔ ابھی تو ہم اور غالباً اور بہت لوگ نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے ۔ اگر ہم اُس کو جان جاویں تو بآسانی اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اُس کی ترقی کے لیئے موجودہ سلسلہ تعلیم کالجوں اور اسکولوں کو تبدیل کرنا ملک کے لیئے بہتر ہے یا مضر اور شاید ہمکو اس بات پر بھی غور کرنے کا موقع ملے کہ وہ چیز جس کا نام ہم ٹکنیکل ایجوکیشن سُنتے ہیں ملک کے کس قسم کے لوگوں کے لیئے اور نیز کس درجہ تک فایدہ مند خیال میں آسکتی ہے ۔ میں نے بہت سی کتابوں کو اُلٹا اور لوگوں سے

بھی پوچھا مگر ٹکنیکل ایجوکیشن کی حقیقت مجھ کو نہ کھلی مگر مبئی کی گورنمنٹ نے ایک رزولیوشن میں مسٹر اسکاٹ رسل کا ایک قول پایا جسکو تصوّر کیا جاتا ہے کہ وہ ایک عُمدہ تعریف ٹکنیکل ایجوکیشن کی ہے۔ اُس قول کو میں بیان کرتا ہوں *

وہ فرماتے ہیں کہ "یہ امر ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اپنے خاص پیشہ تجارت یا حرفہ میں اُس کے اُصولوں کو بخوبی سمجھے۔ اُس کے خاص آلات کو زیادہ تر عُمدگی سے کام میں لاوے۔ اُسکی عمدہ ترکیبوں کو زیادہ ہوشیاری کے ساتھ کام میں لاسکے۔ اور اپنی زندگی کے مقصد کو زیادہ تر جلد اور کفایت کے ساتھ پورا کر سکے خواہ وہ تجارت ہو یا چیزوں کے بنانے کا کارخانہ یا تعمیرات یا جہاز رانی" *

یہ قول نہایت عمدہ ہے اور بلاشبہ اس کا مستحق ہے کہ ٹکنیکل ایجوکیشن کی صحیح تعریف قرار دیا جاوے مگر اب بھی ہم کسیقدر اندھیرے میں ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کون سے حرفے ہیں جنکو گورنمنٹ ٹکنیکل ایجوکیشن کے ماتحت یا اُس کی تعریف میں داخل سمجھکر اُسکو ترقی دینا چاہتی ہے یا ملک کی خواہش اگر ٹکنیکل ایجوکیشن کی ترقی کی ہے تو وہ کس چیز اور کس حرفہ سے متعلق ہے اور وہ کس قسم کی تعلیم کی خواہش رکھتے ہیں اور اُس کا موجودہ کالجوں اور اسکولوں میں شامل کرنے سے کیا نتیجہ ہوگا *

اس کی تفصیل کا بیان کرنا میرے لیئے نہایت مشکل ہے مگر گورنمنٹ نے مختلف صوبوں میں جو کارروائی کی ہے یا جو کارروائی مُلک میں ہو رہی ہے جسکو کسی صوبہ کی گورنمنٹ نے پسند یا تسلیم کیا ہے اُسپر غور کرنے سے اُس کی کسی قدر تفصیل جن کی ترقی دینے پر گورنمنٹ مائل ہے معلوم ہو سکتی ہے اور میں بقدر اپنی واقفیت کے اُس کی تفصیل بیان کرتا ہوں مگر ان ڈسٹرکٹ سشرل اسکولوں کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ اُن کو میں اس قسم کی تعلیم سے علیحدہ سمجھتا ہوں اور جہاں اور بہت سی چیزیں دنیا میں عجائبات میں شمار ہیں بہتر ہے کہ وہ بھی اُنہی عجائبات میں شامل رہے تفصیل مذکورہ جس کا میں بیان کرنا چاہتا ہوں یہ ہے :-

اوّل - مشین - یعنی کلوں سے کام لینا *

دوم - مکنیکس - جرثقیل کی کلوں کو استعمال میں لانا *

سوم - اسٹیم - یعنی بھاپ سے اور اُسکی قوت سے اُن کلوں سے کام لینا جو بھاپ کی قوت سے کام کرتی ہیں جیسے اسٹیم - انجن وغیرہ *

چہارم - فزکس - یعنی طبیعیات اور اُس کی سات شاخیں ہیں *

(الف) - آواز - اُس کا پیدا ہونا - اُس کی وسعت اور اُسکی مراجعت وغیرہ *

(ب) - روشنی - اُس کا پھیلاؤ اُسکی رفتار اُس کا وزن وغیرہ ۔

(ج) - حرارت - اور اُسکے اعمال ۔

(د) - الکٹرسٹی } اُس کا پیدا ہونا - اُسکے اثر اور اعمال ۔
(ہ) - مقناطیس }

(ز) - کمسٹری - یعنی علم کیمیا سونے چاندی بنانے کا علم نہیں بلکہ فلزات اور دیگر اشیاء مادّی کی تحلیل اجزا اور ترکیب کیمیاوی کا علم ۔

(ح) - تھرمامیٹر - دونوں قسم کے - اُن کے درجات اور دونوں کی باہمی مناسبت ۔

ان سب کاموں کی تعلیم دو طرح پر ہوتی ہے - ایک کا نام اصولی قرار دیا جا سکتا ہے اور دوسری کا علمی ۔

اصولی تعلیم میں کلوں کا اور اُن کے پُرزوں کا الگ الگ کرنا اور پھر ملانا اُن کی قوت اور باہمی مناسبت کا سمجھنا طاقت اور وزن کی مناسبت کا خصوصاً آلات جرثقیل میں جاننا اور بھاپ کی قوت اور قوت کے درجات کا اسٹیم کی کلوں میں سمجھنا اور بسائط اور مرکبات کا بیان اور اجزائے مرکبات کی تحلیل اور گیاسوں کے بنانے اور اُن کی ترکیب سے ایک شئے مرکب کے پیدا کرنے کا طریقہ علم کمسٹری میں اور ہوائے محیط اور اُس کے انقلابات تھرمامیٹر میں اور دونوں قسم کے تھرمامیٹر کی باہمی مناسبت اور اسیطرح الکٹرسٹی اور مقناطیس کی قوتوں کی تشریح اور اُن کے اثروں کے نتایج کی تعلیم دی جاتی ہے ۔

علمی تعلیم جہاں تک کہ طبیعات سے متعلق ہے بذریعہ علمی کلوں کے سکھائی جاتی ہے اور سیکھنے والوں کو خود اُن کلوں سے کام کرنے کی مشق کرنی ہوتی ہے اور اُن کلوں کو استعمال میں لاکر امتحان دینا ہوتا ہے - مگر مشین اور اسٹیم اور مکینکس کی علمی تعلیم بغیر ایسے کارخانے میں جائے اور کام کیئے جہاں وہ کلیں موجود ہیں اور اُن سے کام ہوتا ہے نہیں ہو سکتی اور ایسے طالب علموں کو ریلوے اور کاٹن مل اور انجینیرنگ اسکول یا اَور کسی فیکٹری میں جانا اور کام کرنا لازم ہوتا ہے - ڈرائینگ یعنی نقشہ نویسی کی تعلیم زیادہ تر کلوں کے اور اُس کے پُرزوں کے نقشے بنانے سے دی جاتی ہے ۔

اگر میری یاد میں غلطی نہ ہو تو پندرہ سولہ برس پہلے یونی ورسٹیوں کی تعلیم کے لیئے صرف ایک کورس تھا مگر اُس کے بعد یونی ورسٹیوں کی تعلیم کے لیئے دو کورس قرار دیئے گئے جنمیں سے ایک کو ٹکنیکل ایجوکیشن کی اصولی تعلیم تصور کرنا چاہیئے اور جن کی صورت بالفعل ہماری یونیورسٹی کی تعلیم میں اِسطرح پر ہے کہ :-

ایک میں ہائی درجہ کی لٹریری تعلیم بشمول اوسط درجہ کی میتھمیٹکس کے ہے اور اُس کا نام (اسے جی) کورس رکھا گیا ہے ۔

دوسرے میں اوسط درجہ کی لٹریری تعلیم بشمول ہائی میتھمیٹکس اور فزکس کے ہے اور اُس کا نام (بی جی) کورس رکھا گیا ہے ۔

یہ تقسیم چند سال سے بی اے کلاس میں چلی آتی ہے اور طالب علموں کو بالکل آزادی ہے کہ ان دونوں کورسوں میں سے جونسا کورس چاہیں اختیار کریں اور جوکہ گورنمنٹ کا منشاء ٹکنیکل ایجوکیشن کو ترقی دینا ہے اس لیئے کچھ عجب نہیں کہ ایف اے (جی جی) یا انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے کورس میں بھی (اسے جی) اور (بی جی) کورس قایم ہو ۔

یہاں تک ہمکو کوئی عذر یا اعتراض نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کو آزادی ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی کے لیئے اسے کورس میں ہائی درجہ کی لٹریری تعلیم میں نقصان پہونچے یا جس نے اے کورس لیا ہے وہ آپشنلی ہائی میتھمیٹکس لینے سے جو عقل و دماغ اور خیال کو درست کرنے والی ہے بغیر لینے فزکس کے محروم کیا جاوے تو بلاشبہ ہمکو اعتراض اور عذر ہے کیونکہ اس صورت میں بالجبر ہمکو اسے کورس کی تعلیم سے یا ہائی میتھمیٹکس کی تعلیم سے باز رکھنا ہوگا ۔

ہم نہایت شکرگزار ہیں مسٹر کف پرنسپل میور کالج رجسٹرار یونی ورسٹی کے کہ اُنہوں نے اسے کورس میں ہائی درجہ کی میتھمیٹکس کو بطور آپشنل سبجیکٹ کے قایم رکھا ہے جس سے ہمارے مقاصد محفوظ رہتے ہیں ۔

لیکن میں دکھانا چاہتا ہوں کہ بی کورس کو کس قدر درجہ تک مُلک نے قبول کیا ہے اور کس درجہ تک وہ تکمیل کو پہونچا ہے اور کس درجہ تک اُس سے مُلک کو فایدہ حاصل ہُوا ہے ۔

اوّل میں اپنے ملک کے یونی ورسٹی کے طالب علموں کو گنوں گا کہ کس قدر طالب علم اسے کورس میں تعلیم پاتے ہیں اور کس قدر بی کورس میں اگر میرا اندازہ صحیح ہو تو پانچ پرسینٹ سے زیادہ بی کورس میں پڑھنے والے نہ نکلینگے اور اُسکے مقابلے میں پچانوے پرسینٹ اسے کورس پڑھنے والے ہونگے اور یہ ایک نہایت روشن دلیل ہے کہ ٹکنیکل ایجوکیشن کی وانٹ [illegible] ملک میں نہیں ہے ۔

اب ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ بی کورس میں جو فزکس داخل کیا گیا تھا اُس سے درحقیقت مقصد ٹکنیکل ایجوکیشن کی اصُولی تعلیم تھی اور اُس کی تکمیل کے لیئے ضرور تھا کہ کسی انجینیرنگ کالج میں داخل ہونا اور علمی تعلیم پانا اور کسی انجینیرنگ کالج یا ریلوے و کاٹن مِل یا دیگر فیکٹری کے کارخانوں میں داخل ہوکر کام کرنا ۔ میں اپنے صوبہ کے کسی طالب علم کو نہیں جانتا کہ اُسنے بی کورس میں

بی اے کی ڈگری پاکر گورنمنٹ کی ملازمت کی تلاش وفکر کو چھوڑ دیا ہو اور کسی انجینیرنگ فیکٹری میں علمی تعلیم حاصل کی ہو۔ اُس کے وسیلے سے کوئی ذریعہ اپنی معاش کا پیدا کیا ہو پس اُس کے بی کورس کی ڈگری بطور وولیٹر کے یا ایک علم بغیر عمل کے اور کچھ درجہ نہیں رکھتی۔ اور اس دلیل سے کہا جا سکتا ہے کہ ملک کو اُس سے کچھ فایدہ نہیں پہونچا ہے ✦

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صوبہ میں انجینیرنگ کالج نہ ہونے سے یہ نقص ہے۔ اگر انجینیرنگ کالج موجود ہو۔ تو یہ نقص رفع ہو سکتا ہے۔ اوّل تو میں اس نقص کو تسلیم نہیں کرتا اس لیئے کہ روڑکی انجینیرنگ کالج اور لکھنؤ اور الہ آباد میں ریلوے کی فیکٹری کانپور میں کاٹن مل فیکٹری موجود ہے اور کسی طالب علم نے اُن میں داخل ہو کر علمی تعلیم کی رغبت نہیں کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بی کورس کے گریجویٹوں کو علمی تعلیم حاصل کرنے کی رغبت نہیں ہے اور ضرور ہے کہ اس عدم رغبت کی کوئی وجہ ہوگی ✦

ٹکنیکل تعلیم کی خواہش اُس ملک میں ہوتی ہے جہاں پرایویٹ ہر قسم کے کارخانوں کی کثرت ہو اور اُن کے لیئے ٹکنیکل تعلیم پائے ہوئے لوگوں کی ضرورت ہو کارخانوں کے قایم ہونے کو سرمایہ کی ضرورت ہے جو ہندوستان میں نہیں ہے پس ٹکنیکل تعلیم پائے ہوئے لوگوں کی کھپت ہندوستان میں نہیں ہو سکتی اور اس لیئے اُس کی خواہش ملک کو نہیں ہے ✦

یہ غلط خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب ٹکنیکل تعلیم یافتہ لوگ ہوں گے تو کارخانے بھی قایم ہو جاوینگے کیونکہ یہ خیال ایسی فلاسفی پر مبنی ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ مرغی پہلے تھی یا مرغی کا انڈا۔ مگر اس خیال کی غلطی اس سے ثابت ہے کہ باوصف اس کے کہ مدت سے فزکس یونی ورسٹی کی تعلیم میں داخل ہے مگر اب تک کوئی بھی ٹکنیکل ایجوکیشن کا ماسٹر پیدا نہیں ہوا ✦

انجینیرنگ کالج مقرر کرنے کی نسبت کرنل فاربس نے جو رائے دی ہے قابل غور کے ہے وہ کہتے ہیں کہ جو علمی تعلیم ہندوستانیوں کو لکھنؤ اور الہ آباد کے بڑے بڑے ریلوے کے کارخانوں اور روڑکی کے سرکاری کارخانہ میں ہوتی ہے اُس کا ثمرہ اب دہلی میں پیدا ہوتا جاتا ہے چنانچہ بالفعل ستّرہ لوہے کے کارخانے اور کل بنانے کی دو کانیں موجود ہیں جن میں سے ایک دوکان میں بیس گھوڑوں کی طاقت کا انجن موجود ہے جس کو بغیر نگرانی اہل یورپ کے بالکل ہندوستانی چلاتے ہیں۔ روڑکی میں ایک چھوٹا سا لوہے کا کارخانہ اور دو کان ہندوستانیوں کے اہتمام میں ہے اور میرٹھ میں دو ایسے ہی کارخانے اور دو کانیں ہیں اور علاوہ بریں دیگر مقامات میں اس قسم کے کارخانے موجود ہیں اُن دوکانوں کے مہتمموں اور افسر بہت سے کاریگروں نے ریلوے کے کارخانوں یا سرکاری کارخانوں میں تعلیم پائی ہے اور اسی وجہ سے یہی کارخانے اصلی ٹکنیکل اسکول خیال کیئے جاسکتے ہیں جہاں کہ ان شخصوں نے

اپنے ہنر کے علی استعمال میں تعلیم پائی تھی۔ اس لیئے اُن کی یہ رائے تھی کہ ٹکنیکل انجنیری کیواسطے گورنمنٹ کو مدرسوں کا جاری کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ گورنمنٹ مڈل یا ہائی اسکولوں کے متعدد منتخب طالب علموں کو اس غرض سے مدد دے سکتی ہے کہ وہ کسی ریلوے یا سرکاری کارخانے میں چار یا پانچ برس تک عملی طور پر کام سیکھنے کی تعلیم پاویں اور اس سے زیادہ گورنمنٹ کو اور کچھ کرنا نہیں چاہیئے۔"

کرنل فاربس کی رائے پر اِسقدر مَیں اَور زیادہ کرنا چاہتا ہوں کہ جن کارخانوں کا اُنھوں نے ذکر کیا ہے اور جو کاریگر وہاں کام کرتے ہیں اُنھوں نے کسی مدرسے میں مشین یا اسٹیم یا فزکس کی اصولی تعلیم نہیں پائی تھی بلکہ صرف عملی تعلیم سے اُن سب کاموں کے کرنے کی لیاقت پیدا ہوئی تھی پس عملی تعلیم درحقیقت اصلی ٹکنیکل تعلیم ہے اور نری اصولی تعلیم بیفایدہ اور عمر کا ضایع ہونا ہے۔

مَیں اپنی اُس رائے کو اور اُس کے وجوہات کو ظاہر نہ کروں گا کہ ٹکنیکل کارخانوں کا جیسا ہندوستان میں قایم ہونا مشکل بلکہ نہایت مشکل ہے اُسیطرح اُن سے ملک کو فایدہ پہونچنا بھی مشکل ہے۔ جیوٹ کے دبلنے یا روئی کے گٹھے باندھ لینے یا لوہا گلا لینے یا اسٹیم۔ انجن چلا لینے کے چھوٹے چھوٹے کارخانوں پر ایسے کارخانوں کا قیاس کر لینا جو ملک کو فایدہ پہونچانے کے قابل ہوں ایک محض غلط قیاس ہوگا۔

بہرحال جو تفریق کورس کے بی اے کلاس میں ہوئی اور جو تفریق ایف اے یا انٹرمیڈیٹ کلاس میں ہو درصورتیکہ اُسے کورس کی تعلیم میں کوئی ہرج پیدا نہ ہو ہمکو کچھ بحث نہیں ہے مگر جو بحث کہ ہم کرنی چاہتے ہیں وہ انٹر کلاس اور مڈل کلاس کی تعلیم سے متعلق ہے۔

یہ بحث پیدا ہوئی ہے ایجوکیشن کمیشن کی اُس سفارش پر کہ ہائی اسکولوں کی اعلےٰ جماعتوں میں دو ڈویژن ہونے چاہئیں یعنی ایک وہ جس کے ذریعہ سے یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس کی قابلیت پیدا ہو جس کو مَیں اے کلاس کہتا ہوں۔ اور دوسرا ڈویژن زیادہ تر عملی طور کا ہو جسکو مَیں بی کلاس کہتا ہوں جس سے نوجوانوں کو تجارتی کاموں یا دوسرے کاموں کے واسطے جو عملی طور کے ہوں تیار کرنا مقصود ہو۔ اس سفارش کے لحاظ سے گورنمنٹ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ امتحان انٹرنس کا موجودہ اسٹینڈرڈ جس کا نام میں نے اے کورس رکھا ہے۔ تبدیل نہ کیا جاوے۔ بلکہ ایک دوسرا اسٹینڈرڈ قایم کیا جاوے جسکا نام میں نے بی کورس رکھا ہے اور جس سے مقاصد مذکور حاصل ہوں۔ اگر بالفرض انٹرنس اور مڈل کی کلاسوں میں بھی دو کورس اے اور بی قایم ہو جاویں تو ہماری لٹریری تعلیم کو کچھ نقصان نہیں پہونچنے کا اور زمانہ بہت جلد بتا دے گا کہ ایسا کرنا محض بیسود تھا لیکن اگر انٹرنس یا مڈل کے کورس کو اس طرح پر بنایا جاوے کہ وہ ٹکنیکل تعلیم کے ابتدائی اصول پر شامل ہو تو ہمکو اس میں نہایت عذرات ہوں گے اور کچھ شبہ نہیں کہ ایسا کرنے سے انٹرنس کی ایسی لٹریری تعلیم میں جو یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس کی قابلیت پیدا کرنے کے لایق ہو شدید

نقصان پیدا ہوگا اور ہم اسی قسم کی تجویز کے مخالف ہیں اور اس اور اُس رزولیوشن سے جو پیش ہوا ہے ہمارا مقصد یہی ہے کہ انگریزی تعلیمی مدارس و اسکول کی لٹریری خواندگی میں جس کو ہم اسے کورس سے تعبیر کرتے ہیں واسطے ترقی دینے ٹکنیکل ایجوکیشن کے کوئی تبدیلی نہ ہو ٭

ہمیں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں اور ہمارے صوبہ میں بھی انگریزی سرمایہ سے نہ کہ ہندوستانی سرمایہ سے جدید کارخانے کلوں کے جاری ہوتے جاتے ہیں اور بلاشبہ اُن میں ہوشیار مزدوروں اور فورمینوں کی ضرورت ہے مگر یہ بات مشتبہ ہے کہ کس قدر کی ضرورت ہے آیا جواب مہیا ہوسکتے ہیں اس سے زیادہ کی اور آیا اُن میں ہندوستانیوں کو بطور فورمین مقرر کرنے کی خواہش یا ضرورت ہے اگر ہو تو بغیر اس کے کہ موجودہ تعلیم یونیورسٹی میں یعنی اسے کورس میں خواہ وہ بی اے کلاس میں قایم ہو یا انٹرمیڈیٹ میں یا انٹرنس میں یا مڈل میں کسی قسم کی تبدیلی ٹکنیکل ایجوکیشن کے لحاظ سے کیجاوے کوئی ایسی تدبیر کرنی مناسب ہوگی جس سے وہ ضرورت اگر ہے رفع ہو۔ بی کورس کی وہ کسی کلاس میں ہو ہم اس لیئے کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ ہماری رائے میں اُس سے ملک کو کچھ فایدہ نہیں پہونچا ہے اور نہ فایدہ پہونچنے کی توقع ہے ٭

ہمارے صوبہ کے ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے ایک رزولیوشن مشتہر کیا ہے جس میں نہایت عمدہ اور مفید تجویز اس امر کی نسبت مندرج ہے۔ اُس رزولیوشن کی چند دفعات جن میں وہ تجویز مندرج ہے اجلاس کے سامنے پڑھتا ہوں ٭

وہ فرماتے ہیں کہ اگر فرض کیا جاوے کہ اس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے تو ان امور کا فیصلہ کرنا پڑے گا ٭

(۱) یہ کہ تعلیم کس قسم کی ہونی چاہیئے ؟

(۲) یہ کہ اُس کے حاصل کرنے کے لیئے سب سے زیادہ تدبیر کون سی ہے ؟

(۳) یہ کہ کن مخرجوں سے ضروری فنڈ حاصل ہوسکتا ہے ؟

امر اوّل کی نسبت جس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ٹکنیکل انجینیرنگ کے زیادہ تر آدمیوں کے درجوں کے ایک عمدہ اصولی اور علمی واقفیت کے حاصل کرنے کے واسطے جیسیکہ ایک فورمین کاریگر کے لیئے ضروری ہوتی ہے اور خاصکر و خانی انجن اور ریلوے کے کارخانوں اور لوہے کے کارخانے کے کام اور نیز سوت کاتنے کے قاعدوں کے سیکھنے کے لیئے جن کا عمل اُن کارخانوں میں کیا جاتا ہے جو اُن اضلاع میں جاری کیئے گئے ہیں سہولتوں کا مہیا کرنا ہے یہ وہ شاخیں کارخانوں کی ہیں جو بمبئی میں دیسی محنت کے واسطے بطور میدان کے تسلیم کیگئی ہیں اور اگرچہ وہ یہاں کسی قدر کمی کے ساتھ موجود ہیں لیکن ان اضلاع میں اُن کی نسبت بالفعل

تعلیم کے خاص ذریعے بلاشبہ موجود نہیں ہیں ۔

دوسرے امر کی نسبت رورٹکی میں ایک گورنمنٹ انجینیرنگ کالج اور گورنمنٹ ورکشاپ موجود ہے اور غالب ہے کہ یہاں بہ پابندی اس قسم کی زاید ترقی کی جو ضروری معلوم ہو ضروری تعلیم کا مصالحہ موجود ہے کالج کا اسٹاف جیسا کہ بالفعل ہے غالباً اسکو وسعت دینی پڑیگی اور ایک خاص کلاس اُن طالب علموں کے واسطے قایم کرنا پڑے گا جو اُس قسم کی خاص ٹکنیکل تعلیم کے خواستگار ہوں ۔ جیسیکہ ہم دینا چاہتے ہوں لیکن ہر قسم کے طالب علموں کو بیشتر کالج کے مروجہ کورس کی پابندی کرنی پڑے گی اور نیز غالباً اس کارخانہ میں عملی تعلیم کے اُن مقاصد کیواسطے جو اصولی تعلیم کے ساتھ شامل ہوں سامان کے زیادہ کرنے کی ضرورت پڑے گی ۔ رورٹکی کے کارخانے میں اب بھی ہر سال چند اُمیدواروں کو تعلیم دیجاتی ہے لیکن یہ اُمیدوار دستکاروں یا سادہ کاریگروں کے فرقہ میں سے ہیں نکہ فورمین کاریگر کے فرقہ میں سے جن کے واسطے ان اضلاع میں تعلیم کی ضرورت ہوگی بشرطیکہ یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اس قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے ۔ ریلوے کے کارخانوں میں اسیطرح بہت سے زیادہ تر ادنےٰ درجہ کے کاریگروں کو جن کو علے العموم پہلے سے کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں ہوتی ہے تعلیم دیجاتی ہے ۔

اُن جماعتوں میں داخل ہونے سے پہلے جیسے کہ ہم تجویز کرتے ہیں کسی قسم کے ایسے امتحان کا قرار دینا ضروری ہوگا جیسا کہ اینگلو ورنیکولر مڈل کلاس ہے تاکہ انگریزی کا کسیقدر عمدہ علم ہو جاوے اور اُن شخصوں کی سچی نیت کی کفالت ہو جاوے جو تعلیم کے خواہاں ہوں تین یا چار برس تک اصولی اور عملی تعلیم کے ایک کورس کی ضرورت ہوگی جس میں غالباً ریلوے کے کارخانوں اور کپڑے کے کارخانوں میں عملی تعلیم کا ایک ٹرم داخل ہوگا جو تجویز ہمکو بالفعل سب سے زیادہ عملدرآمد کے لایق معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ چند اسکالرشپیں اس قسم کی دیجاویں جن کے حصول کے واسطے وہ طالب علم کوشش کریں جو کالج میں داخل ہونا چاہتے ہوں اور وظیفہ پانے والے اُن کے ذریعہ سے خواہ تو رورٹکی میں اور یا (بطور جزو اپنی کورس کے) کارخانوں میں کام سیکھکر اپنی تعلیم و تربیت پوری کرسکیں ۔

لیکن دو امر قابل غور معلوم ہوتے ہیں جن کی نسبت قبل اس سے کہ تجویز مذکور الصدر کی بابت کوئی فیصلہ قرار دیا جاسکے زاید اطلاع کی ضرورت ہے یعنی اول تو ہم حکام ریلوے اور اُن جنٹلمینوں کی بابت ... جو کارخانوں کے مالک یا ڈائرکٹر ہیں اُس امر کی نسبت دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا اُن ہندوستانیوں کے ... روزگار کے واسطے گنجایش ہے یا نہیں جنھوں نے اُس قسم کی اصولی اور عملی تعلیم پائی ہو جو ہم اُن کو دینا چاہتے ہیں یعنی بطور فورمین کاریگروں کے اور نہ صرف بطور

دستکاروں کے۔ اور آیا بالفعل معمولی دستکار کیواسطے تعلیم و تربیت کے ذریعے کافی ہیں یا نہیں اور اگر کافی نہیں ہیں تو اُن وسیلوں کے لحاظ سے جو گورنمنٹ کے اختیار میں ہیں اُس تعلیم کو ترقی دینے کے واسطے کون سی تدابیر ممکن ہیں اس امر کی نسبت مسٹر وکس اور مسٹر ہولڈرنس نے ریلوے اور کارخانوں کے مالکوں اور ڈائریکٹروں کے ساتھ مشورہ کیا ہے لیکن جو اطلاع اُنہوں نے حاصل کی ہے وہ ہنوز غیر مکمل ہے۔ مثلاً جو شخص رائے دینے کی قابلیت رکھتے ہیں اُنہوں نے ہمکو یہ یقین دلایا ہے کہ جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جو کاریگر بالفعل ریلوے کے کارخانوں اور دوسرے کارخانوں میں نوکر ہیں اُن کی ابتدائی تعلیم کے واسطے نایٹ اسکول قایم کیئے جاویں اور ہندوستانی فورمین کاریگروں کی ان اضلاع میں کچھ ضرورت نہیں ہے ٭

اگر فرض کیا جاوے کہ جس قسم کی تعلیم ہم تجویز کرتے ہیں وہ وُہی ہے جو کہ نہایت پسندیدہ ہے تو اس بات کا معلوم کرنا ضروری ہوگا کہ آیا ریلوے اور کارخانوں کے مالک اُن طالب علموں کو جو اُس کورس کی تحصیل کر رہے ہیں جو اس عل تحریری میں ظاہر کیا گیا ہے اس بات کی اجازت دینے پر آمادہ ہیں کہ وہ اُن کے متعدد کارخانوں میں عملی تعلیم و تربیت حاصل کریں بشرطیکہ وہ ضروری خیال کیجاوے اور اگر وہ آمادہ ہیں تو کن شرائط پر ٭

روپیہ کا معاملہ اس قسم کا ہے کہ اُس کی نسبت اس وقت پر اور اُس وقت تک جب تک کہ اس تجویز کی وسعت قرار نہ پاجاوے گفتگو کرنا بے موقع ہے۔ غالب ہے کہ رُوڑکی کے کارخانہ کی کلوں میں اور رُوڑکی میں طالب علموں کی سکونت کے مکانات میں ضروری اضافہ کرنے میں کسیقدر ابتدائی خرچ ہوگا جو کچھ کم نہوگا اور نیز مدرسوں کے اسٹاف اور اسکالرشپوں کی بابت بعض مستقل اخراجات اُٹھانے پڑینگے۔ مگر جس وقت تک کہ ہم اپنا اطمینان نسبت اس امر کے نہ کرلیں کہ جن اصولوں پر ہم کارروائی کرنا چاہتے ہیں وہ قابل عملدرآمد ہیں اُس وقت تک معاملہ کے اس حصہ کی نسبت زیادہ تر گفتگو کرنا بے موقع ہے ٭

پہلا امر جو درحقیقت حل طلب ہے یہ ہے کہ اس قسم کی تعلیم کے واسطے جس کے ذریعہ سے لایق آدمی فورمین کاریگروں کی قسم کے پیدا ہوجاویں درحقیقت سہولتیں وُہی ہیں جو خاص کران اضلاع میں ضرورت کے پورا کرنے اور اُسی کے ساتھ اُن ہندوستانیوں کے واسطے جو معاش کے اس قسم کے ذریعوں کے خواستگار ہوں روزگار مہیا کرنے کے لیئے درکار ہیں۔ دویم یہ کہ اگر ایسا ہی ہے تو کیا ہم اس بات پر یقین کرنے کی وجہ رکھتے ہیں کہ جو شخص رائے دینے کی بخوبی قابلیت رکھتے ہیں (مثلاً ریلوے اور کارخانوں کے مالک) وہ اس طریقۂ تعلیم کو پسند کرتے ہیں جس کا خاکہ اس عل تحریری میں ظاہر کیا گیا ہے۔ سویم یہ کہ سررشتہ تعلیم اور رُوڑکی کے کارخانہ کے حکام اُن تجاویز پر

جو ہمنے پیش کی ہیں کیا روشنی ڈال سکتے ہیں مینی یہ کہ جو خاص معاملہ اُس قسم کی تعلیم سے متعلق ہے جس کا دینا تجویز کیا گیا ہے اُس کے فیصلے کے واسطے وہ کس قسم کی سامانی مدد دے سکتے ہیں ◆

جو اطلاع ہمکو امور مذکورہ بالا کی نسبت بہم پہنچ سکتی ہے اُس کے حاصل کرنے کی غرض سے میں نے ایک کمیٹی کے قایم کرنے کی تجویز کی ہے جس میں مسٹر وکس جینٹ سکرٹری گورنمنٹ ہذا سررشتۂ تعمیرات سرکاری مسٹر وایٹ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم۔ مسٹر ہولڈرنس ڈائرکٹر کارخانہ اراضی وزراعت اور مسٹر رابرٹ مینجر بنگال و نارتھ ویسٹرن ریلوے شامل ہونگے جنھوں نے نہایت مہربانی سے کمیٹی کو مدد دینا اور جب کبھی اُن کو اپنے خاص کاموں سے فرصت ہو مجوزہ تحقیقات میں میری اعانت کرنا منظور کر لیا ہے ایک ہندوستانی جنٹلمین کمیٹی میں اور اضافہ کیا جاوے گا۔ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ کمیٹی تمام ممکن الحصول ذریعوں میں سے مذکورہ بالا امور میں سے ہر ایک امر کی نسبت مفصل اطلاع حاصل کرے اور اگر وہ ضروری تصور کرے تو اپنا ایک یا دو ممبر کلکتہ۔ بمبئی یا مدراس کو اس بات کے دیکھنے کے لیئے روانہ کرے کہ جو تجربہ مقامات مذکور کے ٹکنیکل مدرسوں کی کارروائی سے حاصل ہوا ہے اس سے ہم کیا فایدہ اُٹھا سکتے ہیں اور جس وقت تحقیقات پُوری ہو جاوے تو فوراً اُس کا نتیجہ معہ اپنی خاص سفارشوں کے اور جس تجویز کا وہ عملدرآمد چاہتی ہو اُس کی ایک مفصل کیفیت میرے پاس ارسال کرے ◆

میں خوش ہوں گا اگر کمیٹی کا ایک یا زیادہ ممبر خاصکر جبکہ وہ مدراس میں ہوں جہاں کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اِس معاملہ پر خصوصیت کے ساتھ غور کیا گیا ہے اپنے تئیں اُن تدابیر سے جو وہاں عمل میں لائی گئی ہیں اور اُن کارروائی سے مطلع کریں جو خواہ تو بذریعہ خوشخطی کے اور یا زیادہ تر عمدہ آلات کے استعمال سے اور یا اور کسی طریقوں سے جن کو وہ وہاں مروّج دیکھیں دستکاریوں کو ترقی دینے کے باب میں کی گئی ہو۔ مسٹر ہولڈرنس اور مسٹر وایٹ اور کمیٹی کے ہندوستانی ممبر کو جُداگانہ معاملہ کے اُس حصہ پر خاصکر لکھنؤ کی تجویز کے لحاظ سے جس کا ذکر اس عمل تحریری میں ہے غور کرنا اور ایک علیحدہ رپورٹ ارسال کرنا چاہیئے۔ اس قسم کی تجویز کی عمدگی جہاں تک کہ وہ مدراس یا بمبئی سے متعلق ہے اور اُس کا کارآمد ہونا اور اُس کا خرچ اور جو فنون اور دستکاریاں بالفعل اودھ اور شمال و مغرب میں جاری ہیں اُن کی نسبت اُس کا عملدرآمد ہونا یہ وہ امور ہیں جن کی جانب خاصکر توجہ کرنی چاہیئے ◆

یہ تجویز ایسی عمدہ ہے کہ کوئی شخص اُس کے عمدہ اور پسندیدہ ہونے سے انکار نہیں کر سکتا ہم نہایت خوش ہیں کہ ملک میں ٹکنیکل ایجوکیشن کی ترقی کے لیئے جو مناسب تجویزیں ہوں اُن کو

عمل میں لایا جاوے۔ بشرطیکہ ہماری لٹریری تعلیم میں کچھ خلل واقع نہ ہو اور ایسی کوئی تدبیر یا تبدیلی تعلیم میں نہ اختیار کیجاوے جو ہمکو برخلاف ہماری خواہشوں کے اور ہمکو مجبور کرکے اعلےٰ درجہ کی لٹریری تعلیم کی ترقی سے محروم کیا جاوے ۔

ہماری یونی ورسٹی میں بغرض ترقی ٹکنیکل ایجوکیشن کے یا بخیال تکمیل تجاویز گورنمنٹ کے (جس کی نسبت میں یقین کرتا ہوں کہ کسی قسم کی تعلیم کو نقصان پہونچا کر ٹکنیکل ایجوکیشن کو ترقی دینا ہرگز گورنمنٹ کا مقصود نہ تھا) متعدد دفعہ ایسے امور پیش ہوئے جو علانیہ لٹریری تعلیم کی ترقی روکنے والے تھے ۔ خوش قسمتی سے وہ کامیاب نہیں ہوئے ۔ مگر ہمکو علانیہ یہ بات ظاہر کردینی چاہیئے کہ ہم ٹکنیکل تعلیم کی ترقی سے جو کسی مناسب ذریعہ سے ہوسکے اور جس حد تک ہوسکے نہایت خوش ہیں مگر کسی ایسے طریقہ کے اختیار کرنے سے جس سے ہماری لٹریری تعلیم کو اعلےٰ درجہ کی ترقی تک پہونچنے کی ہرج ہو بلاشبہ ناراض اور شدید ناراض ہیں ۔ پس اس امر کو عام رائے سے تقویت دینے کے لیئے یہ رزولیوشن پیش ہوا ہے ۔ اور مجھہ کو اُمید ہے کہ سب لوگ اُس سے متفق ہونگے ۔

۶۳

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ اگر یہ رزولیوشن جس کی تحریک میرے دوست سید اکبر حسن نے کی ہے پاس ہوجاوے تو محمدن ایجوکیشنل کانفرنس میں ایک بہت عمدہ اضافہ ہوجاوے گا۔ ہندوستان میں بہت کم کتب خانے باضابطہ مرتب ہیں میں سمجھتا ہوں کہ خان بہادر مولوی خدا بخش صاحب کے کتب خانہ کے سوا جنہوں نے حال میں پٹنہ میں کتب خانہ قایم کیا کوئی اور ایسا مرتب کتب خانہ عربی و فارسی کتابوں کا نہیں ہے۔ متفرق عمدہ اور نایاب کتابیں البتہ متفرق طور پر لوگوں کے پاس ہیں جن کا حال لوگوں کو بہت ہی کم معلوم ہے۔ عمدہ و نایاب کتابوں سے میری مراد مطلا و مذہب عمدہ طلائی کام کی کتابوں سے نہیں ہے بلکہ اُن علمی اور تاریخانہ کتابوں سے ہے جو بہت کمیاب ہیں اور جن کے میسر آنے سے تاریخ میں یا علم کی شاخوں میں یا علمار قدیم کے خیالات معلوم ہونے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔

ہندوستان میں جہاں کتابیں ہیں اُن کی کوئی فہرست چھپ کر شایع نہیں ہوتی اور کوئی ذریعہ اسباب کے معلوم ہونے کا نہیں ہے کہ وہ مفید اور کارآمد کتابیں کسی جگہ ہندوستان میں ہیں پائی بھی جاتی ہیں یا نہیں۔ پس اگر ایسی کتابوں کے حالات بذریعہ ایک مختصر رپورٹ کے ہمارے کانفرنس کے رسالہ میں شایع ہوں گے تو ملک کو نہایت فایدہ پہونچے گا۔

فرامین کے مواہیر اور طغرا کا اگر فوٹوگراف حاصل ہو اور فوٹوٹیپ میں یا فوٹو لیتھوگراف میں چھاپا جاوے تو نہایت عمدہ چیز قایم رہے گی۔ قدیم حالات کے دریافت کے شایقین نے سکون کے جمع کرنے اور اُن کے نقش چھاپنے میں بہت کچھ کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ فن تاریخ کو بہت کچھ فایدہ پہونچایا ہے۔ مگر ان فرامین کہ نقوش طغرا و مواہیر کے جو اُسپر ثبت ہوتی ہیں حاصل کرنے میں بالکل غفلت کی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سکہ جات تاریخ کے فن کو مفید ہیں اسیطرح وہ مُہریں بھی نہایت کارآمد ہیں اُن سے تاریخ کے بہت سے واقعات کی صحت ممکن ہے اور بہت سے تاریخی واقعات معلوم ہونے کی بنیاد صحیح قرار پا سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ کام بہت بڑا ہے اور اس کے انجام دینے میں صرف بھی زیادہ ہوگا مگر جہاں تک ممکن ہو اُسپر کوشش کیجاوے۔

اس وقت ہندوستان اور یورپ کی سوسائٹیوں نے جیسے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال یا رایل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ہے اُس نے بہت کچھ پرانے سکہ جات اور کتبے بہم پہونچائے ہیں اور اُن کے حالات کتابوں میں چھاپ کر مشتہر کیے ہیں لیکن جن کو تاریخ کے فن سے شوق ہے وہ

جانتے ہیں کہ ہماری ایشیائی تاریخوں میں خواہ وہ عربی کی ہوں یا فارسی کی بہت سے حالات اور واقعات صحت طلب میں خصوصاً ایسے واقعات کا جن کا زمانۂ وقوع تاریخ میں مختلف بیان ہوا ہے یہ کتبے اور سکہ جات اُن مختلف واقعات اور حالات کو صحیح طور پر تحقیق کرنے کے لیئے نہایت عمدہ شہادت ہیں پس اگر کوئی صاحب اُن مشتبہ یا مختلف واقعات اور حالات کو صحیح طور پر تحقیق کرنے کے لیئے نہایت عمدہ شہادت ہیں پس اگر کوئی صاحب اُن مشتبہ یا مختلف واقعات کو کتبوں اور سکوں کے استدلال سے صحیح طور پر بیان کرے تو ایک بے بہا امداد فن تاریخ کو پہونچتی ہے۔ علے الخصوص سکوں کے حالات تاریخوں سے مقابلہ کر کے بیان کرنے میں بہت کچھ غلط فہمی تاریخانہ حالات سے رفع ہو سکتی ہے۔ مثلاً ہم ہندوستان کی تاریخوں میں چند سکوں کا ذکر پڑھتے ہیں جیسے ولیوال ٹنکہ۔ دام اور اُن کے حال سے بہت کم واقفیت ہے اور اس سبب سے تاریخ کے ایک امر عظیم سے جہالت رہتی ہے۔ اگر اس قسم کی تاریخانہ تحقیقات بھی جس قدر کہ ہو سکے ہماری کانفرنس کے رسالہ کے ساتھ شایع ہو تو بہت بڑا فایدہ علم تاریخ کو حاصل ہوگا۔ انہی وجوہات سے میں اس رزولیوشن کی تائید کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ یہ مفید رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوگا۔ تمام ممبروں نے اس رزولیوشن سے اتفاق کیا اور یہ رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔

۶۴

علیگڈھ کا اجلاس کانگریس

۲۷۔ دسمبر ۱۸۹۱ء

پہلا رزولیوشن

سید میر ظہور حسین اور خان بہادر قاضی سید رضا حسین کے انتقال پر جو نہایت گرم ممبر اور بہت بڑے عالی کانفرنس کے ممبر تھے۔ ووٹ ماتم پاس کیا جاوے۔ پاس ہونے کی تحریک کرتے وقت حسب مندرجہ سپیچ دی +

جناب پریسیڈنٹ صاحب۔

آپ کو اور بہت سے دوستوں کو جو اس مجمع میں موجود ہیں۔ میر ظہور حسین اور قاضی سید رضا حسین سے بخوبی واقفیت ہے۔ میر ظہور حسین اسی مُلک کے رہنے والے تھے۔ اور ہزاروں آدمی سے نہایت نیکی اور محبت اور دوستی اور اخلاق سے ملتے تھے۔ کوئی شخص جو اُن سے واقفیت رکھتا تھا ایسا نہو گا جو اُن کے اخلاق اور فیاضی اور نیک دلی سے واقف نہو۔ ابتدا سے جب سے اُنہوں نے وکالت شروع کی اور ہائی کورٹ کی وکالت کا کام کیا تمام لوگ جانتے ہیں کہ کس اعلےٰ درجہ تک وہ پہونچے۔ لاکھوں ہزاروں روپیہ کس فیاضی سے دوستوں کے ساتھ مراعات کرنے میں محبت کرنے میں صرف کیا۔ علاوہ اس کے کانفرنس کے کس قدر عالی ممبر تھے۔ آپ نے نمونہ اُن کی محبت اور فیاضی کا الہ آباد میں دیکھا ہو گا۔ ایک ایسے دوست کا جو سب کا دلی دوست تھا۔ ایسے دوست کا جو اپنی قوم کی بھلائی میں نہایت سرگرم تھا۔ ایسے دوست کا جو اپنی قوم کے لیئے روپیہ صرف کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتا تھا اُس کے انتقال سے کیا کچھ صدمہ ہماری کانفرنس کو پہونچا ہے۔ مَیں نے کانفرنس کا نام غلطی سے لیا۔ کس قدر صدمہ کل قوم کو پہونچا ہے۔ ایسے شخص کے لیئے جو کچھ ہماری کانفرنس اور قوم غم اور ماتم کرے۔ بجا ہے +

قاضی سید رضا حسین صاحب اگرچہ بہار کے رہنے والے تھے۔ مگر اُنہوں نے بقدر محبت اور دوستی اس مُلک کے رہنے والوں سے کی کہ ہر شخص اُن کا ثنا خوان ہے۔ علاوہ اس کے ایک بڑی خوبی علاوہ نیکی اور اخلاق کے یہ تھی کہ جس سے بڑا صدمہ قوم کو پہونچا وہ

اُن کی ہمدردی تھی - اور نہ صرف نری ہمدردی تھی بلکہ فیاضی بھی اُن کے ساتھ تھی - پٹنہ کالج اِسوقت تمام بنگالہ کالجوں سے بلحاظ مسلمانوں کی تعلیم کے سربرآوردہ ہے - اس وقت بنگال کے کسی حصہ میں مسلمان تعلیم نہیں پاتے - جتنے پٹنہ کالج میں پڑھ رہے ہیں - جب دریافت کیجئے کہ کس کی فیاضی اور دریا دلی سے وہ لوگ پڑھتے ہیں تو یہی جواب ملیگا کہ صرف قاضی رضا حسین کی - متعدد مسلمان طالب علموں کو وہ سکالرشپ دیتے تھے اور ایم اے اور بی اے ہونے کے لیئے مدد فرماتے تھے - میں بہت سے ایسے طالب علموں کو جانتا ہوں جنہوں نے ابتداً سے اِنہیں کی مدد سے ایم اے تک کا امتحان پاس کیا ہے - اُنہوں نے اسی بات پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے دیہات جو دوامی بندوبست کے تھے اور جن کی بہت بڑی مالیت تھی - مُسلمانوں پر وقف کر دیئے - اور یہ شرط کر دی کہ کُل آمدنی مُسلمان طالب علموں کے اسکالرشپ میں دیجاوے - ایسے فیاض شخص کا ہماری قوم میں سے جس کو نہایت ضرورت ہے کہ ایسے لوگ موجود ہوں - علی الخصوص تعلیم میں ایسے شخص کا دفعتاً انتقال کر جانا کس قدر غم و رنج و صدمہ کی بات ہے - ابھی چند روز نہیں گذرے تھے کہ وہ صرف قوم کی بھلائی کے لیئے ڈپوٹیشن کے ساتھ حیدرآباد گئے - وہاں سے واپس آئے - افسوس راستہ میں بیمار ہوئے اور آخر کو نتیجہ یہ ہوا جس کا ہم سب کو ماتم اور غم ہے - وہ ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے اس بات کی خواہش کی تھی اور انتظام کیا تھا کہ اس سال کانفرنس پٹنہ میں ہو - تمام انتظام کر چکے تھے - اسی اثنا میں علیل ہوئے اور اسی وجہ سے تمام انتظام پورا نہو سکتا تھا - بغیر اُس شخص کی ذات کے جو رئیسوں میں یکتا تھا - ایسے رئیسوں کے انتقال کا رنج نہ صرف رشتہ دار اور دوستوں کو ہوسکتا ہے بلکہ کُل قوم کو - اُن کا مرجانا ہماری قوم کی بداقبالی ہے - میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اُن کو جنت میں جگہ

۶۵

اجلاس محمڈن کانفرنس

۲۹ - دسمبر ۱۸۹۱ء

مولانا مولوی الطاف حسین صاحب حالی کی نظم ختم ہونے پر

اے دوستو! آج یہ نظم جو مولانا حالی نے پڑھی ایک عجیب نظم ہے۔ کہ شاید ایسی نظم فارسی اُردو اور عربی میں بھی کسی شاعر نے نہیں لکھی۔ یہ نظم نصیحت دیتی ہے اُن لوگوں کو جن کے دل اس دنیا کی دولت اور ترقی میں پھنسے رہتے ہیں۔ اور متوسط درجہ کے لوگوں کو ایک نتیجہ بتاتی ہے کہ وہ باتیں جو اُن کو نصیب ہوئیں اعلےٰ سے اعلےٰ دولتمندوں کو بھی نصیب نہیں۔ شاعری جو مدت سے ہندوستان میں جاری ہے وہ سب لوگ یقین کرینگے کہ اُن کے مضامین کے بیان کرنے سے کوئی خوشی شاید کالوں کو ہوتی ہو۔ مگر دل میں اثر کرنے والی نہیں ہوتی۔ لیکن جو طریقہ ہمارے مخدوم نے اختیار کیا ہے وہ ایسا مشکل ہے کہ اُس کا اختیار کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ جذبات انسانی کو سہل لفاظ میں بیان کرنا اس طرح کہ لوگوں کے کان میں پڑتے ہی دل میں کام کر جائے مولانا حالی ہی کا کام ہے۔ ہمکو خدا کا شکر کرنا چاہیئے اور فخر کرنا چاہیئے کہ ہماری قوم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ آیندہ زمانہ میں جو کہا جاوے گا کہ فخر قوم۔ فخر شعراو فخر علماو۔ اور زندہ کرنے والا اور راہ بتانے والا اندرونی جذبات کا۔ اور اُن سے نجات دینے والا قوم کا کون ہے تو کہا جاوے گا۔ **حالی**

اُمید ہے کہ مولانا حالی کی بہت بڑی عُمر ہوگی۔ اور وہ لوگوں کو فایدہ پہونچاوینگے۔ اَب مَیں اُن کے لیئے تین چیئرز کی درخاست کرتا ہوں

تقریر جو اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دسمبر ۱۸۹۱ء بمقام علیگڈھ نسبت تعلیم نسواں کی

جناب صدر انجمن صاحب۔

میرا ارادہ اس مضمون کی بحث میں آنے کا نہ تھا کیونکہ میری جو کچھ رائے تھی میں ایک مرتبہ مشرح بیان کر چکا ہوں لاہور کی کانفرنس میں۔ لیکن چونکہ میرے دوست منشی سراج الدین صاحب نے کئی مرتبہ میرا نام لیا اور یہ بھی بیان کیا کہ میں تعلیم نسوان کا مخالف ہوں اس لیئے میں اُٹھا ہوں کہ یہ بیان کردوں کہ جن کے خیال میں یہ بات ہے کہ میں تعلیم نسوان کا مخالف ہوں اُن سب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ بات غلط ہے۔ مجھ کو جہاں تک کلام ہے صرف تین امر میں۔ اوّل جو سب سے زیادہ بحث طلب ہے وہ یہ ہے کہ کیا طریقہ اختیار کیا جاوے۔ افسوس ہے کہ ایسا طریقہ جس پر سب کو طمانیت ہو کسی نے بیان نہیں کیا۔ دوسرا امر ضروری جو میری رائے میں ہے یہ ہے کہ کیا علوم تعلیم کیئے جاویں۔ اس وقت جو کچھ ہم تجویز کرتے ہیں وُہی ہوں گے جو اس زمانہ کے مناسب ہوں اور یہ خیال کرنا کہ آیندہ زمانہ میں فلاں فلاں علوم مفید ہونگے خیالی باتیں ہیں کوئی فیصلہ کے طور پر رائے نہیں دے سکتا۔ اِس وقت ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ کیا ضرورتیں ہمکو لڑکیوں کی تعلیم کی ہیں اور اِس وقت اسی پر محدود رہنا چاہیئے اور پھر جب ضرورت ہوگی جو لوگ اُس وقت ہوں گے اُس کو پورا کردینگے۔ تیسرا امر جس کا میں بیان کرنا چاہتا ہوں اُسکا جواب دینگے ہمارے نہایت عزیز دوست غلام الثقلین جنہوں نے نہایت لیاقت نہایت خوبی سے اپنے پرپوزل کو پیش کیا ہے اور میں سچے دل سے شاباشی دونگا کہ صد آفرین ہے تمپر کہ جس عمدگی اور خوبی سے تمنے اپنی اسپیچ بیان کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا طریقہ لڑکیوں کی تعلیم کا نفس الامر میں سب سے زیادہ آسان اور ممکن الوقوع ہے۔ کوئی دنیا کی تاریخ اسوقت تک نہیں ملسکتی کہ جن خاندان کے مردوں نے تعلیم پائی ہو مردوں کے اخلاق درست ہو گئے ہوں مردوں نے علم و فضل حاصل کر لیئے ہوں اور عورتیں تعلیم سے محروم رہی ہوں ہمارا منشا یہی ہے کہ یہ تعلیم جو ہم دلا رہے ہیں لڑکوں کی نہیں ہے بلکہ لڑکیوں کی ہے جن کے وہ باپ ہونگے۔ ہمکو ولی ہونے کا دعوٰی نہیں ہے پیشین گوئی نہیں کر سکتے بلکہ ہمکو پچھلے واقعات دیکھکر نصیحت پکڑنی چاہیئے۔ اس وقت ہم تمام یورپ کی اور تعلیمیافتہ ملک کی ہسٹری دیکھتے ہیں اور پاتے ہیں کہ جب مرد لایق ہو جاتے ہیں عورتیں بھی لایق ہو جاتی ہیں۔ جب تک مرد لایق نہ ہوں عورتیں بھی لایق نہیں ہو سکتیں۔ یہی سبب ہے کہ

ہم کچھ عورتوں کی تعلیم کا خیال نہیں کرتے ہیں اُسی کوشش کو لڑکیوں کی تعلیم کا بھی ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یورپ
کی تاریخ جانتے دو اسوقت یورپ میں چلو میں دکھادوں گا کہ جہاں مردوں کی تعلیم اچھی نہیں وہاں
عورتیں جاہل اور اوہام میں مبتلا ہیں کہ وبا کے دور کرنے کو گھوڑے کے نعل دروازوں پر لگاتے
ہیں لیکن جہاں کے مرد تعلیم یافتہ ہوگئے ہیں وہاں کی عورتیں بھی تعلیم یافتہ ہوگئی ہیں خود ہندوستان کا
حال دیکھو کہ کتنے خاندان جو ذی علم تھے اُن خاندانوں کی عورتیں کیسی تعلیم یافتہ تھیں۔ اگر تمکو ہندوستان
کا حال معلوم ہے تو بتلاؤ کہ اُن خاندانوں کی عورتیں کیوں پڑھی اور لکھی ہوئی تھیں۔ ایک نہایت اچھی
مثل ہے کہ خدا کی برکت زمین سے نہیں آتی بلکہ آسمان پر سے اُترتی ہے۔ سورج کی روشنی بھی
نیچے سے نہیں آتی بلکہ اوپر سے آتی ہے۔ اسی طرح مردوں کی تعلیم سے عورتوں کی تعلیم ہوتی ہے
یہ الزام کہ میں عورتوں کی تعلیم سے کنارہ کش ہوں محض غلط ہے وہ نہیں سمجھتے کہ میری رائے میں
عورتوں کی تعلیم کا ذریعہ مرد ہی ہوں گے۔ اگر مردوں کو تعلیم نہ ہو تو نہ اُستانیاں ہونگی نہ کوئی سامان
عورتوں کی تعلیم کا ہوگا جب مرد لایق ہوجاویں گے سب ذریعے پیدا کر لینگے۔ گھر کی عورتیں بھی
لایق ہوجاوینگی اور اُستانیاں بھی پیدا ہوجاویں گی۔ میرے صرف دو مطلب ہیں جن کو میں پھر
بیان کرتا ہوں۔ اوّل یہ خیال کہ میں مخالف عورتوں کی تعلیم کا ہوں غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ
ذریعہ عورتوں کی تعلیم کا سوائے اِسکے اَور کوئی نہیں ہے کہ مردوں کی تعلیم ہو اور اس لیئے اسی میں
میں کوشش کرتا ہوں کہ بچّوں کی تعلیم ہو۔ جب وہ تعلیم یافتہ ہوجاوینگے اپنی بی بیوں اور بچّوں اور
عورتوں کو تعلیم سے آراستہ کرینگے۔ تم ایسے ذریعے عورتوں کی تعلیم کے ڈھونڈھتے ہو جس کی نظیر
دنیا میں نہیں پائی جاتی میں ایسے ذریعوں کی پیروی کرتا ہوں جو قانون قدرت کے موافق ہیں ؏

۶۷

تقریر جو اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۹-دسمبر ۱۸۹۱ء میں بمقام علی گڈھ نسبت اس رزولیوشن کے کہ مسلمان طالب علم انگلینڈ کو تعلیم کے واسطے بیس برس کی عمر سے پہلے اور بغیر امتحان انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے یا بغیر انتظام خاص نگرانی کے نہ بھیجے جاویں۔کی ٭

جناب صدر انجمن صاحب۔

اس وقت مسلمان طالب علموں کے ولایت جانے پر نہایت عمدہ گفتگو ہوئی مجھ کو نہایت خوشی ظاہر کرنا چاہیئے کہ اس سبجکٹ پر سب نے توجہ کی اور سب نے نہایت خوبی سے بیان کیا لیکن چونکہ شاید اس امر کا گناہ یا ثواب میرے سر پر ہے کہ میں اُس کا بانی ہوا ہوں اور مسلمانوں کو انگلینڈ جا کر تعلیم پانے کی رغبت دلائی ہے مجھے کچھ کہنا ضروری ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ جو ترمیم ہمارے دوست مولوی کرامت حسین نے پیش کی ہے اور جو ترمیم ہمارے دوست خواجہ یوسف شاہ نے پیش کی اور شاید مسٹر بیک اس کے تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں وہ تمام باتیں بیک صاحب اپنی گفتگو میں کہہ چکے ہیں در اصل اُور کوئی شئے اُس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔مسٹر بیک اُن لوگوں کے جو اس لایق ہیں جن کا بیان میرے دوست کرامت حسین نے کیا ہے ان کے روکنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے۔جس وقت ہم ایک قاعدہ بنانا چاہتے ہیں اُس وقت عام حالات پر نظر کر کے قاعدہ بناتے ہیں۔اور کوئی شخص دنیا میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی اُس سے مستثنیٰ نہیں۔اس واسطے جہاں تک میں سمجھتا ہوں مسٹر بیک کی تقریر میں استثناء کا لفظ ضرور ہے۔اگر ہم ایسا رول بناویں جیسا مولوی کرامت حسین نے بیان کیا تو کوئی رول نہیں بن سکتا بلکہ اسپیشل حالت میں رہ سکتا ہے نہ کہ قاعدہ عام میں۔قاعدہ عام ایسا بننا چاہیئے جو اکثر لوگوں پر حاوی رہے اور مستثنیات اُس سے علٰحدہ ہوں ٭

میرے نزدیک جو میرے دوست مسٹر بیک نے بیان کیا ہے کہ علاوہ اسکے

نہایت ضروری بات یہ ہے کہ جب تک وہ نگرانی میں نہ رکھے جاویں مثل والدین کی نگرانی کے
یہ تمام جملے ایسے وسیع ہیں کہ جو لوگ مثل والدین کے نگرانی کرا سکتے ہیں اُن کے لیئے اپنے
لڑکوں کو انگلینڈ بھیجنے کی جس عمر میں چاہیں آزادی ہے۔ کون شخص اس بات سے انکار
کرے گا کہ اُس کے لڑکے ضرور ایسی حالت میں ولایت جائیں کہ اُن کی نگرانی ایک ایسے
دوست کی ہو سکے مگر کون لوگ ہیں جو ولایت میں ایسا دوست تجویز کر سکیں۔ یہ ایک بات
مسلّم ہے خواہ اُس کو تجویز کرو یا نہ کرو۔ لیکن بڑے بڑے لایق آدمیوں نے تسلیم کیا ہے کہ
جن لوگوں نے ولایت جاکر تعلیم پائی ہے اُنہوں نے ایسی لیاقت حاصل نہیں کی جیسی کہ
وہاں کی تعلیم سے یورپین کو حاصل ہوتی ہے۔ مَیں تو بلحاظ ہندوستانی طالب علموں کے اُسکی
وجہ یہی قرار دیتا ہوں کہ اُن کو ولایت جانے سے پہلے ہندوستان میں اس قدر تعلیم حاصل
نہیں ہوتی کہ وہاں کی تعلیم سے پورا فائیدہ اُٹھا سکیں مگر اس کی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے
مصر میں ایک دستور تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے ہر سال تیس آدمی یورپ میں واسطے تعلیم کے
بھیجے جاتے تھے۔ زیادہ تر فرانس میں اور کچھ لندن میں۔ دو برس ہوئے کہ وہاں کے لایق
ڈایرکٹر پبلک انسٹرکشن نے جس نے فرنچ میں عمدہ تعلیم پائی ہے ایک نہایت وسیع کمیٹی جمع
کی اور سوال پیش کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے مصر کے پڑھے ہوئے طالب علم باوجودیکہ یورپ
میں جاکر تعلیم پاتے ہیں مگر یورپین طالب علموں سے مساوات نہیں کرتے۔ مصر کے طالب علم
ادنےٰ درجہ کے ہوتے ہیں حالانکہ اُنہوں نے وُہی ڈگری پائی ہے جو یورپ کے لڑکے حاصل
کرتے ہیں اسپر تجویز ہوئی کہ یورپ کے لڑکے ابتدا سے تعلیم میں چلے جاتے ہیں اور وہاں کے
عمدہ مکتبوں میں تعلیم پاتے پاتے سلسلہ وار ترقی کرتے جاتے ہیں اور ترقی کرتے کرتے کالج میں
پہونچتے ہیں۔ اُن کی لیاقت اور تیزیٔ ذہن زیادہ ہو جاتی ہے اور جو لڑکے مصر سے زیادہ عمر میں
جاتے ہیں اُن کی ابتدائی تعلیم مصر کے مکتبوں میں اچھی نہیں ہوتی اور اس لیئے وہ برابری نہیں
کر سکتے یہی تمثیل ہندوستان کی تعلیم پر صادق آتی ہے آخر کار مصر میں یہ بحث پیش ہوئی کہ آیا
لڑکوں کو چھوٹی عمر میں بھیجکر عرب کی قوم سے خارج کرنا منظور ہے اور لایق بنانا۔ یا جیسے آتے
ہیں ویسے ہی رکھنا۔ سب کو یہ خیال گذرا اور سب نے غل مچا مچا کر کہا کہ لڑکے جاہل رہیں مر جائیں
مگر ہم میں رہیں اور حد درجہ مخالفت ہوئی اُس کی رپورٹ میرے پاس موجود ہے۔ اسپر بہت
فکر ہوئی کہ کیا کیا جاوے لڑکے اپنی قوم سے جُدا کر دیئے جاویں یا جاہل رکھے جاویں آخر کو
یہ قرار پایا کہ چھوٹی عمر کے لڑکے جو لایق و ذہین ہوں منتخب ہو کر ولایت بھیجے جاویں اور
متعدد عالم شاہی خرچ سے لڑکوں کے ساتھ جایا کریں اور اُن کی قومی تعلیم اور چال چلن کے

نگراں رہیں چنانچہ عالم جو عربی اور فرنچ جانتے تھے بطور بورڈ کے مقرر ہوئے یہ قرار پایا کہ بارہ سال سے زیادہ عمر کے بچے نہ جائیں اور وہ بورڈ اُن کے ساتھ رہے۔ مجھکو یقین ہے کہ مسٹر بیک کو حال معلوم نہیں تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کس خوبی سے اُنہوں نے یہ بات پیدا کی کہ یا وہ لڑکے ایسی نگرانی میں بھیجے جاویں جو مثل ماں باپ کے ہو۔ کبھی اُنہوں نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ چھوٹے لڑکے نہ بھیجے جاویں بلکہ چاہتے ہیں کہ نگرانی میں جائیں تاکہ قوم سے خارج نہو جاویں جب اُنہوں نے عام قاعدہ بنایا ہے تو اگر کوئی مستثنے ہو تو اُن کے رزولیوشن سے خارج نہیں بلکہ عام قاعدہ جو عام فایدہ کے لیئے ہے یہ محدود کرنا چاہتے ہیں کوئی شخص اُن سے زیادہ خواہشمند نہیں کہ مسلمان جائیں اور تعلیم پائیں۔ پس اگر مسلمان بھی باہم متفق ہو کر کوئی ایسی تدبیر کریں کہ لڑکوں کی وہاں نگرانی ہو سکے تو میں کہوں گا کہ چھوٹے بچوں کو لنڈن میں تعلیم کو بھیجنا اور اسکول کی تعلیم سے تعلیم کا شروع ہونا بہتر ہے بلکہ کیا عجب ہے کہ میں اپنے دوست سید جعفر حسین سے متفق ہو جاؤں کہ پیدا ہونے سے پہلے لڑکے لنڈن میں بھیجدیئے جاویں۔ میرے دوست خواجہ یوسف شاہ نے ترمیم پیش کی افسوس ہے کہ مسٹر بیک نے اُس کو جلدی سے منظور کر لیا۔ اصل خیال لڑکوں کو ولایت بھیجنے کا جو پیدا ہوا وہ کیوں پیدا ہوا۔ اس خیال سے پیدا ہوا کہ مسلمان سول سروس میں پاس ہوں۔ اس باب میں میں نے یورپ کے نہایت لایق پروفیسروں سے رائے پوچھی۔ میرے پاس ولایت کے لایق لوگوں کی متعدد چٹھیاں ہیں کہ لڑکے یہاں سے متوسط تعلیم پاکر نہیں جاتے اور اس لیئے اُن کا ولایت جانا فضول ہے۔ میرے پاس شہادت موجود ہے کہ لڑکے لکچرار کا چوتھائی لکچر بھی نہیں سمجھ سکتے جب تک کافی استعداد ایسی نہو کہ لکچر اور گفتگو بخوبی سمجھ سکیں اُن کا بھیجنا محض فضول ہے۔ اس زمانہ میں سول سروس پاس ہونے کی عمر اُنیس برس تھی اور نہایت مشکل اور غیر ممکن تھا کہ بغیر چار پانچ برس یورپ میں تعلیم پائے لڑکے سول سروس میں پاس ہو سکیں اگر کوئی ایک آدھ پاس ہو گیا تو وہ شمار میں نہیں ہے اس لیئے ضرور تھا کہ لڑکے چھوٹی عمر میں لنڈن بھیجے جاویں مگر اُن کی نگرانی ناممکن تھی۔ اس لیئے میں نے کالج ہی میں ایک سول سروس کلاس قایم کیا تاکہ لڑکوں کو ہندوستان میں عمدہ تعلیم دیکر لنڈن بھیجا جاوے۔ مگر ہماری قوم کی کم توجہی اور کوتاہ اندیشی سے وہ کلاس نہ چلا اور ٹوٹ گیا۔ اسوقت سول سروس کی عمر تئیس برس کی ہو گئی ہے اور وہ بڑا فایدہ کہ تین برس وہاں تعلیم پانا ہو حاصل ہوا۔ افسوس جو میری گفتگو پبلک سروس کمیشن کے روبرو ہوئی وہ چھاپی نہیں گئی اُسوقت میں نے کہا تھا کہ یہ خیال کہ اُنیس برس کے عوض تئیس برس عمر ہو جانے سے زیادہ لڑکے پاس ہونگے محض غلط ہے اُنیس برس کے لڑکوں کی ترقی تعلیم میں جو نسبت ہے وہی تئیس برس میں پہنچیگی

پس اُس سبب سے زیادہ ہندوستانی طالب علموں کے پاس ہو جانے کا خیال محض غلط ہے
میں اس تجویز کو صرف اس لیئے پسند کرتا ہوں کہ ہندوستانیوں کو چھوٹی عمر میں لڑکے بھیجنے
میں دِقت پیش آتی ہے اب یہ دقت رفع ہو جائے گی نہ اِس لیئے کہ ہندوستانیوں کو نمبر
پانے میں فایدہ ہو گا۔ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ جو مقصد ترمیم پیش کرنے والوں کا ہے وہ بیلی صاحب
کی تقریر میں موجود ہے اور عام قاعدہ بنایا گیا ہے جس سے خاص حالتیں بالکل مستثنےٰ ہیں
سِوِل سروس کی عُمر بھی اُس میں داخل ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جس کام کے لیئے جو بھیجے گا وہ دیکھے گا
کہ زمانہ کافی ہے۔ پڑھنے کے لیئے بھیجے گا تو وہ ضرور دیکھے گا اور ڈاکٹری کے لیئے بھیجے گا تو
اُس کے لیئے زمانہ کافی دیکھے گا میری رائے میں کوئی ترمیم کی ضرورت نہیں +

پانچواں رزولیوشن

اس کانفرنس کے نزدیک ہر مقام کے مسلمانوں پر جہاں گورنمنٹ اسکول یا کالج ہیں۔ یہ بات فرض ہے کہ جو مسلمان طالب علم گورنمنٹ کالجوں اور اسکولوں میں پڑھتے ہیں اُن کی مذہبی تعلیم کا کوئی مناسب اور مستحکم بندوبست کرے +

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ یہ رزولیوشن جو پیش ہوا ہے اسمیں شک نہیں کہ تمام مسلمان اسکی خواہش رکھتے ہوں گے کہ اُن کے لڑکوں کو مذہبی تعلیم بھی ہو۔ مجھ کو صرف دو باتیں سمجھائی ہیں۔ اوّل یہ کہ جب یہ رزولیوشن کمیٹی میں پیش ہوا اس میں کوئی اشارہ اس بات کا نہ تھا کہ گورنمنٹ سے درخواست کیجاویگی۔ اگر یہ معلوم ہوتا تو کمیٹی اسکو کانفرنس میں پیش کرنا منظور نکرتی کیونکہ ایک مرتبہ جب درخواست ہوئی تو کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ ایسی درخواست کرکے کانفرنس ذلیل اور بے عزت ہوگی۔ کانفرنس جس طرح ملک کی بھلائی کرتی ہے اُسیطرح اپنی عزت کو بھی قایم رکھنا چاہتی ہے۔ ایک مرتبہ جو درخواست نامنظور ہوا اُسکے بعد دوبارہ درخواست کرنا نہایت شرم کی بات ہے۔ تم مسلمان اور دیندار اور اپنے مذہب کے جوشیلے کہلاتے ہو۔ اپنے لیئے کچھ نہیں کرتے اور بے بنیاد باتوں کی کوشش کرتے ہو۔ پہلے خود کوشش کرو اور گورنمنٹ کو دکھلاؤ کہ تمنے کیا کیا۔ پنجاب کے لوگوں نے جن کو حکم ہو چکا تھا اگر معلوم ہوتا کہ اُنہوں نے کوشش کی اور ناکامی ہوئی اُس وقت کہہ سکتے تھے کہ دوبارہ کوشش کیجائے۔ سچ یہ ہے کہ کسی نے کچھ توجّہ نہیں کی گو گورنمنٹ نے منظور کرلیا تب بھی کسی اسکول یا کالج میں مذہبی تعلیم کی کچھ توجہ نہیں کی گئی اگر گورنمنٹ سے درخواست کرنا ہے تو جو لوگ کرنا چاہتے ہیں پہلے دو ایک کالجوں میں اپنی محنت اپنی توجّہ۔ اپنے روپیہ سے نمونہ دکھلاویں اُس کے بعد گورنمنٹ سے کہیں کہ یہ مشکل پیش آئی ہے۔ جبکہ سوائے زبانی بات چیت کے کسی کو کچھ توجّہ نہیں ہے تو گورنمنٹ سے درخواست کرنا محض فضول ہے۔ اگرچہ رزولیوشن میں گورنمنٹ سے درخواست کرنے کا کچھ اشارہ نہیں ہے۔ پس میں رزولیوشن سے کچھ مخالفت نہیں کرتا۔ بلکہ نواب وقار الملک بہادر نے جو اپنی اسپیچ میں گورنمنٹ سے درخواست کا ذکر کیا اُس سے مخالفت کرتا ہوں +

۶۹

چھٹا رزولیوشن

اس کانفرنس نے اپنے متعدد جلسوں میں قوم کے لڑکوں کا ترقی تعلیم کے لیئے یورپ جانے کو پسند کیا ہے اور اُسکی تائید کی ہے اور اُسکو قومی ترقی کا ذریعہ خیال کیا ہے۔ اس لیئے اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ یہ جلسہ اُن طالب علموں کی جو یورپ میں ترقی تعلیم کے لیئے جاتے ہیں اس حرکت کو کہ وہاں غیر قوم کی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں نہایت نامناسب سمجھتا ہے اور اُسکو قومی نقصان اور قومی تنزل کا باعث سمجھتا ہے اور نیز قوم کی ترقی تعلیم کو مسدود کرنیوالا خیال کرتا ہے ؛

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ اس رزولیوشن سے میرا مقصود کسی کی سوشیل حالت میں مداخلت کرنیکا نہیں ہے بلکہ صرف اسقدر محدود کرنا مقصود ہے جس سے تعلیم اور ترقی تعلیم میں حرج نہ پڑے اگر یہ طریقہ جاری رہے کہ لڑکے ولایت جاویں اور اپنا وقت اور زمانہ جوروؤں کے ڈھونڈھنے میں صرف کریں تو کس قدر ترقی تعلیم میں حرج پڑتا ہے اور جو قلیل زمانہ ولایت کی تعلیم کا ہے اُس کا بڑا حصہ جوروؤں کے پیچھے صرف ہوتا ہے۔ جس وقت ہم خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان میں برادری کی شادی سے تعلیم غارت ہوجاتی ہے چہ جائیکہ ولایت میں اور پھر اُن کے واپس آنے پر جو مصیبت اور رنج وغم والدین پر پیش آتا ہے ایسا امر ہے کہ اخلاق اور انسانیت کے برخلاف ہے اور یہ بات نہایت مشتبہ ہے کہ اُن کی اولاد مثل ہماری قوم کی ہمدرد ہوگی اور اُن سے قومی ترقی ہوگی۔ اس وقت میرے پاس چھ سات دوستوں کے خطوط موجود ہیں جس میں اُنھوں نے پوچھا ہے کہ ہم کس طرح اپنے لڑکوں کو ولایت میں تعلیم کے لیئے بھیجیں کیونکہ اندیشہ ہے کہ لڑکا شادی نہ کرلے چند حضرات نے قطعاً ارادہ مسدود کردیا کہ ہم نہ بھیجینگے اگر یہ طریقہ جاری رہا تو تعلیم کو نقصان پہونچانیوالا ہے۔ چونکہ کانفرنس ہمیشہ اُسکی تائید کرتی رہی ہے کہ لڑکے ولایت کو جایا کریں اس واسطے کانفرنس اس حرکت کو بھی ناپسند کرتی ہے۔ ہمارے اختیار میں اُن کا روکنا نہیں ہے بلکہ جس طرح ہمنے اُن کے جانے کی تائید کی ہے اسیطرح ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری کانفرنس اس حرکت کو پسند نہیں کرتی ہے۔ ماننا نہ ماننا اُن کے اختیار میں ہے؛

۷۰

ساتواں رزولیوشن

اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ بلحاظ ضروریات ملک اور قوم کے طب یونانی کو ترقی دینا اور تجربیات و معلومات جدیدہ سے فایدہ اُٹھانا اور قوم کو بلکہ تمام اہل ہند کو اُس کی تکمیل میں مدد دینا نہایت ضرور ہے ۔

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن ۔ اس وقت اس رزولیوشن پر نہایت عمدہ گفتگوئیں ہوئیں اور طب یونانی کی حقیقت نہایت قابلیت سے حکیم عبد المجید خاں صاحب نے بیان کی ۔ ہمارے عزیز اور مخدوم نواب صاحب نے جو وسیع گفتگو کی وہ بھی دلی محبت اور دلی جوش پر مبنی تھی ۔ لیکن میں اپنے تئیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی طب پر خواہ یونانی ہو خواہ انگریزی خواہ ہومیو پیتھک جو اس زمانہ میں بہت مروج ہے بحث کروں یا ترجیح دوں ۔ ہمارا کام جو اتنے آدمی یہاں ہیں اُن کا یہ ہے کہ اپنی قوم اور ملک کی جس میں بہتری ہو یا جو ضرورت ہو اُسکو حل کریں ۔ اس وقت جتنے طریقے علاج کے جاری ہیں اور جس کو کوئی پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو لیکن ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے ملک کو طب یونانی کی طرف کہاں تک رغبت ہے ۔ اس وقت کسی قصبہ میں چلے جاؤ گروہ کے گروہ ملینگے جو یونانی طب کے خواہشمند ہیں ۔ ہر گانوں اور ہر شہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ عام خواہش علاج یونانی کی ہے ۔ اُن کی خواہش پوری ہوتی ہے مگر بعوض بھلائی کے بُرائی پہونچتی ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ جاہل لوگ اپنے کو طبیب کہکر ناواقفوں کو دام میں گرفتار کرتے ہیں اور حقیقت میں علاج کرنا نہیں جانتے غریب لوگ اُن کو طبیب سمجھتے ہیں ۔ اس مضرت کا دور کرنا میرے نزدیک قوم اور ملک کو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ضرور ہے ۔ سب کو شریک ہو کر اس مصیبت اور نقصان کے رفع کرنے کا بندوبست کرنا چاہیئے وہ اسیطرح رفع ہو سکتی ہے کہ ہم ایک مدرسہ قایم کریں جس میں طب یونانی کی تعلیم دیکر بہت طالب علم جو علاج کے قابل ہوں پیدا کر کے منتشر کر دیں منتشر کرنے میں ہمکو کوشش کی ضرورت نہو گی ۔ جب موجود ہو جاوینگے وہ از خود منتشر ہو جاوینگے ۔ ہمارا کام اپنی قوم اور ملک کی بھلائی کے لیئے یہ ہے کہ ایک ایسی جگہ قایم کر دیں جہاں کے پڑھے لکھے طب یونانی کے جاننے والے لوگ پیدا ہوں اُس کا طریقہ اسکے سوا کچھ نہیں جو حکیم عبد المجید خاں نے کیا ہے ۔ دہلی جو مدت دراز سے مخزن طب یونانی کا

ہے اور کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جس نے دہلی کے حکماء سے فیض نہ پایا ہو۔ اُس زمانہ میں جیسا دہلی مخزن علم حدیث کا تھا ویسا ہی علم طب کا۔ یہ غدر تھا کہ مدرسہ دہلی میں بنے اور دہلی کے خاندان کے لوگ اُسکو چلا دیں۔ اس وقت حکیم عبد المجید خاں کو جو کچھ فخر ہو بجا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس شہر کے ہر ایک شخص کو جو خاندان حکیم سے علاقہ رکھتا ہے متفق ہو کر اس کام کو چلانا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ کسی خاص خاندان کا کام نہیں ہے بلکہ حکماء دہلی کے خاندان کا کام ہے اسکو چلائیں اور غربا کی مدد کرنے کو اپنا فرض سمجھکر اس مدرسہ کی تائید کریں۔ حکیم عبد المجید خاں کو جیسا نواب صاحب نے فرمایا نہایت بوجھ اُن کے سر پر پڑ گیا۔ سب سے بڑا یہ ہے کہ سینکڑوں آدمی ان سے رجوع کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک نسخے اور دوا دیتے ہی گزر جاتا ہے۔ ہمارے دہلی کے طبیبوں اور علی الخصوص جناب حکیم **محمود خاں** مرحوم والد **عبد المجید خاں** کا یہ طریقہ رہا ہے۔ بیمار رفیق سے فقیر ہو۔ چمار یا حلال خور ہو۔ امیر سے امیر ہو کوئی فرق علاج میں نہیں کرتے تھے۔ خدا بخشے حکیم احسن اللہ خاں کو جو بادشاہ کے ہاں بڑے حکیم تھے۔ ایک روز بادشاہ کے ہاں پالکی میں جاتے تھے ایک حلال خور نے کہا کہ میری جورو بیمار ہے۔ پالکی میں سے اُترے اور جا کر مریضہ کو دیکھا اور نسخہ لکھدیا۔ یہ خاص صفت ہمارے اس ویران دہلی کے خاندانوں کی ہے میں بھی مدت سے دہلی میں رہتا تھا مجھ کو یاد نہیں کہ ہمارے حکیم جو لوگوں کے گھر جاتے تھے وہ ایک پیسہ بھی کسی مسلمان خاندان سے لیتے ہوں۔ وہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہم حکیم ہیں اور علاج کرنا ہمارا فرض ہے۔ وہی طریقہ حکیم **عبد المجید خاں** کا جاری ہے۔ غرض اس وقت ضرورت ملک کو اس بات کی ہے کہ ہم متعدد طب جاننے والے لوگ پیدا کریں اور جو ضرورت ملک کی ہے وہ رفع ہو۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آنریری مدرس ہوں۔ ضرور چاہیئے کہ سب تنخواہ دار ہوں تاکہ سب اپنا فرض اچھی طرح ادا کریں۔ اس وقت مجبوری یہ ہے کہ روپیہ نہیں ہے اس واسطے حکیم صاحب پڑھاتے ہیں۔ اس وقت جیسا چلتا ہے چلنے دو اور دیکھو کہ آیندہ خدا کیا کرتا ہے۔ رزولیوشن جس طرح پیش ہوا ہے میں تحریک کرتا ہوں کہ پاس کیا جاوے ٭

۱۷

گفتگو سید احمد خاں

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان۔ جو تجویز ہمارے دوست اور مسلمانوں کے خیر خواہ اور اُن کی ترقی تعلیم میں کوشش کرنیوالے مسٹر تھیوڈور بیک پرنسپل مدرستہ العلوم نے پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص ایسا نہو گا جو اُسکو مفید اور ترقی تعلیم مسلمانان کے لیئے ایک بے مثل علاج نہ سمجھتا ہو +

مسٹر بیک صاحب جیسا کہ اُن کی اسپیچ سے ظاہر ہوتا ہے یہ چاہتے ہیں کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ایک علیحدہ سیکشن اس مطلب سے قایم ہو کہ وہ سیکشن مسلمانوں کی ترقی تعلیم کا حال اور جو مسلمان لڑکے کالجوں اور اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں اُن کی تعداد دریافت کرے اور جو تعلیم نہیں پاتے اُن کی تعداد اور موانع تعلیم کو تحقیق کرے اور اُن کی تعلیم کی نسبت مناسب تدبیریں عمل میں لاوے +

ہماری کانفرنس کا سب سے پہلا مقصد جیسا کہ اُسکی قواعد کارروائی میں مندرج ہے یہ ہے کہ مُسلمانوں میں یورپین سینئسز و لٹریچر کے پھیلانے اور وسیع حد تک ترقی دینے اور اُس میں نہایت اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک اُن کے پہونچانے پر کوشش کرنا اور اُس کی تدبیروں کو سوچنا اور اُنپر بحث کرنا +

پس جو تجویز مسٹر بیک نے پیش کی ہے وہ اس مقصد میں داخل ہے اور ممبران کانفرنس بالکل مجاز ہیں کہ اس مقصد کے حاصل ہونے کے لیئے جو تدبیر مناسب سمجھیں اختیار کریں۔ پس اگر ممبران کانفرنس منظور کریں تو بموجب موجودہ قواعد کارروائی کانفرنس کے ایک سیکشن جُداگانہ بہ تحت محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اس مقصد کے لیئے قایم کر سکتے ہیں۔ پس اگر اس وقت کانفرنس دوام منظور کر لے تو یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے +

اوّل یہ کہ کانفرنس اس سیکشن کا قایم ہونا منظور کرے۔ اسوقت اُن لوگوں کا نام لینا جو اس سیکشن کے ممبر ہونگے محض بے سُود ہوگا۔ کیونکہ نہایت سوچ سمجھکر اور واقفکار دوستوں سے مشورہ کر کے ہر ایک ضلع سے ممبر منتخب کرنا پڑے گا۔ لیکن اس وقت سب کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سیکشن کے لیئے جو ممبر ہوں گے اُن کا کام صرف گھر میں بیٹھے رہنا نہ ہو گا بلکہ درحقیقت کام کرنا اور اپنے ضلع میں پھر کر حال دریافت کرنا اور درستی سے اُسکی رپورٹ بھیجنا اور ہر طرح سے

اس مقصد کے پورا ہونے کو مدد دینا ہوگا۔ صرف یہ کہدینا کہ ہم اس ضلع کا کام کر دینگے اور وہ اُس ضلع کا کام کر دینگے کافی نہ ہوگا نہ اُس سے کام چل سکے گا۔ شاید ایک آدھ شخص جیسے سید کرامت حسین صاحب ہیں ایسے ہوں کہ اُن پر بھروسہ ہو سکتا ہے مگر دو ایک ضلع میں ایسے اشخاص ہونے سے کام نہیں چل سکتا۔ ہمکو کل اضلاع پنجاب و شمال و مغرب و اودھ اور صوبہ بہار سے حالات دریافت کرنے کی ضرورت ہوگی اور ہر ایک ضلع میں ایسے شخص کی حاجت ہوگی جو درحقیقت بنظر فلاح قومی محنت گوارا کرے اور کام انجام دے ؛

علاوہ اسکے ایک کمیٹی کا پرداز مقرر کرنے کی ضرورت ہوگی جو اضلاع کے ممبروں سے خط و کتابت کرے گی اور اُسکے ممبر ایسے ہونے واجب ہونگے جو بروقت ضرورت اجلاس میں تشریف لاکر شریک ہوں اور اُس کمیٹی کے لیئے ایک سیکرٹری تجویز ہونا ضرور ہوگا۔ مگر میرے نزدیک نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب سے بہتر اُس کے لیئے سکرٹری میسر نہیں آسکتا۔ مگر میں صاف طور پر کانفرنس کو اطلاع دیتا ہوں کہ مجھ سے اس کمیٹی کے سکرٹری کا کام انجام نہیں ہو سکنے کا میرے پاس بہت کام ہیں اور مجھ کو فرصت نہیں ہے اور اس لیئے ضرور ہوگا کہ اس کے لیئے ایک جداگانہ سکرٹری مقرر ہو ؛

دوسرے یہ کہ سب سے بڑی چیز اس مقصد کے پورا کرنے کے لیئے روپیہ کا موجود ہونا ہے بلاشبہ ہمکو متعدد ضلعوں کا حال دریافت کرنے کو کسی خاص آدمی کو بھیجنا ضرور ہوگا اگر روپیہ ہوگا تو اُسکو بحالت ضرورت معاوضہ دیکر بھیجا جا سکیگا اور ہمکو صرف ممبران اضلاع ہی کے کام پر مجبور ہونا نہ پڑے گا اس لیئے کہ نہیں معلوم کہ کون صاحب اُسکو دل سے اور محنت سے انجام دینگے اور کون صاحب صرف اسی لفظ پر کہ "ہم اس ضلع کا کام کر دینگے" اپنے کام کو ختم کر دینگے۔ غرضکہ بغیر روپیہ کے کام نہیں چلنے کا ؛

اسوقت نواب وقار الملک نے مجھ سے کہا کہ وہ اس کام کے لیئے چندہ دینے کو موجود ہیں میں نے کہا کہ چندہ ہی کے بھروسہ پر کیا کام چلیگا۔ مگر میں حسب دستور کانفرنس کے اجلاس میں سالگذشتہ کے جمع خرچ کی رپورٹ پیش کروں گا۔ اُس سے معلوم ہوگا کہ سالگذشتہ کے اخراجات کو نہا دیکر کسقدر روپیہ باقی بچا ہے۔ اور ہر سال کسی نہ کسی قدر روپیہ باقی بچ رہتا ہے۔ مگر سابق کی کانفرنسوں میں اکثر لوگوں نے کانفرنس کو روپیہ سے اس شرط پر زیادہ مدد کی کہ جو روپیہ باقی بچے وہ طالب علموں کے اسکالرشپ فنڈ میں داخل کیا جاوے اور بعض دفعہ ایک شخص نے کل اخراجات کانفرنس اس شرط پر اپنے ذمہ لیئے کہ کُل آمدنی کانفرنس کی اسکالرشپ فنڈ میں دیجاوے مگر سالگذشتہ میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوئی ہے نہ آیندہ کسی ایسی شرط کا ہونا چاہیئے اور جو روپیہ بچے وہ اُس مقصد میں صرف

ہو جس کی تجویز مسٹر بیک نے پیش کی ہے اور اس روپیہ کا خرچ کرنا اُس کمیٹی کے متعلق ہو جو اُس کے لیئے مقرر کیجاوے ؛

جناب صدر انجمن - یہ کام صرف ایک سال کے کرنے کا نہیں ہے بلکہ اسکا ایک مدت تک قایم رہنا واجبات سے ہوگا اور جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جو روپیہ بچتا ہے وہ اس کام میں خرچ ہوتا ہے تو اُمید ہے کہ لوگ کانفرنس کے چندہ دینے اور ممبروں میں شامل ہونے سے زیادہ مدد کرینگے اور بخوبی کام چل جاوے گا اور اگر ہمکو زیادہ ضرورت روپیہ کی ہوگی تو ایسے فیاض بزرگوں سے جیسے کہ نواب وقار الملک اور دیگر بزرگان ہیں کسی قدر بحالت ضرورت چندہ بھی لے سکینگے اگر یہ کام چل نکلا تو کانفرنس کی ایک عملی کارروائی ہوگی اور سمجھا جاوے گا کہ درحقیقت آج سے کانفرنس کا وجود ہوا ہے ؛

۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطاب

بطرف مسلمانان ہندوستان

وہ زمانہ یاد ہوگا جبکہ ہم سب پڑے سوتے تھے اور قوم کی بہتری کا کسی کو خیال بھی نہ تھا اُس وقت ضرورت تھی کہ قوم کو جگایا جاوے اور قوم پر جو زوال آگیا ہے اور جو زوال شدید آنیوالا ہے اُس کو جتلایا جاوے۔ لوگوں نے نامقدور اسپر کوشش کی اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کوشش کامیاب ہوئی۔ لوگ جاگے اور ہر ایک گوشۂ ہندوستان سے قومی ہمدردی کی صدا آنے لگی ❊

لوگ جاگے اور اُٹھے مگر اچھی طرح ہوشیار نہ ہوئے نیند کے خمار میں راہ راست اور شارع عام کو چھوڑ کر بیٹا کا رستہ چلنے لگے یعنی بجائے اسکے کہ سب لوگ اپنی قوت کو ایک جگہ جمع کرکے کسی کام کو تکمیل پر پہونچاتے اپنی قوتوں کو متفرق کرنا شروع کیا اور ہر ایک نے پانی کا ایک ایک بدھنا ہاتھ میں لیکر ایک وسیع چٹیل ریگ کے بیابان کے مختلف کونوں میں ڈالنا شروع کیا اور خیال کیا کہ ہم اس پانی سے اس ریت کے بیابان میں نہایت عمدہ سرسبز اور پرثمر باغ لگالیں گے یہ خیال محال تھا اور محال ہے اُن کی کوششیں ضائع ہوئیں اور ضائع ہوتی ہیں اور ضائع ہوں گی اور وہی مثل صادق آئی کہ ریت میں پانی ڈالا نہ آسمان کا رہا نہ زمین کا ❊

ہمکو مدت سے خیال تھا کہ اس بے سود کام سے قوم کو متنبہ کریں اور سمجھاویں کہ اسطرح اپنی قوتوں کو متفرق کرکے ضائع نہ کریں مگر ہمکو ہمیشہ یہ خیال ہوا کہ لوگ بجائے اسکے کہ ہمارے اس کہنے کو نیک نیتی اور قومی ہمدردی سمجھیں ہماری بدنیتی اور خود غرضی پر محمول کرینگے اس لیئے ہمنے اس مطلب کو گھم گھم طور سے تو بیان کیا مگر صاف صاف اور بلاخوف لومتہ لائم کبھی بیان نہیں کیا۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ مجھ سے بلاشبہ قومی گناہ ہوا کہ میں نے اپنی نسبت بدگمانی پیدا ہونے کے خوف سے قومی بھلائی کی جو بات تھی اُس کو صاف صاف بیان نہیں کیا اور قوم کو اُس طرف متوجہ کرنے پر کماحقہ کوشش نہیں کی لیکن میرا کانشنس مجھ کو ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

از خدا شرم دار و شرم مدار

اب میں تمام پردوں کو اُٹھائے دیتا ہوں اور اپنی قوم کے لیئے جو بہتر سمجھتا ہوں کہتا ہوں ہر کسے ہرچہ خواہد بداند و ہرچہ خواہد بگوید

بادل آرا مے مرا خاطر خوش ست کز دلم یکبارہ بُرد آرام را
قومِ ما اے قومِ ما از بہرِ تو دادہ ام برباد ننگ و نام را

میں صاف صاف قوم کو بتانا چاہتا ہوں کہ قوتوں کے متفرق کرنے سے قوم کو نقصان شدید پہونچتا ہے اُن کو ایک جگہ جمع کرو ٭

میں قوم سے صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ جو چھوٹے چھوٹے کام انہوں نے قوم کی بھلائی کے خیال سے شروع کیئے ہیں وہ قوم کو بجائے نفع کے شدید نقصان پہنچا رہے ہیں اور بعوض اس کے کہ قوم کے خیالات کو اُس کی ہمتوں کو اُس کے جوشوں کو ایک جگہ جمع کریں پریشان و متفرق کر رہے ہیں اور بے سُود ضایع کرتے ہیں ٭

میں صاف صاف جتلانا چاہتا ہوں کہ جو کام تمنے بغرض ثوابِ آخرت اختیار کیئے ہیں ہر شخص کو ثواب کمانے کا اختیار ہے کوئی مانع نہیں مگر تم نے جو اُسکو قومی ہمدردی اور قومی بھلائی کا لباس پہنایا ہے وہ صرف دھوکا ہے اور قوم کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ قوم کو دھوکا مت دو وہ قوم کے ساتھ دغابازی اور مکر ہے جس سے قوم دھوکے میں پڑکر برباد ہوجاوے گی ٭

میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ قوم کے لیئے بہت کچھ کرنا ہے قوم کو بہت چیزوں کی ضرورت ہے اُسکی مثال ایسے مریض کی ہے جو متعدد امراض میں مبتلا ہو بعض ایسے امراض ہیں جن سے اُسکی ہلاکت کا اندیشہ نہیں بعض ایسے ہیں جن سے اُس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے پس اگر تم اُن امراض کے علاج پر متوجہ ہوگے جن سے ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہے اور سب ملکر اُس مہلک مرض کے علاج پر متوجہ نہوگے اور جو ایسا مرض ہے کہ بغیر اسکے کہ سب یکدل ہوکر اُسکے علاج پر متوجہ ہوں علاج پذیر نہیں ہے اور چند آدمیوں کے متوجہ ہونے سے اُس کا علاج نہیں ہوسکتا تو اُس بیمار کو شفا ہونے کی توقع نہیں ہے بلکہ آخرکار یقینی اُس کے لیئے موت ہے ٭

پس اگر تم اُس کی شفا چاہتے ہو تو ایک دانا طبیب کا سا کام کرو چھوٹے چھوٹے امراض کو جو درحقیقت اصلی مرض نہیں بلکہ اصلی مرض کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو اور سب متفق ہوکر اصلی مہلک مرض کے علاج پر پوری پوری متفقہ ہمت

معروف کرو تاکہ اصلی مرض زائل ہو اور بیمار شفا پاوے وہ چھوٹے چھوٹے مرض بھی مہلک مرض سے شفا پانے کے ساتھ از خود زائل ہو جاوینگے ؎

اب غور کرو کہ قوم کی فلاح اور بہبودی کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے۔ہمیں اپنی قوم کو انگریزی زبان کی جس کو خدا نے اپنی مرضی سے ہمپر حکومت دی ہے اور جسکے جانے بغیر ہم دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے بلکہ میں کہوں گا کہ دین کی بھی خدمت نہیں کر سکتے تعلیم دینا ہے مگر ایسی تعلیم جس سے قوم کو کثر مٹر انگریزی آجاوے اور اس طرح سے وہ انگریزی بولنے لگیں جیسے ہندوستان میں کمپو کے خدمتگار یا سوداگر یا انگلستان کے قلی اور کیپ مین تو قوم کو کچھ فایدہ نہیں اُن کو پوری تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی انگریزی زبان کی تعلیم ہونی چاہیئے کہ خود اپنی لٹریچر دانی سے اُن کو عزت ہو اور اُس کو قومی۔دنیاوی۔مذہبی کاموں میں کام میں لاسکیں اور لوگ اُسکی قدر کریں اسیقدر ہمارے لیئے کافی نہ ہوگا بلکہ یہ بھی ضرور ہوگا کہ اُنھیں میں چند ایسے بھی ہوں جو فرنچ۔جرمن۔لیٹن اور گریک کو بخوبی جانتے ہوں ؎

اسی کے ساتھ ہمکو عربی کی بھی تعلیم دینی ضرور ہے جو قطع نظر اس کے کہ وہ مُسلمانوں کی زبان ہے ایک ایسی اعلےٰ درجہ کی زبان ہے جس کی قدر کی جا سکتی ہے اور کسی طرح علمی زبان کے دائرہ سے علٰحدہ نہیں رہ سکتی اور مُسلمانوں کی ضروریات سے خارج نہیں ہوسکتی اور اگر مذہبی خدمت کا بھی لحاظ ہو تو عربی کے ساتھ عبری زبان سے بھی واقفیت پیدا کرنی لازم آجاتی ہے۔ایک مجمع میں مولانا شاہ عبد العزیز مرحوم نے چار سطریں توریت کے شروع کی نہایت فخر سے عبری زبان میں پڑھیں اور نواب فتح اللہ بیگ خاں نے جو شاہ صاحب کے نہایت معتقد تھے اُن کو یاد کر لیا تھا اور کبھی کبھی شاہ صاحب کے حالات بیان کرنے میں اُن کو پڑھا کرتے تھے ؎

فارسی کو بھی ہم نہیں چھوڑ سکتے جس کا تعلق بہت کچھ مُسلمانوں کی تربیت اور مذاق کے ساتھ ہو گیا ہے اور وہ فی نفسہ خود بھی نہایت لطیف و بامذاق زبان ہے اور مسلمانوں کے علوم اور تواریخ کا اسقدر سرمایہ اُس میں موجود ہے جس سے مسلمان قطع نظر نہیں کر سکتے ؎

مسلمانوں کو مذہبی تعلیم دینا بھی ادنےٰ درجہ کی یا اوسط درجہ کی یا اعلےٰ درجہ کی ہمپر فرض ہے کیونکہ مختلف اقوام کو جس چیز نے ایک قوم بنا دیا ہے وہ صرف اسلام ہے اگر ہم اُسی کا فکر نہ رکھیں تو قومیت قایم نہیں رکھ سکتے کم سے کم یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو ضروری عقاید مذہبی اور احکام مذہبی کی تعلیم دیں جس کو ہم نے ادنےٰ تعلیم سے تعبیر کیا ہے ؎

اِن سب باتوں کے ساتھ ہمیں اُن کو مختلف علوم میں اور بالتخصیص علوم جدیدہ

میں تعلیم دینا ہے جو ایک بہت بڑا امر اہم ہے اور فی الواقع جو اس کی ضرورت اور عظمت ہے وہ وہ مافوق بیان ہے مختصراً اس طرح بیان ہو سکتی ہے کہ بغیر اُس کے نہ قوم قوم بن سکتی ہے نہ دنیا میں کوئی درجہ اور عزت اور قدر حاصل کر سکتی ہے اور اگر سچ پوچھو تو نہ دین کی خدمت کر سکتی ہے ٭

یہ حالت تو صرف تعلیم کی تھی مگر صرف تعلیم سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا صرف تعلیم سے انسان انسان بن جاتا ہے اور کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا سے زیادہ رتبہ پا سکتا ہے۔ کیا صرف تعلیم سے قوم قوم بن جاتی ہے۔ کیا صرف تعلیم سے کوئی قوم دنیا کی قوموں میں عزت پا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جب تک وہ انسان نہ بنیں اور قوم قوم نہ بنے اُس وقت تک معزز نہیں ہو سکتی ٭

پس ہمکو مسلمانوں کے لیئے تعلیم سے زیادہ وہ چیز کرنی ہے جس کو ہم تربیت کہتے ہیں اور جو قوم کو قوم بننے کے لیئے ایسی ہے جیسے جان بدن کے لیئے اور بغیر اس کے قوم کا قوم بننا اور زندہ قوم بننا محالات سے ہے ٭

اس مطلب کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے۔ اوّل ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ قوم کے بچّوں نوجوانوں کو جس قدر کہ ہو سکے ہم ایک جگہ جمع کریں وہ ساتھ رہیں ایک جگہ پڑھیں ایک جگہ کھاویں ایک جگہ جاگیں ایک جگہ سوئیں۔ ایک جگہ کھیلیں ایک جگہ جئیں ایک جگہ مریں اُسی کے ساتھ اُن کی تربیت کا کافی سامان مہیا کریں ٭

اُن کی صحت جسمانی کا خیال رکھیں علاوہ تمام اسباب و سامان معالجہ کے مہیا رکھنے کے ایک مکان وسیع خوش آب و ہوا پُر فضا مہیا کرنا چاہیئے جس میں اُن کو رکھا جاوے اُن کو ایسے کھیلوں اور ورزشوں کی رغبت دلائی جاوے جو صحت جسمانی کے لیئے ضرور ہوں۔ پھر اُن کے قوٰے پر نظر ڈالی جاوے اور ایسی ورزشیں اُن کو بتائی جاویں جو اُن کے قوٰی کے مناسب ہوں۔ جو کمزور ہوں اُن کے لیئے ایسی ورزشیں تجویز کی جاویں جو اُن کی جسمانی قوت کی کمی کو پورا کریں اور جو قوی اور طاقتور ہیں اُن میں زیادہ قوت اور طاقت پیدا ہو۔ گھوڑے کی سواری کی تعلیم ہو اور اُن میں جرأت اور دلیری پیدا کی جاوے جس کے بغیر انسان نہ دین کے کام کا ہوتا ہے نہ دنیا کے کام کا ٭

پھر اُن کے لیئے تفریح کے سامان مہیا رکھنے چاہئیں تاکہ اُن کی طبیعت پژمردہ نہو نے پاوے اور اُن کی اُمنگیں مٹ کر معدوم نہ ہو جاویں۔ صرف اُن پر اِس قدر بندش رہے کہ اُن کی اُمنگیں بد راہ پر نہ پڑنے پاویں اور سیدھے اور نیک رستے پر پڑ جاویں ٭

پھر اس سب کے ساتھ اس کا خیال رہے کہ کھیل و کود اور ورزشیں تعلیم میں اور لکھنے پڑھنے میں ہارج نہ ہوں بلکہ اُس کے مدد و معاون ہوں۔ تعلیم کے ایسے سامان مہیا کرنے چاہئیں جن سے اُن کو شوق اور رغبت اور اُن کے دل کو خوشی ہو اور اُس میں شریک ہونے کا اور جو کچھ اُنہوں نے پڑھا ہے اُس کو ترقی دینے کا اُن کو شوق پیدا ہو درخت کو صرف پانی ہی دیئے جانا کافی نہیں ہے جب تک کہ اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا کے جھوکوں سے ہلتی جُلتی اور لہلہاتی اور ہوائے محیط کو اور اُس کے اجزاء کو جذب کرتی نہ رہیں کبھی پھول پھل نہیں لا سکتے۔

اُن کے اخلاق اور مذہبی خیالات درست رکھنے کو فرایض مذہبی ادا کرنے کو اس سکول کے ساتھ ایک یا دو مقدس باوقار پاکیزہ صورت پاکیزہ سیرت سمجھدار متقدس عالم کا رکھنا چاہیئے جس کا ادب لوگوں کے دلوں پر ہو تا کہ اُس کے فیض صحبت سے اُن کی طبیعتیں از خود نیکی اور دینداری کی طرف مائل ہوں۔

اگر ہم اپنی قوم کے نوجوانوں کی نسبت چاہتے ہیں کہ نیکی اور نیک راہ اختیار کریں تو یہ مطلب تاکید و تنبیہ سے اور اُن پر قیود مالایطاق کے لگانے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ پروفیسر ماریسن کا نہایت عمدہ قول ہے کہ "کوئی شخص اس کا دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ ہزار نوجوانوں کے خیالات و خواہشوں کو اپنی مرضی کا بالکل تابع کرے۔ ہم انسان کے خیالات کو جو اپنے احاطہ غیر متناہی میں کہیں سے کہیں پہونچ سکتے ہیں اس طرح سے اپنا مطیع نہیں کر سکتے جس طرح ایک فوجی افسر قواعددان سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے حکم کا تابع رکھتا ہے اس لیئے ہماری یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ ہم اپنے طلباء کیواسطے ایسے اسباب مہیا کردیں اور اُن کی تعلیم اور تربیت کے لیئے ایسی عمدہ صحبتیں پیدا کردیں جس سے اُن میں نیکی کی طرف رغبت اور بُرائی سے نفرت پیدا ہوتی رہے۔" وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند

صحبتِ طالح ترا طالح کند۔

وَھٰذَا مَا وَعَظَنِی جَدِّی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیْثُ قَالَ "مَثَلُ الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحاً طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد منہ ریحاً خبیثۃ"۔

پس ہمکو اپنے بچوں کی تعلیم کے لیئے اور اُن کے انسان بنانے کے لیئے اور اپنی

قوم کو قوم بنانے کے۔ لیئے اُن کو دین و دنیا دونوں میں معزز کرنے کے لیئے اپنے سامانوں کا جمع کرنا اور اس طرح پر اُن کو تربیت کرنا لازم و ضرور ہے ✦

پھر اے محبان قوم اور اے فاروقان قوت قوم و اے مدعیان صلاح و فلاح قوم تم انصاف کرو دیکھو اور سمجھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو کیا اُس سے قوم کو یہ فایدہ ہوسکتا ہے۔ کیا اُس سے قوم قوم ہوجاویگی۔ کیا اُس سے قوم خاک مذلت سے اُٹھ کھڑی ہوگی۔ حاشا وکلا ✦

سمجھو تمنے جو جا بجا چھوٹے چھوٹے اسکول یا بے وقعت اور بے حقیقت کالج کھولے ہیں اُن سے تم قوم کو کچھ بھلائی پہونچا سکتے ہو۔ قوم کی تعلیم اور تربیت کے لیئے جو سامان ضروری ہیں اُن کو تم اسکولوں و کالجوں میں مہیا کرسکتے ہو۔ ہرگز نہیں ✦

تم اپنی قوم کے ساتھ سلوک نہیں کرتے بلکہ قوتوں کو متفرق کرکے اُس کو نقصان پہونچاتے ہو اپنی قوم کے بچّوں کے ساتھ بھلائی نہیں کرتے بلکہ سخت دشمنی کرتے ہو اُنکی عمر کو ضایع کرتے ہو جو کچھ وہ بغیر تمہارے اس نادان دوستی اور ناسمجھ مہربانی کے کرسکتے تھے اُس کو بھی تم برباد کرتے ہو ✦

مثلاً کسی ضلع میں گورنمنٹ کالج یا اسکول ہے یا کوئی مشنری کالج و اسکول ہے جسمیں ماسٹر ڈ ٹیچر پرنسپل و پروفیسر نہایت عمدہ لیاقت کے اور عالم ولایت کی یونی ورسٹی کے ڈگری یافتہ تعلیم دیتے ہیں اُن کالجوں اور اسکولوں کا عمدہ انتظام ہے باقاعدہ اُن کی نگرانی ہوتی ہے۔ اب تم نے اُس ضلع میں ایک کالج یا اسکول چندہ سے لوگوں کو اسلام کی چپک دکھا کر کھولا اور مسلمان لڑکوں کو گھیر گھار کر اُسمیں داخل کیا جس میں نہ اعلے درجہ کے ماسٹر ہیں نہ ٹیچر نہ پرنسپل نہ پروفیسر اور نہ اُن میں انتظام ہے نہ باقاعدہ نگرانی تو درحقیقت تم نے اپنی قوم کے بچّوں کے ساتھ دشمنی کی ہے نہ دوستی کہ اُن کو اچھی تعلیم سے محروم رکھکر ناقص تعلیم میں ڈالا اور اُن کی عمر کو ضایع کیا۔ اگر تم اُسی درجہ کا کالج یا اسکول قایم کرسکتے جس درجہ کا گورنمنٹ یا مشنری اسکول اُس ضلع میں ہے تب بھی صبر آتا مگر تم نے جو کیا اُس سے رہی سہی قومی تعلیم کو بھی خاک میں ملادیا پھر کیا یہ قوم کے ساتھ بھلائی و نیکی ہے۔ بیشک تمہاری نیت بخیر ہے اور تم نہایت نیک نیتی اور قوم کی بھلائی کے لیئے کام کرتے ہو مگر مثل نادان دوست کے۔ تم اپنے بچوں کو نیم ملا و نیم حکیم کے سپرد کرکے اُن کو خطرہ میں ڈالتے ہو ✦

انجمن ہائے اسلامیہ جو جا بجا قایم ہوئی ہیں اگر وہ کسی مرض کی دوا ہیں تو ایسے مرض کی ہیں جو قوم کے لیئے مرض مہلک نہیں ہے۔ اگر تم نے اُنہی پر بس کیا اور جو مہلک مرض ہے اُسکے علاج پر قوتوں کو جمع کرکے توجہ نہیں کی تو بیمار کو شفا ہونی معلوم اور افسوس کہ آخرکار وہ مرض

مہلک لاعلاج ہوجاوے گا پھر نہ کسی ہمدردی کی ہمدردی کام آویگی اور نہ کسی مسیحا کی مسیحائی ؁

اب تم آؤ اور مدرستہ العلوم علیگڈھ کو دیکھو کہ وہ اُن تمام باتوں پر غور کرکے قایم کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے لیئے ضرور ہیں اور جن کو میں نے ابھی بیان کیا ہے اور جن سے قوم قوم بن سکتی ہے۔ تم مت سمجھو کہ میں کچھ شیخی کرنی چاہتا ہوں مگر سچ اور بالکل سچ اور نیک نیتی اور قومی بھلائی کی نظر سے کہتا ہوں کہ قوم کے معززین اور فیاض لوگوں کی اعانت سے اب وہ ایسی حالت پر پہونچ گیا ہے کہ اگر تم جابجا اور متفرق مقامات میں کتنی ہی کوشش کرو اُسکے دسویں حصہ تک بھی کسی کالج یا اسکول یا بورڈنگ ہوس کو نہیں پہونچا سکتے۔ جو سامان کہ ہماری قوم کی تعلیم و تربیت کے لیئے درکار ہے بہت کچھ اُس میں جمع ہو گیا ہے۔ میں قبول کرتا ہوں کہ اُس میں ابھی کچھ نقصان بھی ہے اور بہت کچھ کرنے کو باقی ہے جس کے لیئے زرکثیر کی حاجت ہے۔ پس تم سب اپنی قوتوں کو ایک جگہ جمع کرو اُس میں جو نقص ہو اُس کو دور کرو اور جو کچھ اُسمیں کرنا باقی ہے اُس کے پورا کرنے کو سب متفق ہوکر اور قوتوں کو جمع کرکے روپیہ فراہم کرو۔ بھیک مانگ کر آپس میں چندہ کرکے جس طرح ہو سکے اُس کو مکمل کردو ؁

میں قبول کرتا ہوں کہ ایک علیگڈھ کا مدرستہ العلوم تمام قوم کے لیئے کافی نہیں ہے لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ جو کام شروع ہو گیا ہے اور ایسے درجہ تک پہونچ گیا ہے جس کو دیکھکر تعجب آتا ہے کہ کیونکر پہونچا۔ اوّل اُس کو متفق ہوکر پورا کردو اور اُس کے بعد دوسرا شروع کرو اور سب متفق ہوکر اُسے پورا کردو پھر اسیطرح تیسرا شروع کرو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنی قوتوں کو متفرق رکھا تو کوئی ایک کام بھی پورا نہ ہوگا اور سب کے سب ناقص رہیں گے اور سب کے سب برباد و معدوم ہوجاویں گے ؁

یہ سچ ہے کہ مدرستہ العلوم کی تکمیل کے لیئے زرکثیر درکار ہے اور شاید اسکے خیال سے لوگوں کی ہمت پست ہوجاوے مگر درحقیقت یہ صحیح نہیں ہے اگر قوم متفق ہو اور اپنی قوتوں کو مجتمع کرے اور صحیح رستہ چلے تو ایسے ایسے دس کالج یکے بعد دیگرے قایم کرسکتی ہے پس اس تحریر سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تمام قوم متفق ہوکر اوّل مدرستہ العلوم کو پورا پورا مکمل کردے اُسکے بعد دوسرے کام پر ہاتھ ڈالے ؁

اس کی تدبیر اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم اپنی تمام قوم سے اور اُسکے ہر متنفس زن و مرد سے ایک ایک جو کے برابر بھی چاندی ابیض نورانی علیہ الرحمۃ تحصیل کریں تو کروڑوں روپیہ جمع کرسکتے ہیں اور قوم کی تمام حاجتوں کو پورا کرسکتے ہیں پس میں کہتا ہوں ؎

چرا نستانم از ہر یک جوے سیم — کہ گرد آید مرا فے الحال گنجے

ہاں جیسا یہ طریقہ آسان ہے اس کا عملدرآمد ہونا نہایت مشکل ہے لیکن اگر قوم متفق ہو جاوے تو کچھ مشکل نہیں یہ مثل مشہور ہے کہ مشکل کشا علیؑ سب مشکلوں کو آسان کر دیتے ہیں ؎

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

ایک باہمت شخص کا قول ہے کہ جب کوئی کام شروع کرو تو یقین کر لو کہ "ناممکن کوئی چیز نہیں ہے"۔

پس اگر ہر شہر و قصبہ میں دو چار باہمت شخص مستعد ہو جاویں جو "بینی فیکٹر" قوم کے ہوں گے اور ہر ایک مسلمان زن و مرد باشندۂ اُس شہر و قصبہ سے شَیْئًا لِلّٰہ یا شَیْئًا لِلْقَوم وصول کریں تو چند روز میں لاکھوں روپیہ جمع ہو جاتا ہے اور مدرسۃ العلوم کی تمام ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ پس خُدا ہر شہر و قصبہ کے مُسلمانوں کو ایسا کرنے کی توفیق دے۔

۷۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ لیس للانسان الا ما سعیٰ

مُسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ

اعلےٰ درجہ کی تعلیم پائے اور عمدہ تربیت حاصل کیئے اور اُن میں قومی ہمدردی پیدا ہوئے بغیر مُسلمانوں کی قومی ترقی ناممکن ہے۔

یہ تینوں باتیں بغیر اس کے کہ ایک نہایت اعلےٰ درس گاہ ہو اور جس میں نہایت اعلےٰ درجہ کے یورپین اور ہندوستانی پروفیسر ہوں اور اُس کے ساتھ وسیع بورڈنگ ہوس ہو جس میں مسلمان طالب علم کثرت سے یکجا رہ سکیں حاصل ہونے غیر ممکن ہیں ٭

ایسی درس گاہ کا جس میں یہ سب چیزیں موجود ہوں بغیر اس کے کہ قوم اپنی قوتوں کو ایک جگہ جمع کرے اور کل قوم متفق ہو کر ایسی درس گاہ کو قایم کرے وجود میں آنا ناممکن ہے ٭

پس مُسلمانوں کی قسمت کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر قوم ایسا نہیں کرتی تو مسلمانوں کی قومی ترقی سے مایوسی ہے ٭

آٹھویں اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں جو بماہ دسمبر علیگڈھ میں منعقد ہوا میں نے اس مضمون کو بصورت ایک رزولیوشن کے پیش کیا۔ بعض اسپیچوں میں میں نے یہ کہا تھا کہ چھوٹے چھوٹے اسکول مسلمان بچوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے جن میں نہ لایق ماسٹر ہوتے ہیں اور نہ عمدہ تعلیم۔ مُسلمان بچوں کی تعلیم میں نقصان پہونچانیوالے اور مُسلمانوں کی مجموعی قوت کو متفرق کرنے والے ہیں ٭

اگرچہ میں نے اپنی اسپیچ میں بیان کیا تھا کہ اگر چھوٹے چھوٹے عمدہ اسکول قایم کرسکتے ہو قایم کرو مگر خراب اسکول قایم مت کرو۔ اُسپر لوگوں نے سمجھا کہ میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے

قایم کرنے کا بالکلیہ مخالف ہوں - مگر میری گفتگو کا عام طور پر یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ تھا بلکہ مجھکو صرف دو صورتوں میں چھوٹے چھوٹے اسکول قایم کرنے سے مخالفت ہے +

اوّل - اس صورت میں جبکہ اُن اسکولوں میں لایق ماسٹر نہ ہوں اور عُمدہ تعلیم نہ ہوتی ہو +

دوسرے - اس صورت میں جبکہ قوم انہیں اسکولوں کے قایم کرنے پر اکتفا کرے اور اس سبب سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت پر متوجہ نہو یا نہو سکتی ہو - کیونکہ میری رائے میں جبتک قوم میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی تربیت پائے ہوئے لوگ پیدا نہونگے تو قومی ترقی پیدا نہیں ہونے کی +

میری اس رائے سے جو چھوٹے چھوٹے اسکولوں کی نسبت ہے احباب کا اختلاف کرنا کچھ تعجب نہیں ہے - کیونکہ دونوں کا خیال دو مختلف امر پر مبنی ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے اسکول کیسے ہی ہوں کسی نہ کسی قسم کے فایدہ سے خالی نہیں ہیں خیال بھی صحیح ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے اسکول جو قایم کیئے جاویں ایسے ہوں جو اعلےٰ تعلیم کی بنیاد تصور کیئے جاویں اور اُسپر اعلےٰ تعلیم کی عمارت بن سکے - ورنہ بیفایدہ ہیں +

مگر اسوقت مُسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے یا نکرنے پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ بغیر اعلےٰ تعلیم اور اعلےٰ تربیت کے قومی ترقی ناممکن ہے - اور ایسی تعلیم و تربیت بغیر اعلےٰ درجہ کی درس گاہ قایم ہوئے نہیں ہو سکتی - اور اعلےٰ درجہ کی درس گاہ بغیر قوم کی متفقہ کوشش کے وجود میں نہیں آسکتی - پس اگر قوم متفق ہوکر ایسی درس گاہ قایم نہیں کرتی تو مسلمانوں کی قوم کی ترقی سے مایوسی ہے +

میں یہ بھی کہتا ہوں کہ **مدرستہ العلوم علیگڈھ** جس درجہ ترقی پر پہونچ گیا ہے کوئی دوسرا کالج جس کے قایم کرنے کی کوشش کیجاوے اس درجہ تک پہونچانا بظاہر ناممکن ہے پس قوم متفق ہوکر اُسکو پورا و مکمل کرے اور جب وہ مکمل ہو جاوے تو دوسرے کے قایم کرنے کی فکر کرے +

میں خوش ہوں کہ ان جملہ امور سے جن پر قوم کی قسمت کا فیصلہ منحصر تھا تمام بزرگوں نے جو کثرت سے اجلاس میں موجود تھے اتفاق کیا ہے - پس میں اُن تمام بحثوں اور اسپیچوں کو جو اس کے متعلق ہوئی ہیں چھاپ کر قوم میں تقسیم کرتا ہوں کہ ہر گاہ قوم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ متفقہ کوشش سے ایسے کالج کا قایم ہونا ضرور ہے اور **مدرستہ العلوم علیگڈھ** کی نسبت تسلیم کیا ہے کہ اُس کا پورا ہوجانا اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لیئے واجب ہے تو اب قوم اُس پر متوجہ ہو اور ہر ایک مقام پر اُس کی تکمیل کے لیئے چندہ جمع کرے تاکہ مقصود

حاصل ہو اور قومی ترقی کا کامل ذریعہ موجود ہو۔ پس یہ درخواست ہے کہ قوم اسپر نہایت سعی اور کوشش سے توجہ کرے۔ واللہ المستعان۔

والسلام

راقم آثم

(دستخط) سید احمد

سکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

و

سکرٹری ٹرسٹیان مدرستہ العلوم علیگڈھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رزولیوشن جس کو سید احمد خاں نے اجلاس کانفرنس میں پیش کیا

اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ درباب ترقی تعلیم و تربیت مسلمانان کے جو کچھ کہ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے اور اگر یہی حالت رہی تو صدیوں کے گذرنے پر بھی تبدیل حالت کی توقع نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اعلٰے سے اعلٰے درجہ تعلیم کا اور اس سے بھی زیادہ تربیت کا جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاوے۔ اگر اس طرح پر نہ کیا جاوے گا تو کانفرنس کی رائے میں ترقی تعلیم و ترقی حالات مسلمانان سے بالکل مایوس ہوجانا چاہئیے۔

اس رزولیوشن کی تائید کرتے وقت سید احمد نے اسطرح پر اسپیچ کی۔

اسپیچ سید احمد

جناب صدر انجمن۔ یہ مایوسی بھرا رزولیوشن جو میں نے آپکے سامنے پیش کیا ہے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس میں جو لفظ مایوسی کے لکھے گئے ہیں وہ صرف قلم سے لکھے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو

نقش مایوسی کا میرے دل پر ہے یہ الفاظ اُن نقشوں کا سایہ ہے اور جو مایوسی کی گہرائی سے نکلتی ہے وہ درحقیقت میرے دِل سوختہ کی بُو ہے۔ مجھ کو مُسلمانوں کی ترقی اور مسلمانوں کی قوم کو دنیا میں ایک معزز قوم ہونے سے بالکل مایوسی ہے اور آج کا اجلاس میں سمجھتا ہوں کہ اسکا فیصلہ کرنے والا ہے اور ہمارے دل کو اُس راحت کا دینے والا ہوگا جس کا ایک مشہور مقولہ میں بیان ہوا ہے کہ "الیاسُ احدی الراحتین" +

اے جناب صدر انجمن۔ آپ خیال کرتے ہونگے کہ یہ مایوسی میرے دل کی کمزوری کا باعث ہے ورنہ کوشش کی ڈکشنری میں مایوسی اور ناممکن کا لفظ نہیں ہے۔ مگر ذرا انصاف کی نظر کا میں متمنّی ہوں۔ اس امر میں کوشش کرتے کرتے تین قرن گذر گئے اور کچھ نہیں ہوا۔ تیس چھتیس برس سے اس کوشش میں سرگردانی ہے اور پھر کولھو کے بیل کی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ وہیں ہیں جہاں تھے پھر کیوں نہ دل پر مایوسی چھا جاوے۔ مصرع

نالم چوں۔ دل است آخر نہ سنگ است

جناب صدر انجمن۔ یہ مضمون جو آج کے اجلاس میں پیش کیا ہے درحقیقت کوئی نیا مضمون نہیں ہے بلکہ دوسرے اجلاسوں میں متعدّد پیرایوں میں پیش ہو چکا ہے۔ اسی مضمون کو مگر دوسرے لفظوں میں میں نے لکھنؤ کے اجلاس میں پیش کیا تھا جس کو گروہ کثیر مُسلمانوں نے نامنظور کیا تھا۔ اگرچہ آپ کا وقت ضائع ہوگا مگر مجھکو اجازت دیجئیے کہ میں اپنی اُس اسپیچ کو آپکے سامنے پڑھوں اُس کے بعد جو کچھ مجھکو آج کہنا ہے وہ کہوں کیونکہ آج کے اجلاس کو میں درحقیقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سمجھتا ہوں +

لکھنؤ میں یہ مضمون پیش ہوا تھا کہ چھوٹے چھوٹے اِسکول مسلمان بچّوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے جن میں نہ لایق ماسٹر ہوتے ہیں اور نہ عمدہ تعلیم مُسلمانوں کے بچّوں کی تعلیم میں نقصان پہنچانیوالے اور مُسلمانوں کی مجموعی قوت کو متفرق کرنیوالے ہیں +

اِسپر میں نے یہ گفتگو کی کہ اِس رزولیوشن کو سُنکر بلاشُبہ آپ سب صاحب متعجب ہوتے ہونگے مگر براہِ مہربانی اِس کے نامنظور کرنے میں جلدی نہ کر بیٹھیئے گا ذرا تامل فرمائیے گا اور مجھے اُسکی تشریح کرنے دیجئیے گا اور اُسکے حُسن و قبح دونوں کو جانچیئے گا +

جن بزرگوں نے اِن چند برسوں میں متعدّد جگہ چھوٹے چھوٹے اِسکول بے ثبات چندہ کے بھروسے پر قایم کیئے ہیں اور مسلمان بچّوں کے غول بھرے ہیں اُن اِسکولوں کی حقارت کرنا یا اُن کو غیر ضروری قرار دینا میرا مقصد نہیں ہے بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اُن سے جو نفع قوم کو پہونچتا ہے اور جو نقصان قوم کا اُن سے ہوتا ہے اُن دونوں کا اندازہ کیا جاوے اور اُن دونوں کو تولا جاوے

جو پٹ بھاری نکلے اُسپر فیصلہ ہو ؛

اِس مطلب کی تشریح کرنے کو میں ایک مثال پیش کرتا ہوں - ایک شخص ہے جو نہایت پیاسا اور بھوکا ہے تم اُس کو روٹی دیتے ہو اور پانی پلانے کا بندوبست نہیں کرتے حالانکہ روٹی سے مقدم پانی پلانے کا بندوبست کرنا ہے - روٹی کی بھی بلاشبہ اُس کو ضرورت تھی مگر جو شئے اُس سے بھی زیادہ مقدم تھی اُس کا خیال نہ کرنے سے روٹی دینا کچھ فایدہ نہ کرے گا اور ضرور وہ شخص پیاس کے مارے مرجاوے گا ؛

یہی حال ہماری قوم کا ہے - چھوٹے اِسکول ادنےٰ تعلیم کے لیئے قایم کرنے پیاسی اور بھوکی قوم کو روٹی دینی ہے - قوم کو نہایت ٹھنڈے پانی یعنی اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے جب تم اُسکا بندوبست نہیں کرتے تو اُس کا نتیجہ بجز اِسکے کہ قوم پیاس کے مارے مرجاوے اَور کچھ نہیں ہوسکتا قوم میں اِس قدر مقدور نہیں ہے کہ اعلےٰ تعلیم کا بھی بندوبست کرے اور ادنےٰ تعلیم کا بھی بندوبست کرے اور اِس سبب سے جبکہ وہ ادنےٰ تعلیم کے انتظام پر متوجہ ہوتی ہے تو بمجبوری اُس کو اعلےٰ تعلیم کے انتظام کا موقع نہیں رہتا - مجموعی قوّتوں کا زور ساقط ہو جاتا ہے اور قوم کے لیئے اُسی نتیجہ کی اُمید ہوتی ہے جو اُس پیاسے شخص کی نسبت پیاس کی سختی سے ہوسکتی ہے ؛

سوچنا چاہیئے کہ لوگوں کی توجہ چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے پر کیوں مایل ہوتی ہے براہ مزاح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اپنے لیئے ایک شغل پیدا کرنے کے لیئے - مگر اُن کا تو مشغلہ ہوتا ہے اور اُن بیچارے بچّوں کی زندگی برباد ہو جاتی ہے ؛

مزاح کی بات کو جانے دو - وہ لوگ نیک نیّتی اور قومی ہمدردی سے یہ سمجھتے ہیں کہ غریب لوگوں اور بے مقدوروں کے بچّوں کو فایدہ پہونچے اور عام تعلیم سے لوگ فایدہ اُٹھاویں - مگر اسمیں دو طرح سے غلطی ہے ؛

اوّل - یہ کہ جب تک اعلےٰ قوموں میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہیں ہوتی ادنےٰ قوموں اور غریب لوگوں میں ہرگز تعلیم نہیں پھیل سکتی ؛

دوسرے یہ کہ جب تک اعلےٰ درجہ کی تعلیم مُلک میں موجود نہیں ہوتی ادنےٰ درجہ کی تعلیم کا پھیلنا ناممکن ہے - دنیا کے کسی حصّہ مُلک کی تاریخ سے ثابت نہیں ہوا ہے کہ بدوں اعلےٰ اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے شایع ہوئے ادنےٰ درجہ کی تعلیم پھیلی ہو - قدرت کا قاعدہ ہے کہ ادنےٰ اعلےٰ کی پیروی کرتا ہے - کبھی اعلےٰ ادنےٰ کی پیروی نہیں کرتا - پس جو لوگ غریب لوگوں میں ادنےٰ درجہ کی تعلیم کے رواج کے خواہاں ہیں اُن کا سب سے اوّل یہ فرض ہے کہ اپنی قوم میں اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے پیدا کرنے کی کوشش کریں - ادنےٰ درجہ کی تعلیم اور غریب لوگوں میں

رفتہ رفتہ از خود پھیل جاوے گی ۔

ہر کوئی تسلیم کرتا ہے اور میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ قوم کا خوش حال ہونا اور تعلیم یافتہ اور معزز ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اُس میں معتد بہ تعداد کے لوگ نہایت اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہوں اُسکے بعد نہایت کثرت سے تعداد ایسے لوگوں کی ہو جو اوسط درجہ کی تعلیم پائے ہوں اور اُسکے بعد ادنےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ۔ مگر سب سے مقدم اعلےٰ درجوں کے تعلیم یافتوں کا موجود ہونا ہے جو قوم کے افتخار کا باعث ہے اور جو منبع اور مخرج باقی دو قسم کی تعلیموں کا ہے ۔ جو لوگ اپنی کوششیں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پر متوجہ نہیں کرتے اور ادنےٰ پر مصروف کرتے ہیں وہ اُلٹی گنگا بہاتے ہیں جس میں کبھی کامیابی نہ ہوگی ۔

اب دوسری طرح پر غور کرو کہ اکثر حصوں اور قریباً ہر ایک ضلع میں گورنمنٹ اسکول یا مشنریوں کے اسکول قایم ہیں جو انٹرنس تک کی تعلیم اسلوبی سے دیتے ہیں ۔ اگر تم اس قسم کے مقامات میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے کسی وجہ سے اسکول قایم کرتے ہو ۔ بہتر قایم کرو مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے اسکول میں اُسی درجہ کے لایق ۔ ذی علم ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر ہیں جیسے کہ اُن اسکولوں میں ہیں یا نہیں جہاں تک کہ مجھے علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ نہیں ۔ پس غور کرو کہ تم جو عمدہ اور ذی علم ماسٹروں کی تعلیم سے مسلمانوں کو چھڑا کر اپنے کم علم اور ناقص ماسٹروں کے سپرد کرتے ہو تو تمہارا ایسا کرنا درحقیقت اُن کے ساتھ سلوک کرنا ہے یا بدسلوکی ۔ یہ ایسی صاف بات ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکتا ہے ۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان چھوٹے اسکولوں میں ادنیٰ درجہ تک تعلیم دیکر لوگوں کو تیار کرتے ہیں تاکہ وہ کسی اسکول یا کالج میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پانے کے لیئے داخل ہو سکیں اور اسی خیال سے بہت سے بزرگوں نے جا بجا پرئمری اور اپر پرئمری ۔ مڈل اور بعض مقاموں میں انٹرنس تک کے اسکول قایم کیئے ہیں ۔ یہ بات تو نہایت خوشی کی ہے کہ تھوڑے عرصہ سے ہماری قوم کو اپنی قوم کی تعلیم کا خیال پیدا ہوا ہے اور ہندوستان کے ہر کونہ سے اس بات کی آواز آتی ہے کہ قوم کے لیئے کچھ کرنا چاہیئے لیکن اگر اس کوشش میں کچھ نقص ہو تو اُس سے چشم پوشی بھی مناسب نہیں ہے ۔ پس جن بزرگوں نے اس قسم کی کوشش کی ہے جس کا میں بیان کر رہا ہوں ۔ اوّلاً دل سے اُن کا شکر ادا کرنیکے بعد یہ امر کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کرنے سے اُس مقدم امر سے جسکو میں نے مقدم قرار دیا ہے یعنی **مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کی ترقی** سے بالکل غفلت کی ہے یا اپنی قوت کو مقدم چیز کے بدلے مؤخر شے کی طرف رجوع کیا ہے یا اپنی مجموعی قوت کو اس طرح پر ساقط کر دیا ہے کہ مقدم امر کے انجام کے قابل نہیں رہی ہے ۔

اے صاحبو تعلیم کا معاملہ نہایت نازک ہے اور اُسکے اثر اچھے یا بُرے جو نہایت

مخفی طور سے پیدا ہوتے ہیں وہ بہت کم نظر آتے ہیں مگر وہ اثر نہایت گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں فرض کرو کہ ایک اسکول ایسا قایم کیا جاوے جو صرف مڈل تک کی تعلیم دیتا ہو اور ایک اسکول ایسا ہو جو انٹرنس تک کی تعلیم دیتا ہو جس میں مڈل کلاس بھی ہو باوجودیکہ دونوں میں مڈل کلاس کے پڑھنے کی کتابیں یکساں ہیں مگر جو دماغی اثر اور ترقی کی طرف مائل خیالات اُن لڑکوں کے ہوتے ہیں جو اُس اسکول میں پڑھتے ہیں جو انٹرنس تک پڑھاتا ہے ہرگز اُن لڑکوں کو حاصل نہیں ہوتے جو اُس اسکول میں پڑھتے ہیں جو صرف مڈل تک پڑھاتا ہے ؛

آگے یہ فرق اُن لڑکوں میں زیادہ محسوس ہوتا ہے جو کسی کالجیٹ اسکول میں پڑھتے ہیں اور جو صرف ایسے اسکول میں پڑھتے ہیں جو صرف انٹرنس تک پڑھاتا ہے۔ پس ہمکو اپنی قوم کی ترقی کی کوشش کرتے میں ہر بات پر خیال کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری کوششیں بعوض اس کے کہ ہم اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر لیجاویں تنزل کی راہ پر لیجاتے ہوں اور بعوض اس کے کہ ہم اپنی مجموعی قوت کو اُن کی ترقی دینے میں کام میں لاویں اُس کو متفرق کر کے اُس مجموعی قوت کو ساقط کرتے ہوں ؛

اِن چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے کا خیال ایک اَور سبب بھی پیدا ہوا ہے جو نہایت نیک دلی اور قومی ہمدردی کا خیال ہے اور جو بلاشبہ تعریف و تحسین کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شہر یا قصبہ میں کوئی اسکول موجود نہیں ہے اور انہوں نے اِس خیال سے اسکول قایم کیا ہے کہ وہاں کے لڑکے جو آوارہ پھرتے ہیں کچھ پڑھ جاویں میں ایسے اسکول کی مخالفت کرنی نہیں چاہتا مگر جب تمام قوم کو بہ حیثیت ایک قوم ہونے کے مثل شخص واحد کے خیال کرتا ہوں تو اُن بزرگوں کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرتا ہوں کہ آپ نے پیاسے اور بھوکے شخص کے لیئے صرف روٹی کھانے کا سامان کیا ہے مگر وہ پیاس کے مارے مرنے والا ہے ؛

اے صاحبو تعلیم کے متعلق صرف دو قسم کے خیالات ہیں۔ ایک اشاعت کرنا اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا جو بلاشبہ ایک محدود گروہ کو یا قلیل گروہ کو نصیب ہوگی۔ دوسرے اشاعت کرنا عام تعلیم کا جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ اور غریب گروہیں اور غریبوں کے لڑکے اُس سے فایدہ اُٹھاویں اور گروہ کے گروہ اور غول کے غول ایسے پیدا ہو جاویں جو شُد بُد سے واقف ہوں جہاں تک مجھ کو اپنی قوم کے بزرگوں سے موقع ملا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُن کے خیالات اس پچھلی قسم کی تعلیم کی طرف زیادہ مایل ہیں اور وہ اپنی نیک نیتی سے تعلیم کا ایسا طریقہ چاہتے ہیں جس سے غریب آدمی بھی فایدہ اُٹھا سکیں ؛

اے صاحبو۔ میں اپنی قوم کے اُن بزرگوں کے اِس خیال پر نہایت ستایش کرتا ہوں مگر

جس خیال سے میں اپنی قوم کی ہمدردی کرتا ہوں اور جس درجہ پر میں اپنی قوم کو لیجانا چاہتا ہوں وہ میرا مقصد صحیح ہو یا غلط - ممکن ہو یا ناممکن - اُس طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا - میں اپنی قوم کو آسمان کی مانند کرنا چاہتا ہوں جو رات کے وقت ہمکو دکھائی دیتا ہے - جب میں رات کو آسمان دیکھتا ہوں تو میں اُس کے اُس حصہ کی جو نیلا نیلا سیاہ رُو ڈراونا دکھائی دیتا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا مگر اُن ستاروں کو دیکھنا چاہتا ہوں جو اُس میں چمک رہے ہیں اور معشوقانہ انداز کی چمک سے ہمکو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور جن کے سبب سے اُس تمام سیاہ رو آسمان کو بھی عجیب قسم کی خوبصورتی حاصل ہوئی ہے ✣

اے صاحبو کیا تم اپنی قوم میں اِس قسم کے لوگ پیدا کیئے بغیر جو تمہاری قوم میں ایسے ہی چمکتے ہوں جیسے آسمان پر تارے - اپنی قوم کو معزز اور دوسری قوموں کی آنکھ میں باعزت بنا سکتے ہو - ہرگز نہیں ہرگز نہیں ✣

اے صاحبو - کیا تم اُن ستاروں کے پیدا کیئے بغیر اپنی سیاہ رو اور درماندہ لیل قوم میں کوئی خوبی پیدا کر سکتے ہو - عام تعلیم کا عام لوگوں میں بغیر موجود ہوتے اعلےٰ تعلیم کے پھیلنا ناممکن ہے اور تمام دنیا کی تاریخ سے اُسکا ثبوت ملتا ہے - پس بلاشبہ مجھکو افسوس ہے کہ نیک نیت کوششیں جو قبل از وقت ہماری قوم کے بزرگ دوسری قسم کے خیالات سے کرتے ہیں وہ سب ضایع ہونیوالی ہیں یا قوم کے لیئے سب بے سود ہیں ✣

اے صاحبو - اس قسم کی تعلیم پر زور دینا اور خیال کا رجوع کرنا اُس قسم کے لوگوں کا کام ہے جہاں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر پہونچا ہوا ہو یا ایک بدنیت گورنمنٹ کا کام جو اپنی رعایا کو کسی ظالمانہ پالسی سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک پہونچنے سے روکتی ہو یا ایسی منصف گورنمنٹ کا کام ہے جو حقوق کی پابندی اور منصفانہ برتاؤ کی مجبوری سے عام تعلیم کے فنڈ کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم میں جو بلاشبہ محدود لوگوں پر منحصر ہوگی خرچ نہ کر سکتی ہو - اب تم جو اعلےٰ درجہ کی تعلیم کو چھوڑ کر عام تعلیم کی طرف توجہ کرتے ہو کیا تمہاری قوم میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر پہونچگیا ہے یا تم مثل اُس ظالم یا منصف گورنمنٹ کے ایسا کرنے پر مجبور ہو - مجھے بزرگان قوم معاف فرماوینگے کہ میں اِس راہ کو قومی ترقی کی راہ نہیں سمجھتا ✣

اِسقدر سُننے کے بعد ضرور میرے دوستوں کے دل میں جو اسوقت یہاں تشریف رکھتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ اگر یہ تدبیریں ترقی کی طرف مائل نہیں ہیں تو وہ تدبیریں کیا ہیں جن کا ترقی کی طرف میلان ہے - جو کچھ میرا خیال اس امر کی نسبت ہے میں ضرور اس کو بتاؤنگا میں نہایت خوش ہوں بلکہ میری آرزو ہے کہ ہماری قوم خود اپنے اتفاق سے قومی اسکول اور قومی کالج

قایم کرے اور اُن کی کثرت ہو کہ گورنمنٹ کو بمجبوری اپنے اسکول اور کالجوں کو اُٹھا لینا پڑے مگر ہمکو کسی اسکول کے قایم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ ہم انٹرنس کلاس کی پڑھائی کا اسکول نہیں قایم کرسکتے اور جس میں ایک نہایت عمدہ اور لایق پورا جنٹلمین یورپین ہیڈ ماسٹر مقرر نہیں کرسکتے۔ ایسا اسکول بارہ سو (۱۲۰۰) روپیہ ماہواری مستقل آمدنی کے بغیر قایم نہیں ہوسکتا۔ اِس درجہ سے کمتر درجہ کا اسکول قایم کرکے بچوں کو اُس میں پھنسانا قومی نقصان کا باعث ہے اور نہ اُس کی ضرورت ہے کیونکہ اسقدر تعلیم حاصل کرنے کے بہت سے وسیلے موجود ہیں +

اسیطرح ہمکو کسی کالج کے قایم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ ہم اسقدر سرمایہ بہم نہ پہونچالیں جس سے علاوہ ہندوستانی پروفیسروں کے کم سے کم تین یورپین پروفیسر نہایت عمدہ خصلت کے اور پورے جنٹلمین مقرر نہ کرسکیں دو ہزار پانسو روپیہ ماہواری سے کم میں ایسا اسٹاف جمع نہیں ہوسکتا۔ اور متفرق اخراجات اور ضروری کتب خانہ کے لیئے جو کالج کے لیئے ضروری ہے اِس کے سوا روپیہ کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ قوم کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ہر جگہ وہ ایسے اسکول اور کالج قایم کرسکے مگر سب کو اپنی قوت مجموعی سے کسی جگہ اُس کو پورا کرنا چاہیئے۔ جب ایک جگہ پورا ہولے تو پھر دوسری جگہ قایم کرنے میں اپنی مجموعی قوت کو کام میں لاویں +

اگر وہ یہ کام نہیں کرسکتے تو بعوض چھوٹے چھوٹے اسکول بنانے کے کسی مقام کو پسند کریں جہاں عمدہ اسکول یا کالج ہو اور وہاں پر لڑکوں کے رہنے کا اور وہاں کی سکونت کے اخراجات میں امداد دینے کا انتظام کریں اور قوم کے لڑکوں کو جمع کرکے وہاں رکھیں اور جو روپیہ کہ چھوٹے چھوٹے اسکول بنانے میں صرف کرتے ہیں اُس کو اُن کی تعلیم دلانے میں خرچ کریں +

اِس تدبیر میں دو نقص باقی رہتے ہیں جو میرے خیال میں بہت بڑے ہیں گو کہ لوگ اُنکا کم خیال کرتے ہیں اِس وقت جس قدر کالج و اسکول ہیں وہ گورنمنٹ کے ہیں یا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں یا مشنریوں کے ہاتھ میں ہیں اُن کے انتظام میں ہمکو کچھ مداخلت نہیں یا برائے نام کچھ ہے اور اُن کا انتظام ہم اپنے دلخواہ نہیں کرسکتے اور جو حاجتیں مُسلمان لڑکوں کی تعلیم میں ہیں وہ اُن سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ اسکے مُسلمان بچوں کو صرف تعلیم ہی دیدینا کافی نہیں ہے۔ اُن میں قومیت کی روح پھونکنی اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے یہ روح اُن میں پڑ نہیں سکتی جب تک گروہ گروہ مسلمان بچے ایک جگہ جمع کرکے تعلیم نہ دیئے جاویں اور اُن کے دل میں قومی کالج کے ہونے کے خیال کا اثر اور قومی کالج میں تعلیم پانے کا جوش

پیدا نہ ہو۔ اسے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک یہ روح ہماری قوم میں نہ آویگی اُسوقت تک ہماری قوم مُردہ بصورت زندہ رہیگی اور کسی چیز میں تعلیم۔ دولت۔ عزت۔ ہمت۔ حمیت۔ غیرت کسی چیز میں عروج کے درجہ پر نہیں پہونچنے کی۔ خدا ہماری قوم کی مدد کرے۔ (یہ میری اسپیچ تھی جو میں نے لکھنؤ میں کی تھی)۔

جناب صدر انجمن ۔ اِس اسپیچ میں جو میرا مطلب تھا وہ بہت صاف تھا یعنی مَیں یہ نہیں کہتا کہ ابتدائی تعلیم کے لیئے مدرسے نہ قایم کیئے جائیں اور مَیں کیونکر یہ کہہ سکتا ہوں کیونکہ جب تک ابتدائی تعلیم انٹرنس تک نہ ہوگی تو مسلمان بچے کالج کلاس تک کیونکر پہنچ سکینگے بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ ابتدائی تعلیم کے لیئے ناقص اور تعلیم کے خراب کرنیوالے مدرسے جنمیں نہ عمدہ تعلیم ہوتی ہو نہ لایق ماسٹر ہوں قایم کرنے مُسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کو نقصان پہنچانیوالے ہیں اگر عمدہ مدرسے قایم نہیں کر سکتے تو ناقص مدرسے قایم مت کرو بلکہ ایسی تدبیر کرو جس سے مسلمان بچوں کو عمدہ مدرسوں میں تعلیم پانے کا موقع ملے ۔

دوسرا مطلب میرا یہ تھا کہ ادنٰے تعلیم قوم کی ترقی کے لیئے کافی نہیں ہے۔ قوت کو مجتمع کرو اور اعلےٰ تعلیم میں مدد دو۔ اب آج کے رزولیوشن جو ہیں سنیے دو امر پیش کیئے ہیں۔

ایک یہ کہ درباب ترقی تعلیم و تربیت مُسلمانوں کے جو کچھ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے اور اگر یہی حالت رہی تو صدیاں گذرنے پر بھی تبدیل حالت نہیں ہونے کی ۔

دوسرے یہ کہ اگر اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لیئے متفقہ کوشش سے انتظام کیا جاویگا تو ترقی مُسلمانوں سے بالکل مایوس ہوجانا چاہیئے ۔

پہلا امر جو اِس رزولیوشن میں ہے اور تربیت کا اشارہ اُس میں کیا گیا ہے مجھے یقین ہے کہ اس باب میں کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تمام کالجوں میں جو اِس وقت گورنمنٹ کی طرف سے یا مشنریوں کی طرف سے قایم ہیں کوئی تدبیر طالب علموں کی تربیت اور اُن کے اخلاق درست کرنے کی نہیں ہے ۔ اور نہ ایک جگہ مُسلمان بچے جمع ہیں کہ آپس میں مل جُل کر رہنے سے باہمی ارتباط اور قومی ہمدردی پیدا ہو۔ بلکہ کالج کی جن جماعتوں میں مسلمان معدود اور غیر قوم کے لوگ کثرت سے ہیں وہاں مُسلمانوں کی قومی فیلنگ ہمیشہ دبی رہتی ہے اور قریباً قریباً معدوم ہو جاتی ہے اور یہ اثر ایک غیر محسوس حالت سے طبیعت میں بیٹھ جاتا ہے ۔ جو لوگ انسان کی طبیعت کی حالت کو سمجھنے والے ہیں وہ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ آپنے اور میرے دوستوں نے جو اس ملک میں موجود ہیں متعدد کالجوں کو دیکھا ہوگا۔ کیا وہ اُن کالجوں میں مسلمان طالب علموں کی ایسی ہی خوش حالت پاتے ہیں جیسے کہ ہمارے کالج کے طالب علم اس خیال سے

خوش ہوتے ہیں کہ وہ اپنے **قومی کالج** میں پڑھتے ہیں اور اپنی قوم کے ایک گروہ کو دیکھکر جو اُن کے ساتھ پڑھتے اور رہتے ہیں قومی فخر اور فرحت حاصل کرتے ہیں اور اُن کی اُمنگیں ہر دم تر و تازہ سرسبز و شاداب ہوتی رہتی ہیں اور کیا آپکے نزدیک اس کا اثر طبیعت انسانی پر نہیں ہوتا اور قومی فخر اور قومی ہمدردی اُس سے پیدا نہیں ہوتی۔ ڈھائی سو مسلمان طالب علموں سے زیادہ اس وقت تک بورڈر ہیں جو مذہبی جوش اور قومی ہمدردی کی فیلنگ آپ اُن میں پلتے ہیں کیا دوسرے کالجوں میں جہاں مسلمان اَور قوموں کے ساتھ ملکر پڑھتے ہیں اُن میں بھی یہی جوش اور یہی قومی فیلنگ پاتے ہیں۔ یہ ایک ادنےٰ نمونہ اُس تربیت کا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ یہی نشان قومی ترقی کا ہے اور اسی قسم کی تعلیم سے قوم قوم بنتی ہے۔ واشہدُ باللہ انّ ھٰذا لھو الحق المبین +

اب رہا مسئلہ تعلیم کا جس کی نسبت میں کہتا ہوں کہ ابتک جو کچھ ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے بلکہ نہایت رنج اور افسوس کے قابل ہے۔ اس کی زیادہ تشریح کرنے کی مجھے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اسی ہال میں **سید محمد محمود** نے ابتداء تقرر یونی ورسٹیوں سے زمانہ حال تک کی تحصیل علوم و فنونِ انگریزی میں مسلمانوں کا جو حال رہا ہے اُسپر لکچر دیا ہے۔ ڈائی گرام کے نقشے اِنہوں نے سب کے سامنے رکھے ہیں جس سے ہر شخص آنکھ سے دیکھ سکتا تھا کہ ہمارے ہموطن ہندو بھائیوں کی تعلیم کی شاخ ہر ایک یونی ورسٹی میں سر بفلک کشیدہ ہے اور مُسلمانوں کی تعلیم کی شاخ سرنگوں برزمیں اُفتادہ۔ کیا اِس سے زیادہ دِل دُکھانیوالا نقشہ محبان قوم کے خیال میں گذر سکتا ہے۔ کیا اِسکی کوئی اَور نظیر اِس سے زیادہ رنجدہ دیکھی جاسکتی ہے۔ اگر اعداد میں اِس کا حال پوچھو تو یونی ورسٹی کی تعلیم میں ہندوؤں کے مقابل میں مُسلمانوں کی تعلیم کا حال اس طرح پر ہے۔ کلکتہ یونی ورسٹی میں فیصدی سوا چار۔ الہ آباد یونی ورسٹی میں فی صدی نو سے کچھ زیادہ۔ مدراس یونیورسٹی میں فی صدی پون سے بھی کم۔ بمبئی یونی ورسٹی میں فی صدی پونے دو۔ پنجاب یونی ورسٹی میں اٹھائیس سے کچھ زیادہ۔ اور مجموع یونی ورسٹیوں میں فی صدی سوا چار سے کچھ کم +

اگرچہ میں اِس وقت اپنے زندہ دل پنجابی بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اُن کی تعلیمی حالت بلحاظ یونی ورسٹی کی تعلیم کے اَور صوبوں سے اچھی ہے مگر اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہونگا کہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے اگر پنجاب کے مسلمان باشندے یونی ورسٹی کی تعلیم میں اپنے ہندو بھائیوں سے سوایا ڈیوڑھا حصّہ نہ لیں تو اُن کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُنہوں نے تعلیم میں ترقی کی ہے +

جناب صدر انجمن۔ ایک بہت بڑی غلطی چلی آتی ہے جب اندازہ مسلمانوں کی

تعلیم کا بلحاظ پاپولیشن کے کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ اُن قوموں کو بھی شامل کیا جاتا ہے جن کا نام ہندو شاستر میں شودر قرار دیا ہے اور وہ اُن وحشی لوگوں کی نسل ہے جبکہ آریا لوگوں نے شمالی ہندوستان سے آکر فتح کیا تھا اُن قوموں میں ابتدا سے آج تک کبھی تعلیم کا خیال بھی نہوا تھا اور نہ ابتک خیال ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ اُن کو تعلیم دینا جانوروں کی تعلیم دینے سے کم مشکل نہیں ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ پس ایسی قوموں کا جو نہایت کثرت سے ہندوستان میں موجود ہیں۔ ہندو آریا قوموں کے ساتھ پاپولیشن میں شمار کر کے اُن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعلیم کا اوسط نکالنا ایک نہایت غلطی ہے +

ایجوکیشن کمیشن میں بھی اسپر بحث ہوئی۔ ایجوکیشن کمیشن نے بھی چند قوموں کو ہندؤں کے ساتھ پاپولیشن میں شمار کر کے ہندؤں اور مُسلمانوں کی تعلیم کا اوسط نکالنا غلط سمجھا اور ہندؤں کی چند قوموں کو پاپولیشن کے شمار سے خارج کر کے مختلف صوبوں میں مختلف نسبتوں سے تعداد ہندو اور مُسلمانوں کی پاپولیشن کی قرار دی ہے اور باعتبار پاپولیشن کُل ہندوستان کے یہ قرار دیا کہ تعلیم کے معاملہ میں پاپولیشن کے حساب سے مُسلمانوں کو ہندؤں کا ایک چوتھائی سمجھنا چاہیئے میں اُن کی اس رائے کو تسلیم نہیں کرتا اور میرے نزدیک ہندوؤں کی اُن قوموں کی تعداد کو جن کو تعلیم سے تعلق ہے مُسلمانوں کی تعداد کے برابر سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اگر میں اِس رائے کو چھوڑ دوں اور مُسلمانوں کے پاپولیشن چہارم تسلیم کروں تو بھی مُسلمانوں کی تعلیم کا نہایت خراب نتیجہ نکلتا ہے +

یونی ورسٹی الہ آباد سے (۴۳۰) ہندو گریجوایٹ ہوئے ہیں اور مسلمان بحساب تیرہ فی صدی (۶۴ ۱/۴) ہونے چاہیئے تھے مگر خوش قسمتی سے (۷۹) ہیں۔ اس خوش قسمتی کو خواہ تم اُن چند مُسلمانوں کی کوشش کا نتیجہ سمجھو جو بیس برس سے مُسلمانوں کی ترقی پر کوشش کر رہے ہیں خواہ یہ کہو کہ بمقتضائے زمانہ ہے۔ لیکن اگر یہ کہو گے تو اسکا بھی جواب دینا ہوگا کہ اگر صوبہ الہ آباد میں باقتضائے زمانہ ترقی ہوئی ہے تو اَور صوبوں میں کیوں نہیں ہوئی۔ کلکتہ یونی ورسٹی سے (۴۹۸۱) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مسلمان بحساب تیس فیصدی (۲۳۴۴) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۲۴۳) ہیں۔ مدراس یونی ورسٹی سے (۲۶۳۴) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مسلمان بحساب چھ فیصدی (۱۰۹ ۳/۴) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۲۲) ہیں۔ بمبئی یونی ورسٹی سے (۱۴۲۴) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مسلمان بحساب چہارم (۳۵۶) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۲۶) ہیں۔ پنجاب یونی ورسٹی سے (۲۴۶) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مُسلمان بحساب ساٹھ فیصدی (۱۶۰) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۶۹) ہیں۔ مجموع یونیورسٹیوں میں ۹۷۱۵ ہندو گریجوایٹ ہوئے جس کا چہارم (۲۴۲۸ ۳/۴) ہوتا ہے مگر مُسلمان صرف ۴۰۹ پاس ہوئے

ہیں۔ پس اس سے زیادہ کیا بدتر حالت مسلمانوں کی تعلیم کی ہوسکتی ہے۔ کیا **ہماری قوم** اسپر افسوس نہیں کرتی اور اگر کرتی ہے تو اس آفت کے دُور کرنے کی کیا تدبیر کرتی ہے ❖

اب ہمنے جو نہایت مستعدی سے اس قومی آفت کے دُور کرنے پر کمر باندھی ہے اور **محمڈن اینگلو اورینٹل کالج** علیگڈھ میں قایم کیا اُس کا بھی مختصر حال سُن لیجیئے۔ اتنے بڑے عظیم الشان کام کا جیسا کہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج ہے اور قومی ترقی کے جس خیال سے قایم ہوا ہے اور جس کا پورا ہونا صرف قومی امداد پر منحصر تھا اُس کی تکمیل کے لیئے روپیہ فراہم کرنے میں ہمنے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا کیونکہ روپیہ کی امداد کے بغیر اُس کا پورا ہونا محالات سے تھا اُسکے لیئے ہمنے دست گدائی ہر امیر و غریب کے سامنے دراز کیا اور اُس عار کو اپنے پر گوارا کیا جکی نسبت کہا گیا ہے کہ ؎

بدست آہکِ تفتہ کردن خمیر
بہ از دستِ در یوزہ پیشِ امیر

اے جناب صدر انجمن۔ ہمنے اِسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قیامت کا عذاب اپنی گردن پر لیا۔ کالج کی تکمیل کے لیئے۔ نہیں نہیں قومی ترقی کا سامان مہیا کرنے کے لیئے لاٹری ڈالی۔ جُوا کھیلا۔ اسپر بھی بس نہیں کیا اور اِس شعر پر عمل کیا ؎

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز
تا گنج زر از کہتر و مہتر بستانی

سوانگ بھرا۔ اسٹیج پر کھڑے ہوئے۔ دوستوں نے فقیروں کا بھیس بدلا۔ بدّو بنکر اور ہینڈ تھا بغل میں داب کر خدا کے لیئے مانگا مگر قوم نے کچھ نہ سمجھا اور مقصد پورا نہ ہوا ❖

آپ دیکھتے ہیں کہ کالج کی عمارتیں ناتمام پڑی ہیں۔ اس عظیم الشان تعلیم کے اخراجات کے لیئے ہمکو کافی طمانیت نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اعلےٰ تعلیم دینے کے لیئے اُن کو اسکالرشپ اور وظایف دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اُن کی حالتِ افلاس ایسی ہے کہ بغیر امداد کے اُن کی تعلیم نہیں ہوسکتی۔ ہمارے پاس کوئی کافی سرمایہ اُن کی امداد کا نہیں ہے ❖

طالب علموں کی کثرت آپ دیکھتے ہیں اُن کے رہنے کے لیئے بورڈنگ ہوس کافی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس سرمایہ نہیں ہے کہ ہم اور زیادہ بورڈنگ ہوس بنا سکیں جس طرح اور جس حیثیت سے ہم طالب علموں کو بورڈنگ ہوس میں رکھنا اور اُن کو تعلیم دینا چاہتے ہیں اُسطرح نہیں رکھ سکتے کیونکہ اُسکے لیئے روپیہ نہیں ہے۔ مسجد میں جس میں ایک گروہ کثیر طالب علموں کا نماز پڑھتا ہے اور ایسی بڑی جماعت ہوتی ہے کہ شاید اور کسی مسجد میں ایسی جماعت نہوتی ہوگی

وہ انتظام پر ہی ہے اور ہماری قوم کے لیئے نہایت فخر کا مقام ہے کہ وہاں ایک چھپر بنا ہوا ہے جس میں نماز ہوتی ہے ✦

ہمنے والنٹیر مقرر کیئے کہ قوم سے اس کام کے پورا ہونے کو پیسہ دو پیسہ آنہ دو آنہ تحصیل کریں اُس میں ناکامی ہوئی۔ پھر ہمنے بنی فیکٹر مقرر کیئے کہ قوم سے تھوڑا تھوڑا وصول کرکے روپیہ جمع کریں۔ ہمارے دوست نیاز محمد خاں نے پنجاب میں پھر والنٹیر سسٹم کو جگایا ابتک جو نتیجہ ہوا ہے اُس کا حال بھی سُن لیجئے کہ ہمارے دوست نیاز محمد خاں کے مقرر کردہ والنٹیروں نے مانا ۔۔۔ روپیہ تحصیل کیا ہے اور وہ آپ کی اجازت سے اپنی کارروائی کی رپورٹ اجلاس میں پڑھیں گے ✦

میں نے ۲۹۱ بنی فیکٹر مقرر کیئے جو ہر طرح پر صاحب وجاہت ہیں اگر وہ قوم کے لیئے ایک ایک جو کے برابر بھی چاندی یا تانبا تحصیل کرتے تو ادنےٰ درجہ سو سو روپیہ تک ہر ایک کو جمع کرلینا کچھ مشکل نہ تھا اور اُنتیس ہزار ایک سو روپیہ جمع ہو جاتا۔ مگر اُن کی کارروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسوقت تک صرف ایک ہزار سات سو روپیہ فراہم ہوا ہے ✦

جناب صدر انجمن۔ یہ نہ خیال کیا جاوے کہ قوم کی مفلسی اس ناکامی کا باعث ہے کیونکہ ایک چار آنہ کا مزدور بھی ایک آنہ یا دو پیسے قومی کام کے لیئے دے سکتا ہے اور اتنے ہی میں ہم لاکھوں روپیہ قوم کے لیئے جمع کرسکتے ہیں مگر قوم میں قومی جوش نہیں ہے اور اس لیئے وہ اُس محنت کو جو اِس طرح پر قوم کے لیئے روپیہ جمع کرنے میں ہوتی ہے گوارا نہیں کرتی ✦

جناب صدر انجمن۔ آپ یہ خیال نفرمائیے گا کہ میں قوم کے اُن فیاض لوگوں کی جنہوں نے ہزارہا روپیہ اِس کام کے لیئے عطا کیا ناشکری کرتا ہوں۔ بلکہ میں قوم کے فیاض بزرگوں اور قومی سرداروں کا دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہزارہا روپیہ سے کالج کی اور قومی تعلیم کی مدد کی علے الخصوص حضور عالی نظام حیدر آباد دام سلطنتہ کا جن کی بے مثل فیاضی سے یہ قومی مدرسہ اس خوبی سے چل رہا ہے۔ میں اپنی قوم کے اور اپنے چند ہم وطن ہندو بھائیوں کے اور یوروپین دوستوں کے اُن فیاض بزرگوں کا بھی دل سے شکر کرتا ہوں جن کی فیاضی سے ایسا عجیب کام جیسا کہ یہ کالج ہے جہاں تک تعمیر ہوا ہے جس کی نظیر تمام ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ بلاشبہ اس مدرسہ کا اس قدر تعمیر ہو جانا عجایب روزگار میں گنا جاتا ہے اور یہ جو کچھ ظہور ہوا ہے ہماری قوم کے فیاض بزرگوں کی فیاضی کا نتیجہ ہے۔ مگر میں قوم کی شکایت اِس وجہ سے کرتا ہوں کہ اگر اُن فیاض لوگوں کی تعداد کو جنہوں نے کالج کی مدد کی ہے قوم کی اُس تعداد سے مقابلہ کیا جاوے جو ابتک اُس کی امداد میں شریک نہیں ہوئے اور

جن کو بقدر اپنی حیثیت کے کالج کی مدد کرنا ضرور تھی تو ایسی نسبت نکلیگی کہ کسور اعشاریہ سے بھی اُس کا بیان کرنا مشکل ہو جاوے گا۔ پس یہ جو کچھ ہوا **فیاض لوگوں کی فیاضی** کا نتیجہ ہے مگر **قوم** کو من حیث القوم جو کچھ کرنا ضرور تھا وہ قوم نے نہیں کیا اور نہ قوم کے بزرگوں نے ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے قوم کو من حیث القوم مدد کرنے کا موقع ملتا۔ پس میری شکایت قوم کے اُن بزرگوں سے ہے جن کو ایسا طریقہ اختیار کرنا ضرور تھا جس سے قوم کو من حیث القوم مدد کرنے کا موقع ملتا۔

اے جناب صدر انجمن ۔ میں نے اپنی دانست میں اپنے دعووں کو بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ قوم کی حالت تعلیم نہایت ناچیز درجہ پر اور محض ناکافی ہے اور اُس کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت پر پہونچانے کا تمام ہندوستان میں کوئی پورا سامان نہیں ہے اور بغیر اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت ہونے کے نہ قوم قوم بن سکتی ہے اور نہ قوم کو کوئی عزت حاصل ہو سکتی ہے۔ پس اگر قوم اس پر متوجہ نہ ہو اور اُس کے لیئے اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کا متفقہ کوشش سے انتظام نہ کرے تو اُس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ترقی حالت مسلمانان سے بالکل مایوس ہو جانا چاہیئے۔ اگر کچھ سہارا ہوتا ہے تو حضرت **یعقوب** علیہ السلام کے قول سے ہوتا ہے جبکہ اُنہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا لا تیأسوا من روح اللہ انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔

اے جناب صدر انجمن اور اے ہماری قوم کے بزرگو ۔ جو اس وقت اس بڑے ہال میں صرف قومی بھلائی کے ارادہ سے جمع ہو مجھ کو معاف کیجئے کہ میں آپ صاحبوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج جس درجہ تک کیا بہ حیثیت تعمیر عمارات اور کیا بہ حیثیت تعلیم و تربیت مسلمانان پہونچ گیا ہے اگر تم اس کی پروا نکرو تو موجودہ حالت میں کوئی دوسرا انسٹیٹیوشن کسی شہر و قریہ میں قایم کرکے اِس درجہ تک پہونچا سکتے ہو اگر بالفرض اس درجہ تک پہونچا بھی دو تو وہی کرو گے جو ہو چکا ہے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی ناتمام اور وہ بھی ناتمام۔ لیکن اے دوستو۔ جو مشکلات مجھ کو اس کالج کے اس درجہ تک پہونچانے میں پیش آئی ہیں اور وہ تائیدات غیبی جو اتفاقات زمانہ سے اِس کالج کو اس درجہ پر پہونچانے میں مجھ کو ملی ہیں اُن پر لحاظ کرکے میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی جدید انسٹیٹیوشن کو اس درجہ تک پہونچانا سخت مشکل کام ہے مگر وہ پورا نہیں ہوا پس تمام قوم کو متفقہ کوشش سے اُس کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اِس وقت تمام ہندوستان میں قوم کے نوجوان ہونہار بچوں کو اعلےٰ درجہ تعلیم و تربیت تک پہونچانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

میں خوب جانتا ہوں اور میرے کانوں نے سُنا ہے اور میری آنکھوں نے تحریرات کو

دیکھا ہے کہ جب میں قوم سے چاہتا ہوں کہ متفق کوشش سے اس کو پورا کرو تو میرے اِس کہنے کو لوگ خود غرضی پر محمول کرتے ہیں - **اے دوستو** - اگر میری غرض قوم کی بھلائی اور قوم کی ترقی ہے تو کیوں تم اُس میں معاون اور مددگار نہیں ہوتے - اگر میری غرض اِس میں نام آوری ہے **وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي** - تو البتہ اِس کا مجھ کو افسوس ہے - لیکن **اے قوم** یاد رکھو کہ اِس کام کے ناتمام رہجانے میں اور کالج کے ویران ہوجانے میں اور ہمارے طالب علموں کی جگہ خرگاہ ہوجانے میں تمہاری نہ تم میں سے کسی ایک کی بلکہ قوم کی قوم کی بدنامی اور ذلت اُس سے بہت زیادہ ہوگی جتنی کہ اُس کے پورا ہوجانے میں کسی کو میری خیالی ناموری کا افسوس ہو ❖

جناب صدر انجمن - میں اقرار کرتا ہوں اور دل سے اِسپر یقین رکھتا ہوں کہ ایک مدرسہ کا ہونا تمام ہندوستان کے لیئے کافی نہیں ہے بلکہ جس قدر مدرسے یونیورسٹیوں کے متعلق اِسوقت انگلینڈ اسکاٹلینڈ آیرلینڈ میں موجود ہیں اُس سے زیادہ تعداد کے مدرسے ہندوستان میں ہونے چاہییں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جو کام پہلے شروع ہوگیا ہے اور ایسے درجہ تک پہونچگیا ہے جس کا خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا قوم کی تمام قوتیں متفق ہوکر اوّل اُسکو پورا کرو اُسکے بعد ویسا ہی کام دوسری جگہ شروع کرو اور متفق کوشش سے اُس کو پورا کرو پھر تیسرا کام شروع کرو علیٰ ہٰذا القیاس - اگر ایسا نہ کیا جاوے گا تو سب کام ادھورے اور ناقص رہجاوینگے اور کوئی بھی پورا نہ ہوگا اور قوم کو شدید نقصان پہونچے گا - اگر میری اِن معروضات میں کچھ اصلیت اور حقیقت ہے تو قوم سے میری درخواست ہے کہ اپنی قوت کو متفق کرکے اُس کو پورا کریں - قوم بلاشبہ مفلس ہے مگر ایسی مفلس نہیں ہے کہ متفق ہوکر بھی قوم کی ضروریات کو انجام نہ دیسکے - اگر قوم کوشش کرے اور بلحاظ آبادی کے فی شخص ایک روپیہ اوسط کے حساب سے وصول کرے تو کئی کروڑ روپیہ فراہم ہوتا ہے اور متعدد مدرسے مثل ایسے مدرسہ کے ہندوستان میں قایم ہوسکتے ہیں - پنجاب اور شمال مغربی اضلاع اور اودھ سے اگر اِس حساب سے روپیہ فراہم کیا جاوے تو ہر ایک صوبہ میں اِس کی مانند مدرسے قایم ہوسکتے ہیں ہاں **قوم کی توجہ** اور قوم میں جو **محبّ قوم** ہیں اُن کی سعی و کوشش درکار ہے ❖❖

ہمارے کالج کے چند طالب علموں نے ایک کمیٹی بنام **الفرض** قایم کی ہے اُنہوں نے عہد کیا ہے کہ جب تک وہ زندہ ہیں کالج کے پورا کرنے اور قوم کو ترقی دینے میں کوشش کرتے رہیں گے اور وہ بقدر اپنی حیثیت کے کامیاب بھی ہوئے ہیں - کیا ہماری قوم کے بزرگوں کا فرض نہیں ہے کہ وہ خدا کے سامنے ایسا ہی عہد کرکے اس کالج کے پورا کرنے اور قوم کی ترقی میں

بدل مصروف ہوں ؛

جناب صدر انجمن۔ خدا نے اپنی تمام مخلوق کو ایک ہی اصول پر پیدا کیا ہے آپ ایک نہایت خوبصورت سرسبز و شاداب درخت کو دیکھتے ہیں کہ خشک ہونا شروع ہوتا ہے وہی زمین ہوتی ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔ وہی آسمان کا پانی اُس کو سینچتا ہے۔ وہی سورج کی کرنیں جو اُس کو قوت پہونچاتی تھیں موجود ہوتی ہیں۔ وہی ہوائے محیط اُس کے سرسبز رکھنے کو چلتی رہتی ہے مگر اُس کی اندرونی حالت ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ اُس میں نہ جذب منافع کی قوت رہتی ہے نہ دفع مضار کی۔ اور نہ تغذیہ حاصل کرنے کی۔ پھر رفتہ رفتہ سوکھ جاتا ہے اور آگ کی بھٹی کا ایندھن ہوتا ہے۔ ہماری قوم کا بھی یہی حال ہو گیا ہے قوائے اندرونی جو ذریعۂ ترقی ہیں معدوم ہوتے جاتے ہیں جو رہے ہیں وہ بھی چند روز میں معدوم ہو جاوینگے۔ ہائے افسوس اُس دن پر جبکہ وہ بھٹی میں ڈالے جانے کے قابل ہوں ؛

جناب صدر انجمن۔ لوگ کہتے ہیں کہ اعلےٰ تعلیم کا نتیجہ کیا ہے۔ اب بھی جس قدر بی اے اور ایم اے موجود ہیں اُن کو بھی نوکری نہیں ملتی پھر اَور جو بی اے اور ایم اے ہو جاوینگے وہ کیا کرینگے اور اُن سے قومی ترقی کیا ہوگی ؛

اوّل تو میں یہ کہوں گا کہ اس وقت تک مُسلمانوں میں اعلےٰ تعلیم کا وجود نہیں ہے۔ یونیورسٹیوں سے بی اے اور ایم اے ہو جانا اوّل تو اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہیں ہے اور پھر اسپر زیادہ افسوس یہ ہے کہ جو لیاقت بنگالی بی اے اور ایم اے کو حاصل ہوتی ہے وہ بدقسمتی سے مسلمان بی اے اور ایم اے کو حاصل نہیں ہوتی۔ کیا آپ ہمکو کوئی ایسا مُسلمان بتا سکتے ہیں جس میں ایسی لیاقت ہو کہ اگر مُسلمانوں کی طرف سے کوئی انگریزی اخبار جاری ہو تو اِس لیاقت سے اڈیٹری کر سکے کہ اُسکے لکھے ہوئے مضامین کو۔ اُس کی عبارت کو۔ اُسکے طرزِ تحریر کو انگریز پسند کریں اور اُن پر اثر ڈالے اور انگریزوں کو اُسکے پڑھنے کا شوق ہو اور مُسلمانوں کے مقاصد اُس سے پورے ہو سکیں۔ صد افسوس میری صاف گوئی پر جو میں نہایت دلسوزی سے کہتا ہوں میرے دوست مجھ کو معاف کرینگے کہ جو مُسلمان ولایت میں بھی تعلیم پا کر آتے ہیں وہ بھی قوم کے لیئے اپنے ساتھ علوم و فنون و لٹریچر کی کیا چیز لاتے ہیں ؛

علاوہ اِس کے بڑی نافہمی کا کام ہوگا اگر تمام بی اے اور ایم اے صرف سرکاری نوکری کی غرض سے پڑھیں اور اپنی بہبودی کو صرف سرکاری ملازمت پر منحصر کریں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہر ایک بی اے اور ایم اے کو سرکاری نوکریاں ملنی محالات سے ہیں۔ مگر میں کہوں گا کہ سرکاری نوکری کا خیال پیدا ہونے اور اُسی پر اپنے تئیں منحصر رکھنے کا سبب یہی ہے کہ اُن کو اعلےٰ درجہ کی

تعلیم حاصل نہیں ہے۔ اُن کو ایسی لیاقت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے قوت بازو سے کچھ کر سکیں اِس لیئے ہمّت ہارے ہوئے ہیں اور سرکاری ملازمت جو ادنے درجہ زندگی کا ہے اور جس میں صرف بی اے اور ایم اے کے نام سے فروخت ہو سکتے ہیں دوڑتے ہیں۔ ابھی ہمارے کالج کے پروفیسر بابو جادھب چندر چکرورتی نے میتھمیٹکس میں ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے جو یونی ورسٹی کے کورس میں بھی داخل نہیں ہے مگر اُن کو ابتک چارسو روپیہ ماہواری کے قریب اُس کی کاپی رائٹ کا ملتا رہا ہے اور اَور معلوم نہیں کہ کب تک ملتا رہیگا ۔

انگریزی خوان طالب علموں کو جو بجز تلاش روزگار کے اَور کچھ نہیں سوجھتا اور اپنی قوت بازو سے کوئی دوسرا کام کرنا اُن کے خیال میں نہیں آتا اِس کا سبب یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت نہیں ہوتی اور جب تک یہ دونوں چیزیں ساتھ نہ ملیں اُس وقت تک دنیاوی امور میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ وہ محنت کے عادی نہیں ہیں۔ اپنے گھر کو چھوڑنا اُن کو۔ اُن کے والدین یا مربیوں کو انتہا شاق گذرتا ہے۔ تجارت کے مقاصد کے لیئے اُن کو غیر ملک کا سفر کرنا دُنیا سے کوچ کرنے کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ راست بازی۔ کفایت شعاری۔ ملکر کوئی کام کرنے کی عادت اُن میں نہیں ہے۔ نفاق۔ آپس کے حسد۔ ضدم ضدا۔ اُن کے خمیر میں ہے۔ سوسئیٹی میں ملنے کے اصول کا اُن کو خیال نہیں ہے اس لیئے متفق ہو کر کسی کام کے کرنے کی اُن میں استعداد نہیں ہے۔ صرف کُھری تعلیم سے یہ لیاقت پیدا نہیں ہوتی ۔

یونی ورسٹی کی تعلیم کی ایسی مثال ہے کہ ایک اَن گھڑ پتھر کو لیکر صورت کے ڈول میں بنادو مگر اُسپر پالش یا چمک دمک ہونی جس سے لوگ اُس کو پسند کریں یا اُس کے خواہاں ہوں صرف تربیت سے ہوتی ہے۔ یہ تربیت اگر بچپنے سے ہو تو زیادہ موثّر ہوتی ہے۔ بڑے ہونے کے بعد جبتک نہایت قوی اثر نہ ہو مشکل سے ان امور میں طبیعت موثّر ہوتی ہے مگر تمام یونی ورسٹیاں اور کالج اس قسم کی مطلق تربیت نہیں دیتے ہیں۔ مدرستہ العلوم علیگڈھ میں اِس کا خیال کیا گیا ہے اور کچھ نتیجہ بھی حاصل ہو چلا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ جیسا چاہیئے وہ مقصد پورا پورا حاصل ہو گیا ہے۔ جبکہ اعلے تعلیم دینے میں یہ مشکلات ہیں تو کیونکر ہماری قوم کے بزرگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم چھوٹے چھوٹے اسکول یا معمولی کالج قایم کرنے سے قوم کے بچّوں کو اعلے تعلیم دےلیں گے اور قوم کو اعلے درجہ تعلیم و تربیت پر پہونچا دینگے ۔

لفظ تربیت بھی تشریح کا محتاج ہے۔ اب ہم سمجھاتے ہیں کہ مسلمانوں کی تربیت سے ہماری کیا مراد ہے ۔

سب سے اوّل ہمارا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں میں نیشنلٹی یعنی قومیت اور قومی اتحاد

اور قومی ہمدردی جو اوّل سیڑھی قومی ترقی کی ہے قایم رہے - اِس کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے - سب سے مقدم یہ کرنا ہے کہ وہ مسلمان رہیں اور مذہب اسلام کی حقیت اُن کے دل میں قایم رہے اور اس لیئے ضرور ہے کہ ہم انگریزی تعلیم کے ساتھ اُن کو مذہبی تعلیم بھی دیں اور عقاید مذہبی اُنکو سکھاویں اور جہاں تک ممکن ہو اُن کو فرایض مذہبی کا پابند رکھیں - تاریخ اسلام اور مذہب اسلام کے شیوع سے جس کے سبب کُل جزیرہ عرب کے باشندے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بول اُٹھے اُن کو آگاہ کریں ◆

اُس کے بعد اُن کو اُخوت اسلامی کا سبق دیں - بتلاویں کہ اُخوت اسلامی کیا چیز ہے جو نسبی اُخوت سے بھی بہت زیادہ مستحکم ہے - اِس اخوت میں کیا خوبی اور عمدگی اور تمام اخوتوں پر تفوق تھا جسکے سبب سے خدا نے اپنا احسان ہم پر جتایا اور فرمایا کہ الّف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الّفت بین قلوبھم ولٰکن اللّٰہ الّف بینھم ◆

پھر ہمکو اپنی قومیت قایم رکھنے کے لیئے عربی زبان کی بھی جو ہمارے بزرگوں اور ہمارے پاک مذہب کی زبان ہے جس قدر ہو سکے تعلیم دینا ہے - کم سے کم یہ کہ فارسی زبان ہی سکھاویں تاکہ قومیت کا اثر اُن میں پایا جاوے - انگریزی تعلیم کے سبب اُن میں سے قومیت معدوم نہونے پاوے ◆

پھر ہمکو اُن میں قومی ہمدردی پیدا کرنی ہے قومی ہمدردی کا پیدا ہونا بجز اس کے کہ غول کے غول مسلمان بچّوں کو ہم ایک جگہ جمع کریں وہ سب ملکر ایک جگہ رہیں - ایک جگہ پڑھیں ساتھ ایک ساتھ کھاویں - ناممکن ہے - اِس مطلب کے لیئے ہمکو ایک بڑا بورڈنگ ہوس بنانا ہے جس میں کم سے کم ایک ہزار طالب علم کالج کلاسوں کے رہ سکیں - اُن میں باہمی اخوّت ہو - اور ماجائے بھائی بندی اُن میں پیدا ہو - اگر ہمنے اپنے بچّوں میں اس طرح اخوّت اور قومی ہمدردی کا جوش پیدا نہیں کیا تو آپ یقین جانیئے کہ نہ قوم قوم بن سکتی ہے اور نہ قوم کو ترقی ہو سکتی ہے اور نہ قوم کو قومی عزّت کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے ◆

پھر ہمیں اُن کو اس طرح پر رکھنا ہے کہ وہ مُردہ دل نہونے پاویں اور اُن کی دلی اُمنگیں ٹھنڈی نہ پڑنے پاویں - اُن کی جُرأت و ہمت کسی کام کرنے کی گھٹنے نہ پاوے بلکہ روز بروز بڑھتی جاوے - اِس مطلب کے لیئے اور اُن کی صحت جسمانی قایم رکھنے کے لیئے ہمکو اُن کے لیئے کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کا سامان مہیّا کرنا ہے تاکہ جو ضعیف القوٰے ہیں اُن کی صحت محفوظ رہے اور جو طاقتور ہیں اُن میں زیادہ طاقت آوے - اُن کی ترقی تعلیم کے لیئے سوسیٹیاں اور کلب قایم کرنے ہیں - جس میں اُن کو اپنی علمی ورزش کا موقع ملے ◆

پھر ہمکو اُن کے اخلاق کی درستی پر متوجہ ہونا ہے اور اُن میں نیکی اور راست بازی سچائی اور دوستوں سے سچی دوستی کی فیلنگ پیدا کرنی ہے - اس مقصد کے لیئے ہمکو نصیحت سے زیادہ اُن کے گرد ایسے اسباب پیدا کرنے ہیں اور اُن کے آس پاس ایسے بزرگ و نیک بزرگوں کا جمع کرنا ہے جن کے سبب سے اور جن کی صحبت سے اُن کی طبیعت نیکی اور نیک دلی کی طرف مائل ہو اور گویا اخلاق حمیدہ اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاوے - **اے دوستو** - غور کرو کہ یہ کس قدر ضروری اور کتنے بڑے کام ہیں جو بغیر قومی متفقہ کوشش کے انجام نہیں پا سکتے - پس کس قدر افسوس اور مایوسی کا مقام ہے اگر قوم ان امور کے انجام پر اپنی متفقہ کوشش کو صرف نکرے +

جناب صدر انجمن - یہ نقشہ تعلیم کا جو میں نے آپ کے سامنے کھینچا جب اِس طرح قوم کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہو تو قومی ترقی ہو سکتی ہے اور ایسی ہی تعلیم پر میں نے قوم کی ترقی کو منحصر کیا ہے مگر یہ بھی پہلی سیڑھی قومی ترقی کی ہے اور قومی ترقی کا حاصل ہونا ابھی دُور ہے اگر اس کثرت سے جیسے کہ کھچڑی میں چانول اِس قسم کے تعلیم یافتہ ہماری قوم میں پیدا ہو جاویں گے تو وہ قومی ترقی کے لیئے مادہ یا ہیولےٰ ہونگے جن سے توقع ہوگی کہ رفتہ رفتہ قومی ترقی کی صورت پکڑ جاویں - ہملوگ قومی ترقی کی جو تدبیریں سوچتے ہیں مثل اُن اندھوں کے ہیں جو ٹٹول کر ہاتھی کی صورت جاننا چاہتے تھے - ہر ایک نے اُس عظیم الجثہ جانور کے مختلف اعضا کو ٹٹولا اور سب نے اُسکی مختلف صورت بیان کی - اسیطرح ہمنے اِس عظیم الشان قوت کو ٹٹولا ہے جس کو قومی ترقی کہتے ہیں اور مختلف طرح پر اُس کو سمجھا ہے - مگر یہ ہمارے بچے جو اس طرح پر تعلیم پا جاوینگے جن میں اتحاد اور نیکدلی - قومی ہمدردی کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوگی - اُسی کے ساتھ اُن کی آنکھیں کُھلی ہونگی اور دل روشن ہوگا وہ دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ قومی ترقی کے کیا اسباب ہوتے ہیں - اگلی قوموں نے کس طرح پر ترقی کی ہے - ترقی یافتہ قوموں کا کس طرح تنزل ہوتا ہے اور وہ پھر کس طرح ابھر سکتی ہیں - ہماری قوم کی کیا حالت ہے اور کس طرح وہ پھر زندہ ہو سکتی ہے ہمکو اُسکے زندہ کرنے کے لیئے کیا کرنا ہے اور مردہ قوم کو زندہ کرنے کے لیئے کہاں سے تریاق لانا ہے - غرضکہ اُن میں اِس قسم کا مادّہ ہوگا جو قومی ترقی کو پھر اپنی قوم میں لا سکینگے - پس اے دوستو اگر تم اِس تدبیر پر متفق نہیں ہو اور متفقہ کوشش اپنی قوم کی ترقی کے لیئے کرنی نہیں چاہتے ہو تو تمکو بھی اور ہمکو بھی صبر کرنا چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اب از جو رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمی آید - مرو اور گلو سڑو ذلیل ہو - یہی خدا کی مرضی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اور اے میرے عزیز طالب علمو - جو اِس ہال میں جمع ہو اور اِس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہو اگر تم اپنے

ایسا بنانا نہیں چاہتے جس کی میں نے تم سے توقع کی ہے تو تم بھی وُہیں جاؤ جہاں تمہاری قوم جانے والی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری روح تمہارے اور تمہاری قوم کے لیئے رویا کرے گی وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ

ع

کہ نتواں کرد با تقدیر پیکار

ایک بہت بڑے شاعر نے راحت کے مطلب کو نہایت عُمدگی سے بیان کیا ہے۔

بقدر ہر سکوں راحت بود بنگر تفاوت را

دویدن رفتن استادن نشستن خفتن و مُردن

مگر مجھے افسوس ہے کہ اگر قوم کی یہی حالت رہی تو بعد مردن بھی مجھے راحت نہ ہوگی ❖

اخیر اسپیچ سر سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ میں نہایت خوش ہوں کہ اس رزولیوشن پر جسکو درحقیقت میں مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سمجھتا ہوں نہایت عمدہ اور مفصل مگر دلچسپ بحثیں ہو چکی ہیں۔ مَیں نے اپنی تقریر کو وسعت دی تھی اور سلسلہ بیان میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کا بھی ذکر آیا تھا۔ اس خیال سے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میری مخالفت اُن چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے سے تھی اور ہے جو مُسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کو خراب کرنیوالے ہیں اور میری یہ خواہش ہے کہ ایسے اسکول قایم ہوں جو ایک پختہ بنیاد ہوں اعلےٰ تعلیم کی عمارت کے لیئے جس تعلیم کی ضرورت شدید ہماری قوم میں ہے۔ مگر اس رزولیوشن میں درحقیقت کسی اسکول کے قایم کرنے یا نہ کرنے سے بحث نہیں ہے اور نہ اُسپر مُسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ منحصر ہے۔ اس رزولیوشن میں جس امر کا فیصلہ کرنا ہے وہ صرف دو امر ہیں ❖

ایک یہ کہ در باب ترقی تعلیم و تربیت مُسلمانوں کے جو کچھ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر آپ سب صاحب جو قوم کی بھلائی کے لیئے یہاں جمع ہیں اور تعلیم و تربیت کی ہر ایک چیز سے واقف ہیں یہ کہدیں کہ میرا خیال غلط ہے اور جو کچھ ابتک ہو چکا ہے وہ کافی ہے۔ بس فراغت ہو گئی۔ اور مُسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا ❖

دوسرے یہ کہ اگر آپ صاحب پہلی بات کو تسلیم کرتے ہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ مُسلمانوں کی ترقی اعلےٰ تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اور جب تک اعلےٰ تعلیم اور اس سے زیادہ

تربیت کا جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاوے گا تو مسلمانوں کی ترقی تعلیم سے مایوس ہونا چاہیئے۔ اُسی کے ساتھ میں سنتے اور **نواب محسن الملک** نے جتایا ہے کہ بالفعل **مدرستہ العلوم** مسلمانوں کی ترقی تعلیم کا ذریعہ ہے اُس کو متفقہ کوشش سے پورا کرنا چاہیئے میں نہایت خوش ہوں گا اگر آپ سے بزرگ اور عقلاء جو اس ہال میں جمع ہیں کہدیں کہ میری رائے غلط ہے اور مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے متفقہ کوشش کی ضرورت نہیں ہے پس **مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ** ہو جاوے گا اور مجھ کو **احدی الراحتین** میں سے ایک راحت حاصل ہو جاوے گی۔ اب تقریریں بخوبی ہو چکی ہیں۔ اور نواب محسن الملک نے بڑی لمبی گفتگو کی ہے اور تمام حالات ابتداء سے بیان کر دیئے ہیں اور اس لیئے زیادہ گفتگو کی حاجت نہیں۔ اب ووٹ لیکر جو فیصلہ کرنا ہو کر دیجئے۔ فقط

موجودہ ممبروں میں سے ایک نے پکار کر کہا کہ رزولیوشن پر بالاجمال ووٹ نہ لیئے جاویں بلکہ ہر امر کی نسبت جو رزولیوشن سے متعلق ہے اور اس وقت بیان ہوئے ہیں جُدا جُدا ووٹ لیئے جاویں۔ پریزیڈنٹ نے اُس کو منظور کیا اور حسب تفصیل ذیل ووٹ لیئے گئے:۔

اوّل۔ مسلمانوں کی ترقی تعلیم و تربیت کے لیئے جو کچھ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے۔ تمام ممبران موجودہ نے بالاتفاق کہا کہ ناکافی ہے۔

دوم۔ مسلمانوں کی ترقی اعلےٰ تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اور اگر اعلےٰ تعلیم کا اور اُس سے زیادہ تربیت کا جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاویگا تو مسلمانوں کی ترقی سے مایوس ہونا چاہیئے۔ تمام ممبران موجودہ نے بالاتفاق اس سے اتفاق کیا اور مسلمانوں کی ترقی کو صرف اعلیٰ تعلیم ہونے پر تسلیم کیا اور اسکو بھی تسلیم کیا کہ بغیر متفقہ کوشش کے اعلیٰ تعلیم و تربیت مسلمانوں کی ناممکن ہے۔ سب کو متفقہ کوشش مسلمانوں کی اعلیٰ درجہ کی ترقی تعلیم اور تربیت میں کرنی چاہیئے تمام موجودہ بزرگوں نے خواہ ممبر تھے یا وزیٹر اس بات کو تسلیم کیا کہ **مدرستہ العلوم علیگڈھ** ایسے درجہ پر پہونچگیا ہے جو اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہوسکتا ہے اور سب نے اتفاق کیا کہ اُس کی تکمیل پر ساری قوم کو متوجہ ہونا چاہیئے پس **یہ رزولیوشن** جو پیش ہوا تھا پاس ہوا۔ الحمد للہ کہ **قوم کی قسمت کا عُمدہ فیصلہ** ہوا۔ اب اگر **متفقہ کوشش** کیجاوے گی تو **قوم کے نصیب** بلاشبہ جاگ جاوینگے۔

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَان

۷۴

اسپیچ سر سید احمد خاں بہادر

جناب صدر انجمن۔ میں زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہتا اتنی بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت ایک مجمع مسلمانوں کی طرف سے جمع ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب اور خدا میں ڈوبا ہوا ہے لیکن ہمارے معزز اسپیکر نے اور تمام پنجاب کے دوستوں نے جو اس جلسہ میں موجود ہیں اس بات کا اقرار کیا کہ گورنمنٹ پنجاب نے ازراہِ مہربانی حکم دیا کہ اپنے مولوی مقرر کرو اور گورنمنٹ اسکولوں میں مسلمان لڑکوں کو مذہبی تعلیم دو۔ میں پوچھتا ہوں کہ کس نے اسکا انتظام کیا۔ جب عمل کچھ نہیں ہے تو دین دین پکارنے سے اور مذہبی جوش ظاہر کرنے سے کیا فایدہ ہے۔ عربی زبان کی طرفداری ایسی بات ہے کہ مونھ سے کہی جاتی ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُس نے کیا عمل کیا۔ وہ مدرسے جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے ہیں اور جن کے بانی ایسے مقدس لوگ ہیں جیسے کہ دیوبند کے مدرسہ کے ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کس نے اُس کی مدد کی۔ مدرس فاقہ مرتے ہیں۔ طالب علم بھٹیاروں کے ہاں روٹی کھاتے ہیں۔ ہمکو اپنے گریبان میں سر ڈالنا چاہیئے اور شرمندہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے اقوال اور افعال مختلف ہیں۔ جو کہتے ہیں ذرا بھی اُس پر عمل نہیں کرتے ◆

۷۵

اسپیچ سید احمد خاں

اے بزرگان قوم - سید راس مسعود کی بسم اللہ کی مبارک تقریب جو اس ہال اور اس احباب کے جلسہ میں ہونے کو ہے اُس کی نسبت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں - اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اپنے بزرگوں اور احباب سے جو اس ہال میں جمع ہیں چند باتیں عرض کروں اور اپنے خیالات سے آپ کو اطلاع دوں +

سب سے اوّل میرا خیال یہ ہے کہ شعایر اسلام کا جن کو شعایر اللہ بھی کہتے ہیں اور شعایر المسلمین دونوں کا ایک ہی مخرج ہے مگر اُن دونوں کی قسمیں جُداگانہ ہیں - شعایر اسلام وہ ہیں جن کے کرنے کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اور خدا نے اُن کو شعایر اسلام گردانا اور اُن کے کرنے کا حکم دیا - اور یہ وُہی شعایر اسلام ہیں جن میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی جُوں کے تُوں اُن کا بجا لانا ضرور ہے اور انہیں کی نسبت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا مروی ہے کہ من احدث فی امرنا ھٰذا مالیس منہ فھو بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ - شعایر مسلمین وہ ہیں جو اُنہیں شعایر اسلام سے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اُس دلی خواہش سے جو آنحضرت کے ہر قول و فعل سے استنباط ہوتی تھی ماخوذ ہیں اور گروہ گروہ مسلمان مدت دراز سے اُنکو کرتے آئے ہیں گو کہ اُن کے کرنے کا قولاً کوئی حکم نہ تھا - اُنہیں کی نسبت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمانا مروی ہے کہ ما راٰہ المسلمین حسنا فھو عند اللہ حسن اور اسی بنا پر حضرت عُمر کا یہ قول بھی (اگر اُنہوں نے کہا ہو) کہ نعم البدعۃ التراویح محمول ہو سکتا ہے - پس اُن شعایر مسلمین کی نسبت یہ کہنا کہ اُن کا خدا نے حکم نہیں دیا - ان کو رسوؐل نے نہیں کیا - انکو صحابہ و تابعین نے نہیں کیا اس لیئے یہ سب بدعتِ ضالہ ہیں محض غلط اور نادانی ہے جو آجتک بعض لوگوں کے خیال میں چلی آتی ہے - عُلما نے جو ان اُمور کو بدعت کہتے ہیں اُس پر خیال نہیں کیا کہ وہ خود مرضی و خواہش رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ اور زبان حال کے مدلول ہیں +

منجملہ اُن شعایر مسلمین کے سب سے زیادہ مجھ کو پیارا وہ طریقہ ہے جو مُسلمانوں نے اختیار کیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے اوّل اُس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اور خدا کا نام اُس کے کان میں ڈالا جاتا ہے - ظاہر ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا مگر اُس کے مربیوں کا یہ فعل

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق ہے جو زبان حال سے ماخوذ ہے کہ ہر انسان کے کان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی آواز ڈالی جاوے۔ گو کہ ثابت نہیں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہو یا آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ یا امام حسن اور امام حسین علیہم السّلام کے کان میں اذان دی ہو مگر بچے کے پیدا ہوتے ہی اُس کے کان میں اُن الفاظ کا ڈالنا کیسا پیارا معلوم ہوتا ہے۔

اسیطرح شعایر مسلمین ہیں۔ میں اُس رسم کو بھی سمجھتا ہوں جس کا نام بِسْمِ اللّٰہِ رکھا گیا ہے یہ یادگار ہے اُس نعمت عظمےٰ کی جس وقت کہ میرے نزدیک خود خدا نے اپنے بے آواز کلام ازلی و ابدی سے یا اکثروں کے نزدیک جبرئیل علیہ السّلام کی وساطت سے اپنے پیغمبر اور ہادیٔ اُمّت کو حکم دیا کہ اقرء باسم ربّكَ الَّذِي خلق۔ کیا پیارا معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت مسلمان کا بچہ اس قدر حد کو پہنچ جاوے جو دوسرے کی بات کو بخوبی دوہرا سکے تو وُہی بات اُس سے کہوائی جاوے جو تمام احکام اور ہدایتوں کے دیئے جانے سے پہلے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہوائی گئی تھی۔ پس یہ رسم فرض نہیں ہے۔ واجب نہیں ہے۔ سُنّت نہیں ہے۔ کیونکہ مجھ کو ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی اولاد کے ساتھ یعنی حضرت فاطمہ و حسن و حسین علیہم السّلام کے ساتھ ایسا کیا ہو۔ مگر کیا اچھا شعایر مسلمین ہیں سے ہے کہ جب بچہ اُس حد تک پہونچ جاتا ہے کہ کلام کو دوہرا سکے تو اُس وقت کی یادگاری ہیں جبکہ خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ اقرء باسم ربّكَ الَّذِي خلق تو اُس سے بھی وُہی کہوایا جاتا ہے اور دوستوں اور مُسلمانوں کے سامنے اُس کی خوشی منائی جاتی ہے لیکن اس کے سوا مجھے یہ کہنا ہے کہ اے بزرگان قوم آپ نے اپنی قوم کا خراب حال دو ایک روز ہوئے بخوبی سُن لیا ہے اور اُس کا اثر بھی آپ کے دل پر ہوا ہوگا۔ اگر سب پر نہیں تو کسی نہ کسی کا دل اُس کو سُنکر پگلا ہوگا۔ پس یقین کر لو کہ اس قسم کی رسموں میں جو لوگ بیجا یا بجا روپیہ خرچ کرتے ہیں اُس سے قوم کی بھلائی کے کاموں میں مضرت پہونچتی ہے۔ سب سے زیادہ مضرت رساں وہ رسمیں ہیں جو شادیوں میں خلاف حکم خدا۔ خلاف حکم رسولؐ۔ خلاف سُنّت صحابہؓ۔ خلاف طریقہ آئمہ طاہرین کرتے ہیں اور ہزاروں روپیہ اپنا اور اگر اپنے پاس نہیں ہے تو قرض لیکر خرچ کرتے ہیں جو لوگ غریب ہیں وہ تو تباہ ہوجاتے ہیں اور جو متمول ہیں اُن کا روپیہ ضایع ہوجاتا ہے۔ کیوں نہیں قوم کی حالت درست کرنے کو اُن اخراجات فضول یا غیر فضول مگر غیر ضروری کو چھوڑتے ہیں اور اُس روپیہ کو اپنے اور اپنی قوم کے بچوں کی تعلیم میں صرف کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ بچہ (سید مسعود) جو آپ کے سامنے بیٹھا ہے مجھ کو کس قدر پیارا ہے۔ ہمارے تمام خاندان میں

یہی ایک بچہ ہے خدا اس کو زندہ و سلامت رکھے اور جو کچھ ہماری توقعیں ہیں سب اسی سے ہیں خدا اُن کو پورا کرے۔ ان وجوہات سے جس قدر میں چاہتا اُس کی تقریب بسم اللہ میں خرچ کر سکتا تھا میں اگرچہ دولتمند یا امیر نہیں ہوں مگر جو حال ہو ایسا بمقدور بھی نہیں ہوں کہ اس تقریب میں دو چار ہزار روپیہ خرچ نکر سکوں مگر میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میں کیا کرتا ہوں ۔

مسلمانوں میں قدیم رسم چلی آتی ہے کہ ایسی رسموں میں تمام رشتہ داروں کو جمع کرتے ہیں دُور دُور سے اُن کو بلاتے ہیں اُن کی مہمانداری میں اُن کی تواضع و مدارات میں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ رشتہ دار بھی رسم کے پابند تکلیف گوارا کر کے خرچ برداشت کر کے آتے ہیں اور ہر ایک کا اس رسم کی پابندی میں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے میں نے اِس قدیم رسم کو بالکل ترک کر دیا ہے غالباً بہت لوگ اس کو بے مروتی کہیں گے۔ لیکن اے دوستو جب ہماری قوم کا ایسا بدتر حال ہے جیسا کہ آپ نے سُنا تو ہمکو تمام رسمی مروتوں سے بے مروت ہونا چاہیئے اور بامروت ہونا چاہیئے اپنی قوم سے ۔

دیکھو میں نے اپنے بیٹے سیّد حامد کو نہیں بلایا اپنے لخت جگر سیّد محمد احمد کو نہیں بلایا کسی عزیز رشتہ دار کو جو علیگڈھ میں موجود نہ تھے نہیں بلایا۔ جو لوگ اتفاقات سے یہاں موجود تھے اُن ہی کے شمول پر اکتفا کیا۔ یہ بڈھا شخص ڈاڑھی منڈا (راجہ جے کشن داس بہادر کی طرف اشارا کر کے کہا) جن سے مجھے ایسی محبت ہے جیسی بھائی سے ہوتی ہے اس تقریب کے لیئے نہیں بلایا گیا بلکہ میری خوش قسمتی سے کہ کانفرنس میں شریک ہونے سے یہاں موجود تھے۔ میری قوم کے بزرگ جو کثرت سے یہاں موجود ہیں اُنہیں کو میں نے اپنا بھائی اپنا عزیز سمجھا اُنہیں کے شمول کو میں نے اپنی عزت جانا اور اُنہیں کے شمول کو اپنے دل کی خوشی سمجھا اور اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی تقریبوں میں جہاں تک ممکن ہو تمام اخراجات کو بند کیا جاوے اور قوم کی رفاہ و فلاح میں روپیہ خرچ کیا جاوے ۔

اسی قسم کی ایک اور رسم ہے اگرچہ ہماری دلی میں اور دلی کے لوگوں میں وہ رسم نہیں ہے مگر اور شہروں اور قصبات میں رائج ہے یعنی رسم نیوتہ کی۔ اس کو بالکل بند کرنا چاہیئے اگرچہ لوگ اس میں بہت فائدے بیان کرتے ہیں لیکن آپ خیال کیجیئے کہ جس کو آپ نیوتہ دیتے ہیں اُس کو اُس کے سبب ضرورت سے اخراجات کا متکفل ہونا لازمی ہوجاتا ہے۔ پس اس رسم سے نوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اے میرے دوستو ان تمام رسموں کو چھوڑو اور جو کچھ بچا سکو قوم کے لیئے بچاؤ اور قوم کی حالت پر رحم کرو۔ اے دوستو اس بیس برس کے عرصہ میں خود میرے ہاں اور میرے بہت سے عزیزوں اور قریب تر رشتہ داروں کے ہاں ہر قسم کی شادیاں پیش آئیں

جن میں ضرور تھا کہ میں بھی اُن بچوں اور بچیوں کو جن کی شادیاں ہوئیں متعدد موقعوں پر کچھ دیتا مگر میں نے نہ کسی کو ایک حبہ دیا نہ کسی سے لیا۔ اور میں نے یقین کیا کہ بہتر یہی ہے کہ ان سب رسموں کو چھوڑوں اور اپنی قوم کو پکڑوں اور اپنے دوستوں سے بھی ایسا ہی کرنے کی آرزو رکھتا ہوں +

اے دوستو میں خوب سمجھتا ہوں کہ گو کوئی شخص اپنی ذاتی خوشیوں کو دوسری خوشیوں میں نہیں بدل سکتا اور نہ کسی کو یہ قدرت ہے کہ دوسروں کے مذاق اور دوسروں کی خوشیوں کو بدلوادے اور اُس کی لہر کو دوسری طرف پھیر دے مگر میں اُن تمام مسلمانوں سے جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ پڑھتے ہیں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی بے سود خوشیوں کو روک نہیں سکتے اور اُس کی لہر کو بدل نہیں سکتے اور اس قسم کی تقریبوں میں ہزاروں روپیہ خرچ کرنا ہی چاہتے ہو خیر خرچ کرو مگر کچھ حصہ اپنی کمبخت قوم کا بھی نکالو اور ہر تقریب میں قوم کی بھلائی کے لیئے بھی کچھ نہ کچھ دیا کرو۔ اُس کو بھی ایک رسم ٹھہرادو اور جس طرح اور رسموں کے پابند ہو اس رسم کے بھی پابند ہو جاؤ +

میں نہایت شکر گزار ہوں اپنے پنجاب کے بعض دوستوں کا جنہوں نے اس بات پر خیال کیا ہے اور بعض تقریبات میں قلیل یا کثیر قوم کے کام کے لیئے مدرستہ العلوم کو دیا ہے مگر میں اس وقت دو دوستوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں +

میاں نظام الدین صاحب جن کے ہاں شادی تھی ہمارے پنجاب کے سرتاج۔ نہیں گروہ۔ نہیں چودھری۔ خان بہادر محمد برکت علیخاں صاحب چند احباب کو ساتھ لیکر عین مجلس میں اُن کے پاس گئے اور کہا کہ بابا کچھ قوم کے لیئے بھی۔ میاں نظام الدین صاحب نے قومی مدرسہ یعنی مدرستہ العلوم علیگڈھ کے لیئے دو سو روپیہ دیئے جو خان بہادر نے میرے پاس بھیجدیئے اور الدال علی الخیر کفاعلہ کا رتبہ پایا +

اے جناب خان بہادر محمد برکت علیخاں صاحب آپ کہاں بیٹھے ہیں مہربانی سے میرے سامنے کی کرسی پر آکر بیٹھیے کہ آپ کے سامنے مجھے ایک اپنے نہایت عزیز دوست پر نالش کرنی ہے اور میں نے آپ کو اُس کے لیئے جج قرار دیا ہے۔ اگر آپ فرماویں تو تحریری درخواست نالش پیش کروں یا صرف زبانی نالش پر اکتفا کروں +

آپ سب صاحبوں کو معلوم ہے کہ سردار محمد حیات خاں بہادر سی ایس آئی میرے پرانے اور نہایت عزیز دوست ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کو میں تحریرات میں کوئی القاب بھی نہیں لکھتا صرف "مائی ڈیر حیات" لکھتا ہوں۔ اُنہوں نے مدرستہ العلوم میں بھی ہزاروں روپیہ سے مدد کی ہے لیکن بعض وقت باہم دوستوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے اور دوست ہی اُس کے فیصلہ کو جج ہوتے ہیں اسی لیئے میں نے آپ کو جج مقرر کیا ہے +

جھگڑا یہ ہے کہ میرے عزیز محمد اسلم حیات کی جو ہمارے کالج کے ایک طالب علم ہیں اور خدا کی عنایت سے اب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں اور جناب سردار صاحب کے فرزند ہیں شادی کتخدائی تھی۔ سردار محمد حیات خاں نے بتقریب تہنیت اُس شادی کے دو سو روپیہ مدرسۃ العلوم میں بھیجے آپ کو معلوم ہے کہ ایسے موقع پر ڈوم ڈھاڑی میراثی ہٹ کیا کرتے ہیں کہ اتنا نہیں لیتے اور زیادہ دو میں نے بھی ہٹ کی اور کہا کہ پانسو روپیہ دو اور مدرسۃ العلوم کے سنٹرل ہال میں اس مبارک شادی کی یادگار کندہ کراو ورنہ نالش دایر کیجاویگی اور اُس کے فیصلہ کے لیئے ایسا جج مقرر کیا جاوے گا جس کے فیصلہ سے آپکو بھی سرتابی نہ ہوسکیگی۔

اے جناب خان بہادر محمد برکت علیخاں۔ سردار صاحب نے اَبْ تک وہ تین سَو روپیہ نہیں بھیجے ہیں۔ اس لیئے میں اُن کے دلاپانے کی آپ کے حضور میں نالش دایر کرتا ہوں مجھے کچھ شک نہیں کہ آپ میری ڈگری کرینگے (خان بہادر نے ڈگری دیدی۔ اُسپر سید احمد نے کہا) جب آپ جلسۂ کانفرنس سے فارغ ہوکر بخیر وعافیت لاہور میں پہونچیں تو اُن پر وصول زر کے لیئے حکمنامہ جاری فرماویں اور خود جمّوں تشریف لیجاکر زرِ ڈگری وصول فرماکر بھیجدیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میری ڈگری ہوگئی اب جلد روپیہ وصول ہوجاوے گا اور میرے عزیز اسلم حیات خاں کی مُبارک شادی کی یادگار سنٹرل ہال میں کندہ ہوجاوے گی۔

اے حضرات! گو میں نے اِس وقت قوم کا ہی گیت گایا ہے مگر اُس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ ہمکو اَور قوموں سے محبت اور برادرانہ محبت نہیں ہے ہماری قوم خراب حالت میں ہے اِس لیئے اُسی کا گیت گایا جاتا ہے ورنہ ہم اَور قوموں سے بھی ایسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی اپنے عزیزوں سے۔ اِس وقت اس کے علانیہ دو ثبوت موجود ہیں۔ ایک یہ کہ **سید محمد محمود** اور مسٹر راس سے نہایت دوستی اور برادرانہ اور عزیزانہ محبت ہے جب **سید مسعود** پیدا ہوا تو مسٹر راس اور اُن کی میم صاحبہ نے موافق انگریزی رسم کے جو نہایت محبت پر دلالت کرتی ہے اپنا نام اُس مولود مسعود کو دیا اور ہمنے نہایت خوشی کے ساتھ اُن کا نام اُس کے نام کے ساتھ شامل کیا اور اسی سبب سے اُس کا نام "**سید راس مسعود**" قرارپایا۔

دوسرا نمونہ ہمارا یہ بڈھا دوست راجہ جے کشن داس بہادر سی ایس آئی یہاں موجود ہے اور **سید راس مسعود** کو اپنی بغل میں بٹھائے ہوئے ہے ان کو میں اپنا معزز اور محسن بھائی سمجھتا ہوں اور **سید محمد محمود** ان کو چچا کہتے ہیں اور **سید راس مسعود** راجہ جی ہم اپنے دوستوں سے محبت رکھنے میں کچھ بھی فرق نہیں کرتے۔

۷۶

لکچر

جو ۷۔ دسمبر ۱۸۹۴ء کو سید احمد خاں نے مدرسۃ العلوم کے طالب علموں کو دیا

اے عزیز طالب علمو ـ

مجھکو اور تم کو اور تمہارے اُستادوں ۔ تمہارے ماں باپ ۔ تمہاری قوم کو اس بات سے نہایت خوشی ہوگی ۔ کہ تم دُور دراز فاصلہ اور مختلف شہروں بلکہ مختلف مُلکوں سے اس جگہ تحصیل علوم کے لیئے جمع ہو ۔ مختلف علوم کو پڑھتے ہو اور مختلف مصنفوں کے عُمدہ خیالات عُمدہ مسائل علمی ۔ عُمدہ مقولات اخلاق سے لُطف اُٹھاتے ہو ۔ تمہارے اُستاد گو کہ وہ تمہارے ملک اور تمہاری قوم کے نہیں ہیں ۔ مگر تمہاری خوش قسمتی سے وہ تمہارے ساتھ پدرانہ محبت اور شفقت رکھتے ہیں اور ہر طرح تمہاری بہتری و ترقی کے خواہاں ہیں ۔ وہ تمکو عمدہ عمدہ کتابوں سے جو بڑے بڑے عالموں اور مصنفوں نے تصنیف کی ہیں سبق دیتے ہیں ۔ مگر آج میں تمکو ایسی کتاب سے سبق دینا چاہتا ہوں جو نہ کاغذ پر لکھی ہوئی ہے ۔ نہ کسی پریس کی چھپی ہوئی ہے ۔ نہ کسی مصنف کی بنائی ہوئی ہے ۔ بلکہ قدرت نے اپنے کامل اور فیاض ہاتھوں سے اُس کو بنایا ہے ۔ اُس کے حروف بہت پُرکار اور مجسم ہیں مگر اُن کا دیکھنا اور پڑھنا کسی قدر مشکل ہے اُسکے معانی بھی بہت آشکارا ہیں مگر اُن کا سمجھنا کچھ آسان نہیں ۔ اُسکے پڑھنے کے لیئے اُس کے کھولنے کی ضرورت نہیں ۔ وہ تمہاری آنکھ کے سامنے ہر وقت کُھلی ہوئی ہے ۔

اُس کتاب کو تم اپنے کالج کی لائبریری یا اپنی میز کی کتابوں میں مت ڈھونڈھو ۔ وہ ہر وقت تمہارے پاس موجود ہے ۔ وہ کتاب کیا ہے ۔ خود تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا اِس کالج میں ایک جگہ جمع ہونا ہے ۔ پس تمکو سمجھنا ہے کہ اُس کتاب کو کیونکر پڑھو اور اُس کے معنی کیونکر سمجھو ۔

اے عزیزو اِس کتاب کا نام ہے "**کالج لیف یا نئی زندگی**" یہی اصلی کتاب ہے اور اسی کا پڑھنا اور اسی کا سمجھنا اصلی فایدہ اور اصلی مقصود زندگی کا اور اس کالج کا

ہے۔ اس کتاب کو اگر تم نے اچھی طرح پڑھا اور اچھی طرح رکھا اور دا غدار نہ کیا تو تمہاری آیندہ زندگی وہ زندگی ہوگی جس کے لیئے انسان کو زندہ رہنا چاہیئے۔ ورنہ اُس کی زندگی اور موت دونوں برابر ہیں بلکہ موت زندگی سے بہتر ہے ✦

تم اپنی زندگی کے پچھلے زمانوں پر غور کرو اور سمجھو کہ ہر ایک زمانہ تمہاری زندگی میں ایک نئی زندگی کا زمانہ گذرا ہے۔ جب تم بچے تھے اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ تمہاری مائیں اپنی مادرانہ محبت سے تمہاری پرورش کرتی تھیں۔ اگر وہ نہ کرتیں تو تمہارا زندہ رہنا محال تھا ✦

چند سال بعد تمہاری زندگی میں ایک دوسرا زمانہ آیا جبکہ تم خود چلنے پھرنے اور اپنے آپ کھانے پینے لگے۔ یہ زندگی پہلی زندگی سے نئی زندگی تھی۔ مگر تمہاری اس زندگی میں اور اَور حیوانوں کی زندگی میں بہت کم فرق تھا۔ یہ زمانہ بھی تمہاری زندگی کا گذر گیا اور تم ایک نئی زندگی میں آئے جس میں تمکو تعلیم کی اور مذہبی باتیں سکھانے کی اور اُن باتوں کی تعلیم کی ضرورت تھی جو تمہاری آیندہ زندگی کے لیئے ضرور تھیں ✦

یہ زمانہ بھی چند سال میں گذر گیا اور تم ایک اَور نئی زندگی میں آئے جو خطرات سے خالی نہ تھی۔ اس زندگی میں تم ایسے آرام سے نہ تھے جیسے کہ پہلی زندگیوں میں تھے کیونکہ تم ہی میں بہت سے دشمن تمہارے پیدا ہو گئے تھے اور ہر وقت تمہاری گھات میں لگے ہوئے تھے۔ تمہاری آنکھوں پر اُنہوں نے ایک قسم کا پردہ ڈال دیا تھا کہ تمکو نیک و بد کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا۔ تمہارے ماں باپ نے جہاں تک اُن سے ہو سکا تمکو اُن دشمنوں سے بچایا۔ کوئی بچ گیا۔ کوئی کسیقدر بچا اور کسی قدر دشمنوں کے پنجہ میں پھنسا اور کوئی دشمنوں کے جال میں ایسا پھنسا کہ اُس سے نکلنا ناممکن ہوا ✦

مگر جو بچے یا کسی قدر بچے دشمنوں نے اُن کا بھی ساتھ نہیں چھوڑا اور گھات میں لگے رہنے سے غافل نہیں ہوئے تم اُن کو نہیں دیکھتے تھے اور وہ تمہارے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور کبھی اپنی صورت اس طرح سے تمکو دکھاتے تھے کہ تم اُن کو اپنا دوست سمجھتے تھے حالانکہ وہ تمہارے دشمن تھے ✦

یہ زمانہ بھی تمہاری زندگی کا گذر گیا مگر اس درمیان میں تم اپنے دشمنوں سے واقف ہو گئے اور اُن سے پناہ میں رہنے کے لیئے تم نے ایک نہایت زبردست اور عاقل ماں تلاش کی اور اپنے آپ کو اُس کی حفاظت میں سپرد کیا اور ایک نئی زندگی میں داخل ہوئے۔ تم سمجھے کہ تمہاری وہ عاقل ماں ہے۔ کون؟ یہ کالج ہے جس میں تم داخل ہو اور اب تم سب اُس کے نیچے ہو ✦

تم سمجھے کہ وہ تمہاری نئی زندگی کیا ہے - وہ کالج لیف ہے - اگر تم نے اسکو اچھی طرح گذارا تو تمہارا بیڑا پار ہے ورنہ منجھدھار میں ڈوبنا ہے جس کے بعد پھر اُبھرنا اور ترنا نہیں اب تمکو اختیار ہے کہ چاہو اپنا بیڑا پار لگاؤ - چاہو منجھدھار میں ڈبوؤ ✤

اے عزیزو - کالج لیف کا اطلاق اُن طالب علموں پر صادق نہیں آتا جو ڈے اسکالر ہیں بلکہ اُن پر صادق آتا ہے جو دن رات اپنی عاقل ماں کے ساتھ یعنی کالج کے احاطہ میں رہتے ہیں اور بورڈر کہلاتے ہیں - پس میرے مخاطب وُہی عزیز طالب علم ہیں جنہوں نے اپنے آپکو اُس عاقل ماں کی گود میں ڈالا ہے اور اس کالج کے احاطہ میں رہتے ہیں ✤

اب مجھکو یہ بتانا ہے کہ تمکو کالج لیف سے کیونکر فایدہ اُٹھانا اور اُس کو کیوں کر گذرانا چاہیئے ✤

سب سے اوّل اور تمام برکتوں کی جڑھ جو تمہارا آپس میں سلوک اور محبت سے رہنا ہے تمام طالب علم ہندوستان کے ہوں یا پنجاب کے - پورب کے ہوں یا پچھم کے - اوتر کے ہوں یا دکھن کے - جب وہ سب تمہاری اُس عاقل ماں کی گود میں پڑے ہیں تو وہ سب تمہارے بھائی ہیں - اگر تم نے اُن کے ساتھ مثل بھائی بھائی کے برتاؤ نہ کیا اور برادرانہ محبت ایک دوسرے کے ساتھ نہ برتی تو تم نے اُس پہلے اُصول کو کہ تم سب ایک عاقل ماں کے بچے ہو توڑ دیا اور جس طرح ایمان کے لیئے **کلمۂ توحید** پہلا رکن ایمان کا ہے - اسی طرح **وحدت** پہلا رکن بورڈنگ ہوس کی فایدہ مندی کے لیئے ہے اور جس طرح ایمان کا پہلا رکن توڑنے سے آدمی ایمان کے لائق نہیں رہتا - اسی طرح بورڈنگ ہوس کا پہلا رکن توڑنے سے آدمی بورڈنگ ہوس کے قابل نہیں رہتا - اس لیئے تمکو لازم ہے کہ مثل ماں جائے بھائی کے آپس میں محبت اور دوستی برتو ✤

بورڈنگ ہوس ایک کل ہے قوم کو قوم بنانے کی اگر اُس کے پُرزے دُرستی سے چلتے ہیں تو وہ اپنا کام کرے گی ورنہ کسی کام کی نہیں - تم اُس کل کے پُرزے ہو اور اس لیئے اُس سے فایدہ اُٹھانے کے لیئے ہو - تمہارا درست اور کام کے قابل رہنا سب سے مقدم ہے تمہارا کھانا - پینا - رہنا سہنا - آپس میں ہر وقت ملنا - سوسٹی میں شریک رہنا - کھیلوں کو آپس میں ملکر کھیلنا - لٹریری جلسوں میں شریک رہنا - یہ سب باتیں اس لیئے ہیں کہ آپس میں محبت اور دوستی ایک دوسرے کی ہمدردی پیدا ہو جو بنیاد قوم کے قوم بننے کی ہے - پھر اگر تم نے اس میں قصور کیا تو تمام قوم کا مظلمہ تمہارے سر ہوگا اور تمپر افسوس ہوگا کہ جس عمارت کی تم خود ایک اینٹ ہو اُسی عمارت کو تم برباد کرنا چاہتے ہو ✤

تمام چیزیں جو دنیا میں عقلی و ذہنی ہیں اُن کا کچھ نہ کچھ نشان ظاہر میں بھی پایا جاتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ اُس برادری اور دلی محبت اور دوستی کا جو تم آپس میں اپنی عاقل ماں کے بچے ہونے میں رکھتے ہو ظاہری نشان کیا ہے۔ یہ نشان کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ خدا کا بنایا ہوا ہے۔ جس کے پورا نہ کرنے سے تم صرف دنیا ہی میں ملامت کے قابل نہیں ہوتے بلکہ خدا کی ناراضی کے بھی مستحق ہوتے ہو۔ وہ نشان کیا ہے؟ **جماعت کی نماز** ہے جو خدا نے جیسا کہ وہ واحد ہے تمہاری آپس کی وحدت کے لیئے مقرر کیا ہے ٭

جب تم سب نماز کے لیئے ایک جگہ جمع ہو گے اور جماعت سے نماز پڑھو گے تو تم علاوہ اس کے کہ تم خدا کا فرض ادا کرو گے اُس دلی یگانگت کو جو تم آپس میں رکھتے ہو گے عملی طور پر بھی پورا کرو گے۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ شیعہ اور سُنّیوں نے اپنی اپنی نادانی سے خدا کا فرض ادا کرنے میں بھی تفرقہ ڈالا ہے۔ مَیں اُس کو مٹانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ وہ بجز خدا کے مٹائے مٹ نہیں سکتا۔ مگر میں مسلمان شیعہ طالب علموں کو بھی یہ ضرور کہوں گا کہ نماز کے وقت وہ بھی مسجد میں موجود رہیں جس سے اسلام کی شان اور ایک خدا کے پوجنے والوں کی کثرت ظاہر ہو اور بعد کو وہ بھی اپنے اپنے طریقہ پر اُسی زمین پر سجدہ کریں جس پر اُن کے بھائیوں نے سجدہ کیا ہے ٭

اِس وحدت کے قایم کرنے کو شیعہ و سنّی دونوں کے لیئے ایک مسجد بنائی گئی ہے اور شاید تمام ہندوستان میں آپس میں شیعہ اور سُنّیوں کے اتحاد کی یہ ایک ہی مثال ہے پس اے میرے عزیز شیعہ طالب علموں اور اے میرے عزیز سُنّی طالب علموں۔ تم اُس وحدت کو قایم رکھو اور جہاں تک ہو تفرقہ کو مٹاؤ کہ اُس وحدت کا قایم رکھنا تمہارے دین و دنیا دونوں کی بہبودی کا باعث ہے ٭

ایک اَور چیز اُس وحدت اور آپس میں یگانگت پیدا کرنے کی ہے۔ وہ کیا ہے۔ تم سب بورڈروں کا اور خصوصاً کالج کلاس کے طالب علموں کا ایک سا لباس ہونا۔ شاید کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جو اِس کو تسلیم نہ کرتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ظاہری چیزوں کو اندرونی جذبات کی اصلاح سے کیا تعلق ہے۔ مگر یہ محض غلطی ہے۔ مذہب کی رُو سے۔ دنیا کے برتاؤ کی رُو سے۔ بہت سی ظاہری چیزیں ایسی ہیں جو اندرونی جذبات پر اثر کرتی ہیں۔ دو شخص جو آپس میں ملتے ہیں اور معین اشاروں سے ایک دوسرے کو مطلع کرتے ہیں کہ وہ فریمیشن ہیں۔ شاید تمکو معلوم نہو گا مگر اس امر کے جاننے کے بعد جو جوشِ محبت و یگانگت اُن کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ دوسرے کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا۔ تمہارا ایک سا لباس ہونا اس سے زیادہ

اندرونی جذبات کی اصلاح کا ہمیشہ محرک ہوگا +

بڑے بڑے مہذب ملکوں کے کالجوں میں ایک قسم کا متحد لباس طالب علموں کے لیئے مقرر ہے۔ اُن کالجوں کو جانے دو تم اپنے مذہب کے بعض مشایخوں کے خاندانوں مثل صابری اور آبادانی سناصری وغیرہ کو دیکھو کہ انہوں نے اسی یکجہتی قایم کرنے کے لیئے اپنے مریدوں کے لیئے ایک قسم کا لباس یا نشان مقرر کیا تھا۔ میں بہت سوں سے واقف ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ آپس میں دوستی اور یکجہتی پیدا کرنے کو یہ بھی ایک عمدہ طریقہ ہے +

جو لباس اب تمہارا ہے یعنی ٹرکش ٹوپی اور کوٹ اور انگلش بُوٹ یہ نہایت عمدہ ہے صرف اتنی بات ہے کہ تمہارے کوٹ مختلف رنگ کے ہیں۔ پس سب کو ایک وضع اور ایک رنگ کے کوٹ اختیار کرنے چاہئیں +

سُلطان ٹرکی کے دربار میں بھی تمام اُمراء اور نوکر چاکر لال ٹوپی اور بوٹ پہنے جاتے ہیں۔ ہماری انگلش گورنمنٹ نے بھی اس ضرورت پر خیال کر کے اپنے درباروں میں انگلش بُوٹ پہنے آنے کی اجازت دی ہے۔ ہندوستان میں بعض کوتاہ نظر یا مغرور اور کم بین انگریز جو ہندوستانیوں کو ذلیل رکھنا چاہتے ہیں یا ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسے ہیں جو ٹوپی کوٹ اور بُوٹ پہنے ہوئے جانے پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر تمام اعلےٰ حکام اور عالی خاندان انگریز اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ اُن کا مؤدبانہ فل ڈریس ہے جو اُنہوں نے اختیار کیا ہے۔ مگر تمکو اپنے بُوٹوں کو نہایت صاف اور پاکیزہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ تمہارے لباس میں داخل ہیں +

جو انگریز ان باتوں میں تکرار کرتے ہیں میرے یقین میں وہ اس امر کے ماسٹر ہیں کہ کبھی ہندوستانیوں اور انگریزوں میں دوستی و محبت اور اخلاص کا برتاؤ نہو۔ باوجود ان کوششوں کے جو میں نے مسلمانوں اور انگریزوں میں اتحاد اور دوستی پیدا ہونیکی کی ہیں ایسے انگریز سے جو ان باتوں میں کاوش کرتا ہے میں خود کبھی اُس سے نہیں ملتا اور دوستی کرنا نہیں چاہتا۔ جس طرح ہمکو اپنے حُکام کا ادب ضرور ہے اُسی طرح اُن کو بھی ہماری فیلنگ کا لحاظ و پاس لازم ہے +

تمہاری ڈریس یکساں ہونے کا ایک امپارٹنٹ معاملہ ہے۔ ٹرسٹیوں کے اجلاس منعقدہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء میں یہ معاملہ پیش ہوا تھا اُس کی نسبت یہ تجویز ہوئی کہ عام طور پر لوگوں کی رائے دریافت کیجاوے پھر ٹرسٹیوں کی ایک کمیٹی ہو وہ فیصلہ کرے کہ وہ ڈریس لازمی کیجاوے یا نہیں مجھکو معلوم ہوا ہے کہ جو لباس چند طالب علموں کے لیئے بطور نمونہ کے بنا ہے اُس کو اکثر ٹرسٹی پسند کرتے ہیں جو بحث باقی ہے وہ لازمی کرنے یا نکرنے کی نسبت باقی ہے +

اے عزیزو۔ اب مجھے تمکو ایک اور بات بتانی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس عاقل ماں کی گود میں تم پڑے ہو اُس میں جو سب سے اعلےٰ چیز ہے وہ اُس کی روح ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ روح کیا ہے۔ وہ روح وہ اُستاد ہیں جو تمکو تعلیم دیتے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ اُن کا حد سے زیادہ ادب اور اُن کی فرماں برداری کرو۔ ہم مسلمانوں میں اُستاد اور باپ کا درجہ ادب اور فرماں برداری میں برابر ہے ✣

شکایت سُننے میں آئی ہے کہ انگریزی خواں طالب علم اپنے اُستادوں اور اپنے ماں باپ کا ادب نہیں کرتے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ تم میں ایسا کوئی نہیں ہے۔ مگر جو انگریزی خواں طالب علم ایسا کرتے ہیں وہ دنیا کی اور خدا کی لعنت کے مستحق ہیں۔ ماں باپ اُن کا جسم پیدا کرنے والے ہیں اور اُستاد اُن میں انسانیت ڈالتے ہیں اور اس لیئے اُستادوں کا درجہ حقیقت میں ماں باپ سے بھی زیادہ ہے۔ جب خدا نے ماں باپ کی نسبت فرمایا ہے کہ لا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً کریماً۔ تو اسی پر قیاس کرلو کہ تم کو اُستادوں کا کس قدر ادب کرنا واجب ہے ✣

تمہاری صحت اور تمہاری جسمانی قوت کی ترقی کا تمہارے کالج کے افسروں کو کس قدر خیال ہے۔ ڈسپنسری تمہارے کالج کے احاطہ میں موجود ہے۔ عمدہ سے عمدہ دوائیں اُس میں موجود ہیں۔ متعدد کمپوڈر اور ہندوستانی ڈاکٹر کالج کے احاطہ میں دن رات موجود رہتے ہیں سِوِل سرجن ڈاکٹر رابرٹسن کس مہربانی سے تمہارے علاج پر توجہ کرتے ہیں۔ تمکو قواعد اور جمناسٹک سکھانے کو ماسٹر موجود ہے۔ گھوڑے کی سواری سکھانے کو رائڈنگ اسکول اور سواری سکھانے والا اُستاد موجود ہے۔ کرکٹ اور فٹ بال کے کھیل تمہارے لیئے مہیا ہیں۔ تمہارے کھیلوں میں پروفیسر مارِیسن اپنی ذات خاص سے کس قدر انٹرسٹ لیتے ہیں۔ اُن کی مہربانی اور شفقت کا شکریہ تم کسی طرح ادا نہیں کرسکتے ✣

مسٹر بیک۔ مسٹر ماریسن اور مسٹر آرنلڈ سے شفیق اُستاد تمکو تعلیم دیتے ہیں اور شاید ایسے شفیق اُستاد تمکو اَور کہیں میسّر نہیں آسکتے۔ میں اِس بات سے خوش ہوں کہ تم تعلیم میں۔ اخلاق میں انسانیت میں۔ سویلیزیشن میں روز بروز ترقی کرتے جاتے ہو۔ صداقت اور سلف رسپکٹ کی تم قدر کرتے ہو۔ ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے اسٹریچی سنٹرل ہال کی افتتاح کی اسپیچ میں تمہاری نسبت فرمایا ہے کہ "آپ کے (یعنی اِس کالج کے) طالب علموں کی شہرت کس قسم کی ہے؟ اُنمیں یہ صفت ہے کہ وہ راست باز اور دلیر اور اُس گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں جس کے سایۂ حمایت میں وہ رہتے ہیں۔ ضمیر خوشامد کے وہ خلیق اور مؤدب ہیں اور اپنی اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے

لحاظ سے زندگی کے علمی کاروبار کے واسطے لائق ہیں - آپ کے انسٹیٹیوشن کے شباب کا ہنوز یہ آغاز ہے اور اُس کو ہنوز اُس قسم کے شخصوں کے پیدا کرنے کے واسطے وقت نہیں ملا ہے جو وسیع علم یا زندگی کے مختلف پیشوں میں بڑی شہرت رکھتے ہیں - پورے وقت کے گذرنے کے بعد اس قسم کے آدمی اُن شخصوں میں سے جو اس کالج سے چلے گئے ہیں یا اُن میں سے پیدا ہونگے جو اب اُس میں تعلیم پاتے ہیں یا آیندہ داخل ہوں گے"۔

مگر میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ ہز آنر نے اپنی مہربانی سے جو کچھ تمہاری نسبت فرمایا اُس پر مغرور نہ ہونا - کیونکہ میرے نزدیک تم نے ابھی بہت تھوڑا کیا ہے اور بہت کچھ تمکو کرنا باقی ہے ہمیشہ تمکو اُس دانا شاعر کے قول کو یاد رکھنا چاہیئے جس نے کہا ہے ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند　　در جہل مرکب ابد الدہر بماند

واں کس کہ بداند و بداند کہ بداند　　او نیز خر خویش بمنزل برساند

واں کس کہ بداند و بداند کہ نداند　　اسپ طرب از گنبدِ گردوں بدواند

ایک انگریزی اخبار کا اڈیٹر لکھتا ہے کہ مدرسۃ العلوم کے طالب علموں نے ابھی تک دوسرے کالج کے طالب علموں سے کچھ فوقیت نہیں دکھائی ہے - مگر اخلاق اور تہذیب میں - راستی اور آشتی میں جو تم نے ترقی کی ہے - بیرونی اشخاص نہ اس کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ جان سکتے ہیں - اُن کا مبلغ علم یونی ورسٹی کی ڈگریوں کی فہرست پر منحصر ہے - بہرحال اُن کا یہ خیال صحیح ہو یا غلط تمکو ایسی کوشش اور محنت کرنی چاہیئے کہ علم کی شاخوں میں بھی تمہاری شہرت اور نام آوری ہو - تم عمدہ ادیب - عمدہ مصنف بنو تاکہ اپنی قوم کو فایدہ پہنچا سکو۔

اس بات کو بھی تم سمجھو کہ جو خوبیاں میں تم میں پیدا ہونی چاہتا ہوں وہ کیونکر پیدا ہو سکتی ہیں وہ صرف ایک بات سے پیدا ہوتی ہیں یعنی ہر کام کے لیئے مناسب وقت مقرر کرنا اور پھر وقت کی پابندی کرنا اور وقت کو ضایع نہ ہونے دینا - مجھ کو افسوس ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو وقت کی قدر نہیں ہے اور اس لیئے اُس کے ضایع ہونے کا کچھ افسوس بھی نہیں ہے تم وقت کی قدر کرو اور یقین کر لو کہ "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں" جب تم وقت کی قدر کرو گے تو اُس کا قدر کرنا خود تمکو وقت کی پابندی سکھاوے گا - تمہارا بورڈنگ ہوس میں رہنا اُسی وقت زیادہ مفید ہوگا جب تم وقت کی پابندی اختیار کرو گے۔

ایک دلچسپ نقل ہے کہ ایک لڑکے کا دوست بہت دُور دراز سفر میں گیا جہاں ہزاروں عمدہ سے عمدہ خوبصورت اور دل خوش کرنے والی چیزیں تھیں اُس نے خیال کیا کہ اُس لڑکے کے لیئے میں کیا لیجاؤں - آخر کو سوچا کہ اُس کے لیئے گھڑی سے زیادہ کوئی عمدہ چیز نہیں ہے

جو اُسکو بتلادے کہ کس وقت کیا کام کرنا ہے اور کس قدر وقت اُس نے ضایع کیا ہے اور کس قدر کام میں صرف کیا ہے۔ پس اے عزیز طالب علموں تمکو اپنی مراد پر پہونچنے کیلئے سب سے مقدم وقت کی قدر کرنا اور اُسکی پابندی کرنا ہے *

یہ چند باتیں جو تمہارے کالج لیف کے لیئے سب سے مقدم ہیں میں نے تمکو سمجھائی ہیں اور آیندہ کسی لکچر میں اَور ضروری باتیں تمکو سمجھاؤں گا مگر اب میں تمہاری دینی اور دنیوی بھلائی و بہتری اور ترقی کے لیئے خدا سے دُعا کرتا ہوں اور آخر کو تم سے بتاکید کہتا ہوں کہ ہز آنر لفٹننٹ گورنر نے جو تمہاری نسبت یہ فقرہ اپنی اسپیچ میں کہا ہے کہ "اس کالج کے طالب علموں میں یہ صفت ہے کہ راست باز اور دلیر اور گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں" اُس کو کبھی مت بھولنا اور اپنی پرایوٹ اور پبلک لیف میں نہایت مضبوطی سے اُس پر قایم رہنا۔ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ *

لکچر

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

متعلق

اجلاس نہم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مقام علیگڈھ

منعقدہ

۲۷- دسمبر ۱۸۹۴ء بعد دوپہر

معہ

اسپیچ پریسیڈنٹ جو اُنہوں نے لکچر کے جواب میں کی

یا فتّاحُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری اِس کانفرنس کو آٹھ برس گذر گئے اور یہ نواں سال ہے - ہر ایک اجلاس میں بزرگان قوم جمع ہوئے اور مسلمانوں کی تعلیم پر توجہ فرمائی - بہت سے رزولیوشن پاس ہوئے اور بہت سے لکچر دیئے گئے جو ہنسانے والے بھی تھے اور رلانے والے بھی تھے - فصاحت وبلاغت میں بھی بے نظیر تھے اور اپنے مضامین کے لحاظ سے بھی بے مثل تھے - وہ لکچر ہمارے دل پر مختلف قسم کے اثر پیدا کرتے تھے - جب اُن لکچروں یا نظموں میں ہمارے بزرگوں کی شان و شوکت - اُن کی اولوالعزمی - اُن کا جاہ وحشم - اُن کی قابل قدر سویلیزیشن - اُن کی علمی لیاقتیں اور مختلف علوم وفنون میں اُن کا کمال بیان ہوتا تھا تو ہمارا دل پھولتا تھا اور ہم

اپنے جاموں میں پھولے نہیں سماتے تھے اور ایک قسم کا غرور و فخر ہم میں پیدا ہوتا تھا کہ ہم اُنہیوں کی اولاد ہیں مگر جب ہمارے موجودہ حال کا بیان ہوتا تھا تو ہمارے دل پژمردہ اور غمگین ہوجاتے تھے اور افسوس کرتے تھے کہ ہم ایسے اسلاف کے ایسے ناخلف فرزند ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ یہ پچھلا اثر بہت ہی تھوڑی دیر ہم میں رہتا تھا۔ ہاں ہمارے آنسو بھی نکلتے تھے مگر وہ اپنے ساتھ ہمارے اُس رنج کو بہالیجاتے تھے۔ مجھ میں نہ ایسی فصاحت ہے اور نہ طاقت کہ میں اپنے اُن مخدوم لکچراروں کی پیروی کروں۔ میرا تو اُس رنگریز کا سا حال ہے جس کو صرف اُمّوا رنگ آتا تھا اور وہ سب رنگوانے والوں سے گو کہ وہ کوئی رنگ رنگوانا چاہیں یہی کہتا تھا کہ تم پر تو اُمّوا رنگ ہی کھُلتا ہے۔ پس میں اپنی قوم کے موجودہ حال پر نظر کروں گا اور آپ سے پوچھوں گا کہ اُسکی ترقی اور فلاح دارین کیونکر ہوسکتی ہے +

گزشتہ زمانہ میں ہمارے بزرگوں کی حالت نہایت عمدہ اور بے نظیر تھی گذشتہ زمانہ کی سویلیزیشن جسے یاد کرکے ہمکو رونا چاہیئے ہمارے بزرگوں کو نصیب تھی۔ اخلاق۔ محبت۔ مروّت۔ دوستی۔ دوستی کا برتاؤ۔ دوستی کا پاس۔ دلی نیکی۔ فیاضی۔ متانت۔ چھوٹوں کے ساتھ اُلفت۔ بڑوں کا ادب۔ غریبوں کے ساتھ ہمدردی۔ قومی یگانگت۔ سب اُن میں جمع تھی۔ قومی تعلیم دینی و دُنیوی کا ایسا مستحکم اور قابل ادب سلسلہ تھا جس کی نظیر تمام دنیا کی کسی قوم میں پائی نہیں جاتی۔ ایک بزرگ مقدس عالم دن رات بلا خیال دنیوی فایدہ کے خدا کی رضامندی اور اپنی قوم اور اپنے مذہب کے لوگوں کی تعلیم کے لیئے ایک مسجد کے کونے یا خانقاہ کے حجرہ یا اپنے مکان کی کوٹھری میں بیٹھا پڑھاتا تھا۔ پھر غریب سے غریب آدمی پڑھنے کو آوے یا بادشاہ شہنشاہ کا بیٹا سب کی تعلیم میں مساوی برتاؤ کرتا تھا۔ اخیر زمانہ میں بھی مگر اس زمانہ سے پہلے کثرت سے ایسے بزرگ ہر قصبہ و شہر میں پائے جاتے تھے جس نے اُن کو دیکھا ہے آدمی نہیں اُن کو فرشتہ پایا ہے۔ اُن کی صحبت کی برکت سے طالب علموں کے اخلاق درست ہوتے تھے نیکی اُن کے دل میں پیدا ہوتی تھی۔ شاید اب بھی دو ایک بزرگ ایسے ہوں مگر وہ ایسے شاذ و نادر ہیں جو تمام قوم کو فایدہ پہونچانے کو ناکافی ہیں +

سب سے بڑا مقصد تعلیم و تربیت سے انسان میں نیکی اور اخلاق اور انسانیت اور آدمیت پیدا کرنا ہے وہ ہمکو اپنے بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا تھا۔ پُشت در پُشت بطور وِرثہ کے ہمارے بزرگوں کو پہونچتا تھا اور اُن سے ہمکو۔ ہمارا مُلک جو خاص ہندوستان یا متوسط ہندوستان کہلاتا ہے ہر ایک امر میں کیا علم میں کیا معاشرت و تہذیب میں کیا زبان میں دوسرے مُلکوں کے لیئے نظیر تھا۔ انقلابات زمانہ سے نہ اب وہ زمانہ ہے اور نہ اب وہ لوگ جن کی صحبت سے ہم

تربیت پاتے تھے۔ غدر ۱۸۵۷ء نے جس کا الزام بدقسمتی سے مسلمانوں پر لگایا گیا رہا سہا جو کچھ تھا سب برباد کردیا۔ ہمارا ملک ہی برباد نہیں ہوا بلکہ جیسا اُس کا اثر تمام ہندوستان پر پہونچتا تھا اُسی طرح اُس کی بربادی کا اثر بھی تمام ہندوستان میں پہونچا +

اے دوستو۔ اسوقت تم ملک کے مختلف حصّوں اور متعدد خاندانوں اور متعدد قبیلوں کے یہاں تشریف فرما ہو۔ آپ مجھکو معاف کرینگے اگر میں یہ کہوں کہ ہم سب سوچیں اور اپنے اپنے کنبہ اور خاندان میں خیال کریں اور دیکھیں کہ اب ایسے بزرگ کس مقام اور خاندان میں باقی ہیں جن کی نیک صحبت کے اثر سے ہمارے نوجوان اور بچّے تعلیم و تربیت پاویں +

ہماری مثال اُن تیلیوں کی ہے جو بترتیب ایک بندش میں بندھی ہوں اور وہ بندش ٹوٹ جاوے اور تمام تیلیاں متفرق و پریشان ہوجاویں۔ اور اُن کا کچھ انتظام نہ رہے۔ اگر اب ہم پھر اپنی قوم کو قوم بنانا چاہتے ہیں تو پھر اُن متفرق تیلیوں کو جمع کرکے ایک بندش سے باندھنا ہمکو ضرور ہے۔ افسوس کہ پُرانا ڈورا جس سے وہ بندھی ہوئی تھیں وہ ٹوٹ گیا اور ایسا پُرانا اور بودا ہوگیا جس سے اب وہ متفرق تیلیاں بندھ نہیں سکتیں اور اس لیئے ہمکو ضرورت ایک نیا ڈورا پیدا کرنے کی اور اُن متفرق تیلیوں کو جمع کرنے کی اور بترتیب دوبارہ باندھنے کی ہے۔ اے دوستو اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو نہ قوم کو قوم بنا سکینگے اور نہ اُن میں انسانیت۔ آدمیت اور قومیت پیدا کرسکینگے +

یہ حال ہماری قوم کا ہے اور یہ کچھ ہمکو اُن کے لیئے کرنا ہے۔ اب جو نہایت نازک اور قابل غور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیونکر ہو۔ اور بھی ایک مسئلہ ہے جو قوم کو اُسپر غور کرنی لازم ہے اور اے دوستو آپ جو دُور و دراز فاصلوں سے اِس مقام پر جمع ہوئے ہو اُس سے مقصد اِس مسئلہ پر غور کرنا اور اُس کے لیئے کسی تدبیر کا سوچنا ہے +

انسان کے قوا جب ضعیف ہوجاتے ہیں اور اعتدال مزاج درہم و برہم ہوجاتا ہے تو وہ متعدد اور متضاد بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہی حال قوم کا ہوتا ہے جب اُس کو تنزل ہوتا ہے تو کسی ایک چیز میں تنزل نہیں ہوتا بلکہ مذہب۔ اخلاق۔ تعلیم۔ راستبازی۔ دیانت داری۔ سویلیزیشن دولت۔ تمکنت۔ متانت سب چیز میں تنزل ہوتا ہے اور جو لوگ اُس کی اصلاح کے درپے ہوتے ہیں وہ حیران ہوجاتے ہیں کہ کس کس چیز کا علاج کریں ؎

دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

مگر جب غور کی جاتی ہے تو بجز تعلیم و تربیت کے اَور کوئی اُس کا علاج نظر نہیں آتا +

تعلیم میں جو مشکلات ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ ہمکو بحیثیت مسلمان ہونے کے

قوم کو قوم بنانے کے لحاظ سے مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں مذہب اسلام کی رُو سے قوم کا لفظ نسل کے متحد ہونے پر نہیں بولا جاتا ہے۔ بلکہ جس نے کلمہ پڑھا اور اسلام لایا گو کہ وہ باعتبار نسل کے کوئی ہو وہ سب ہمارے بھائی اور ہماری قوم میں داخل ہیں۔ اسلام کی رو سے اُخوت اور اتحاد قومی صرف اسلام پر منحصر ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ پس جبکہ مدار قومیت اسلام پر ہے تو ہمکو اپنی قوم کو مذہبی تعلیم دینا اوّل درجہ جہاں تک کہ عقاید و فرایض سے متعلق ہے ضرور ہے ٭

دُنیوی علوم سے ہم اپنی قوم کو محروم نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ اگر اُس سے محروم رکھیں تو وہ دنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہوتی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ دنیا و مافیہا فانی ہے اور زندگی چند روزہ ہے مگر بخت وہ چند روز ہی ایسے کٹھن ہیں جن میں جب تک کہ ہم اُن میں رہنے کے قابل نہوں رہ نہیں سکتے

ــــہ

یاں فکر معیشت ہے وہاں دغدغہ حشر

آسودگی حرفیست یہاں ہے نہ وہاں ہے

یہ کہنا تو بہت خوش آیند معلوم ہوتا ہے کہ علوم ایشیا میں سے یورپ میں گئے ہیں اور ہمارے ہی بزرگوں نے یورپ کو علوم میں تعلیم دی ہے۔ مگر جب ہم غور کرتے ہیں تو تمام علوم کو کیا منطق و فلسفہ کیا ہیئت و ہندسہ کیا طب و حکمت کیا سیاست و انتظام مدن۔ کیا ریاضی عملی و نظری ان سب کو ایسے اعلےٰ درجہ پر ترقی یافتہ پاتے ہیں کہ پہچان نہیں سکتے۔ کہ یہ وہی علوم ہیں جو ایشیا سے یورپ میں گئے تھے۔ جس طرح کہ ایک دانہ زمین میں پڑا ہوا ایک عالی شان درخت ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح ان علوم نے ترقی کی ہے اور جو اُن پر مزید ہوا ہے وہ اِسکے علاوہ ہے ٭

ہمارے دنیوی علوم عقلی و نظری۔ علمی و عملی کی کتابیں تقویم پارینہ کی مانند ہو گئی ہیں جو کسی کام آنے کے لایق نہیں ہیں اور اِس لیئے ہمکو مجبوری اُن علوم کو موجودہ یورپ کی کتابوں سے حاصل کرنا پڑا ہے۔ جن کو ہم بُو علی و فارابی۔ ابن رشد رازی اور ارسطو اور ساوذی سیوس اور مالاتاؤس اور دیگر علماء یونانی کی تصنیفات سے جو عربی میں ترجمہ ہو گئی ہیں حاصل کرتے تھے ٭

لٹریچر ایک ایسا علم ہے جو ہر ایک زبان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر اس زمانہ میں اُسمیں بھی طریق بیان اور طرز اداے مضمون نے ایسی ترقی کی ہے کہ ہم اپنی قدیم طرز تحریر اور طریق اداے مضمون کے چھوڑنے اور اِس جدید طرز کے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لفاظی اور ہجر و وصل کی شاعری مبالغہ اور اَن نیچرل مدح سرائی صنایع و بدایع جو ایک زمانہ میں حسن تحریر سمجھے جاتے تھے اب حد سے زیادہ معیوب ہیں ٭

تجارت جس میں جاہل عرب ایک زمانہ میں مشہور تھے اور خدا نے بھی ہم کو اُس میں مصروف رہنے کی ہدایت کی ہے۔ جہاں فرمایا ہے یٰایُّھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ وہ ہماری قوم سے بالکل چھوٹ گئی ہے مگر سمجھو کہ کیوں چھوٹ گئی ہے۔ اس لیئے چھوٹ گئی ہے کہ ہم اُس کے لایق یا وہ ہمارے لایق نہیں رہی ہے ۔

اس زمانہ میں تجارت جاہل بدوؤں کا کام نہیں رہا۔ وہ ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا فن ہوگیا ہے جس میں تعلیم و تربیت۔ عمل و علم دونوں کی ضرورت ہے۔ غیر ملک کے لوگوں سے واقفیت اُن لوگوں اور اُن ملکوں کے حالات سے آگاہی۔ بحر و بر کے سفر کی عادت۔ دلیری و جرأت اُس کے لیئے درکار ہے مگر ہماری قوم سے یہ سب چیزیں معدوم ہوگئی ہیں۔ اُن کا تو اس مقولہ پر عمل ہے۔ کہ ع

حب الوطن از ملک سلیماں خوشتر

علاوہ اس کے اس زمانہ میں شخصی تجارت کا کام نہیں رہا ہے۔ متفقہ تجارت کی جسکو کمپنی سے تعبیر کیا جاتا ہے گرم بازاری اور سرسبزی ہے جس کی بنا اتفاق پر اور ایک دوسرے کی معاونت پر اور سب سے زیادہ راست معاملگی اور اُس سے بھی زیادہ دیانت اور آنسٹی پر مبنی ہے مگر ہماری قوم میں یہ مقولہ مشہور اور اُس پر عملدرآمد بھی ہے کہ "ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں" مجھ کو کوئی نظیر ایسی معلوم نہیں ہے کہ ہماری قوم کے دو چار آدمیوں نے بھی ملکر کوئی تجارت کا کام کیا ہو اور اُس میں خیانت اور آپس میں بدگمانی اور آخر کو باہمی تنازع و تکرار نہوئی ہو۔ اِن رذایل کا قوم سے دُور کرنا اور فضائل کا اُن میں پیدا کرنا نہایت اعلےٰ درجہ کی تعلیم اور تعلیم سے زیادہ تربیت پر منحصر ہے نہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی جاننے سے اور یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کر لینے سے۔ مدراس میں ہزاروں آدمی انگریزی جانتے ہیں۔ میں نے خود ایک مدراسی بی اے کو دیکھا جو ایک انگریز کے ساتھ تھا اور بیرا کا کام کرتا تھا۔ یہ اس امر کا نتیجہ تھا کہ تعلیم تھی مگر تربیت نہ تھی ۔

سب سے بڑا جوہر انسان میں ایک بہادر سپاہی کی سی جرأت اور دلیری اور دل چلا پن ہے اور مستعدی اور اپنے کام کو ایمانداری سے ادا کرنا اس کا لازمہ ہے۔ یہی چیز ہے جو انسان کو باغیرت بناتی ہے۔ یہی چیز ہے جو سلف ریسپکٹ کو قایم رکھتی ہے۔ یہی چیز ہے جو انسان کو مصیبت کے وقت مضبوط رکھتی ہے۔ یہی چیز ہے جس کے سبب انسان سے ایسے کام ہوتے ہیں

جن کو دیکھکر دنیا تعجب کرتی ہے - ہماری قوم کے نوجوانوں میں اِن سب چیزوں کی بہت کمی ہو گئی ہے اور ہوتی جاتی ہے - سپاہیانہ جراُت اور دلیری اُن میں نہیں رہی اگر کسی میں کچھ ہے تو نامہذب اکھڑپنا ہے - سُستی و کاہلی اُن کے خمیر میں پڑ گئی ہے - محنت اور جفاکشی کے عادی نہیں رہے - سلف رسپکٹ کا بہت کم خیال ہے ضعیف و ناتوان ہو گئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں - معمولی تحصیل تمام کرنے کے بعد اُن کے قوا بالکل ضعیف ہو جاتے ہیں - بہت سے ضعف بصر کے شاکی ہیں - دَوڑ دھوپ کی اُن میں طاقت نہیں رہی خراماں خراماں چند قدم چلنا اُن کی معراج ہوتا ہے - پس اُن کی اِن عادتوں کو بدلنا - اُن میں سپاہیانہ دلیری - مہذب بہادری - شایستہ جراُت پیدا کرنا محنت و مشقت کا عادی کرنا - ریاضت جسمانی میں اُن کو ڈالنا - اُن کی صحت کو درست کرنا - یہ سب وہ کام ہیں جو ایک باعزت قوم کے لیئے ہونے چاہئیں - جیسا کہ ہم اپنی قوم کو بنانا ضرور سمجھتے ہیں - اگر ہماری یہ خواہش ہو کہ ہم تعلیم سے اسی قدر مطلب سمجھیں کہ "چارپائے بروکتابے چند" معاف کیجیئے میں نے غلط کہا - بردوپاے بود کتابے چند - تو ہم نے اپنی قوم کے ساتھ کچھ سلوک نہ کیا ہوگا ۞

مُسلمان تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں - اگرچہ گورنمنٹ نے اپنی مہربانی سے اور مشنریوں نے اپنے خیال مذہبی سے جابجا مدرسے قایم کیئے ہیں اور اُن میں کچھ مُسلمان پڑھتے ہیں مگر اُن مدارس میں مُسلمانوں کی تعداد بہت قلیل ہے اور دیگر اقوام کی زیادہ کثرت ہے - دیگر اقوام کی کثرت سے مُسلمانوں کی قومی فیلنگ دبی رہتی ہے - اُن میں ملکر تعلیم پانے سے کبھی اُن میں قومی فیلنگ پیدا ہی نہیں ہو سکتی - تعلیم میں بھی ایک کو دوسرے سے اعانت نہیں پہونچتی - ایں ازاں دُور و آں ازیں نفور - طرزِ معاشرت باہم مختلف - ایک کی ضروریات دوسرے کی ضروریات سے مباین اور اِس سبب سے مُسلمانوں کو اُن کالجوں میں کوئی [illegible] اپنی تعلیم کو ترقی دینے کا اور اپنی قومی فیلنگ کو بڑھانے کا بلکہ اُس کو قایم رکھنے کا نہیں ہے - پس اُن مدارس میں تعلیم پانے سے کبھی توقع نہیں ہو سکتی کہ ہماری قوم قوم بن سکیگی - دیکھو اُن طالبعلموں کی فیلنگ کو جو اَور قوموں کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اُن طالب علموں کی فیلنگ کو جو اپنی قوم کے طالب علموں کے ساتھ ملے ہوئے پڑھتے ہیں اور اپنی قوم کے نوجوانوں کے ساتھ مِل کر رہتے ہیں ۞

یہ سچ ہے کہ ہم تمام ہندوستان کے مُسلمانوں کو ایک جگہ یا ایک کالج میں جمع نہیں کر سکتے اور یہ بھی کہا جاتا ہے (جسکو مَیں صحیح نہیں سمجھتا) کہ ہم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ مختلف صوبوں میں ایسے اعلےٰ درجہ کے کالج بنا سکیں جو مُسلمانوں کی ضروریات اور اُن میں قومی فیلنگ

پیدا کرنے کے لیئے مناسب ہوں۔ مگر ان خیالات کے سبب ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہنا قوم کے قوم بنانے کی تدبیر کو چھوڑ دینا نہایت بزدلی اور قومی جوش نہ ہونے کی دلیل ہے۔

اگر ہم ایک کالج بھی ایسا بنا لیں جس میں ہم اپنی قوم کے بچوں کو اس طرح تعلیم و تربیت دے سکیں جیسی دینی چاہیئے تو بلاشبہ اُس میں ایک محدود تعداد ہوگی۔ مگر اُس محدود تعداد کا اس قسم کی تربیت پانا قومی فلاح کی نشانی اور قومی ترقی کے ستارۂ اقبال کے طلوع ہونے کی علامت ہوگی۔ یہی محدود تعداد جب اس قسم کی تعلیم پا کر نکلینگے اور ملک کے مختلف حصوں میں پھیلیں گے تو وہ قومی ترقی کے لیئے بمنزلہ خمیر کے ہوں گے اور قومی باغ کے لیئے بمنزلہ تخم کے اور اُمید ہے کہ اُن سے ایسے سرسبز و بار آور درخت پیدا ہوں گے جس کی نسبت مجھ کو قرآن مجید کے چند الفاظ تلاوت کر دینے کافی ہیں۔ کزرع اخرج شطأہٗ فآزرہٗ فاستغلظ فاستوی علٰی سوقہ یعجب الزرّاع (یا اللہ ارجو منک ان یکون ھکذا)۔

اس موقع پر میں دو لفظ اپنے کالج کے لڑکوں کو مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں۔ اے طالب علموں جو تم اس ہال میں جمع ہوئے ہو سُن لو اور سمجھ لو کہ مجھ کو تم سے کیا توقع ہے اگر تم نے میری توقعوں کو پورا نہ کیا تو افسوس تم پر اور افسوس مجھ پر اور افسوس قوم پر۔

لوگ شکایت کرتے ہیں کہ انگریزی تعلیم سے طالب علموں کی عادات اور اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور آزادی اُن میں سما جاتی ہے۔ بڑوں کا ادب۔ ماں باپ کا ادب اُن کی عزت اُن کی فرماں برداری اُن میں سے جاتی رہتی ہے۔ اگرچہ مجھ کو ایسے لوگوں سے واسطہ نہیں پڑا کیونکہ میں اپنے کالج کے طالب علموں کو ایسا نہیں پاتا وہ نہایت مہذب اور نیک گوں اور اُستادوں کا ادب کرنے والے ہیں لیکن بالفرض اگر یہ شکایت صحیح ہے تو اُس حالت میں کہ چار مسلمان بچے لاہور میں اور چار کلکتہ میں اور چار بمبئی میں اور چار مدراس میں اور کچھ مشنری کالجوں میں پڑھتے ہوں۔ اگر اُن کے اُستاد مہذب و تربیت یافتہ بھی ہوں اور یہ بھی فرض کر دو کہ وہ اُستاد اُن کی تربیت پر بھی خیال رکھتے ہوں تو ایک دو گھنٹہ اُن کو اُستاد کے سامنے شکسپیر یا ناول یا ہسٹری یا فلسفہ پڑھ لینا اور اُس کے بعد شہر کے بازاروں اور گلیوں میں پھرنا جن میں سامان بدتہذیبی بہ نسبت زمانہ سابق کے کثرت سے موجود اور بہ نسبت سابق کے سہل الوصول و ارزاں ہے اور کسی مہذب سوسائٹی کا اُن کو میسر نہ آنا۔ اس نقصان کو جس کی شکایت کی جاتی ہے رفع نہیں کر سکتا۔ پس اے دوستو اگر یہ شکایت حقیقی ہے تو آپ کو جو فلاح قومی اور اپنے بچوں کے مہذب ہونے کے خواہاں ہو غور کرنا لازم ہے کہ

یہ شکایت کیونکر رفع ہو سکتی ہے۔

اس سے بھی زیادہ وہ خطرناک اور نا سمجھی بلکہ نادانی کی آزادی ہے جو میں یقین کرتا ہوں کہ ہمارے کالج کے طالب علموں نے نہیں مگر دوسرے کالج کے طالب علموں نے خواہ وہ گورنمنٹ کالجوں کے ہوں یا مشنری کالجوں کے اختیار کی ہے۔ اس سے میری مراد وہ پولیٹکل ایجیٹیشن ہیں جو انگریزی خواں طالب علموں نے گورنمنٹ کے مقابلہ میں جس کے سایہ عاطفت میں ہم بآرام زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کے پُرامن زمانہ میں ہم اپنی قوم کو ہر طرح کی ترقی دے سکتے ہیں اختیار کیے ہیں۔ یہ نوجوانان انگریزی خوان ایک ہلدی کی گرہ پاکر پنساری ہونے کے مدعی ہیں۔ نہ پالیٹکس کے اُصول سے واقف ہیں نہ اُس پر غور کی ہے نہ دوسرے ملکوں کے حالات سے واقف ہیں نہ اُن کو کبھی دیکھا ہے اور بے سروپا باتوں اور گورنمنٹ کی پالسی کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے ہیں۔ اور میں کامل یقین سے کہتا ہوں کہ ایسے ایجیٹیشن مُلک کے لیئے اور اگر مُسلمان اُس میں شریک ہوں تو بالتخصیص مُسلمانوں کی قوم کے لیئے نہایت مضر بلکہ قوم کو برباد کرنیوالے ہیں۔ ہمارے نوجوان مُسلمانوں کے لیئے نہ کوئی ایسی سوسیٹی ہے جو اُن کو اس غلطی سے آگاہ کرے نہ اُن کو کوئی نصیحت کرنیوالا اور سمجھانے والا ہے۔ پس آپ نے کیا تدبیر سوچی ہے اور کیا طریقہ اختیار کیا ہے اور کیا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں جس سے ہماری قوم کے بچے ان بلاؤں سے محفوظ رہیں۔ کیا قوم کو متفرق رکھنے اور متفرق جگہ تعلیم دینے سے ایسا ہو سکتا ہے۔ حاشا وکلا۔

اس سے بھی زیادہ ایک اور خطرناک امر ہے جو مُسلمان انگریزی خواں طالب علموں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ انگریزی پڑھکر عقاید مذہبی سے برگشتہ یا اُن میں مذبذب اور فرایض مذہبی کے ادا کرنے میں سُست ہو جاتے ہیں۔ یہ پچھلی بات اگرچہ افسوس کے قابل ہے مگر مَیں اس کی خصوصیت انگریزی خواں مُسلمانوں کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جو نوجوان مُسلمان انگریزی خوان نہیں ہیں وہ بھی فرایض مذہبی ادا کرنے میں کچھ چُست نہیں ہیں۔ خیر اس کا کچھ ہی سبب ہو مگر زیادہ خطرہ کی بات پہلا امر ہے یعنی عقاید مذہبی سے برگشتہ ہونا یا اُن میں مذبذب ہو جانا۔ اس کا اصلی سبب علوم جدیدہ کا شایع ہو جانا ہے اور چونکہ انگریزی خوان طالب علموں کو اُن علوم جدیدہ سے زیادہ واقفیت کا موقع ہے اس لیئے یہ کہنا کہ انگریزی پڑھنے سے عقاید میں فرق آجاتا ہے کچھ بیجا نہیں ہے مگر اتنی بات میں ضرور کہوں گا کہ نسبت دیگر مدارس کے ہمارے مدرسۃ العلوم میں یہ بیماری بہت کم ہے۔

لیکن اے دوستو۔ اس معاملہ میں کمی و بیشی پر خیال کرنا بیجا ہے بلکہ ہماری قوم کو آ

جھگڑے سے اُٹھانے کی تدبیر کرنی واجب بلکہ فرض ہے - یہ آفت کچھ نئی نہیں ہے بلکہ جب فلسفہ یونانی مسلمانوں میں پھیلا تھا اُس وقت بھی یہ مشکل پیش آئی جس کے سبب اُس زمانہ کے علماء نے علم کلام ایجاد کیا تھا - پس ہم جو اس کا الزام اپنے نوجوان انگریزی خواں طالب علموں کو دیتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے - بلکہ دراصل وہ الزام اس زمانہ کے علماء پر ہے جو فلسفہ جدیدہ کے مقابلہ میں کوئی علم کلام پیدا نہیں کرتے - حال میں یعنی اسی ربیع الاول گذشتہ کے مہینے میں بموقع مجلس میلاد شریف ایک بہت بڑے عالم مصری محمد روحی افندی نے پیرس کے مقام میں اُن مسلمان طالب علموں کے سامنے جو یورپ میں اور خصوصاً فرانس میں تعلیم پاتے ہیں ایک اسپیچ دی ہے جس کے چند فقرے میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں +

اُنہوں نے بیان کیا کہ " جس امر ضروری کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اور جس کے لیئے یہ سب کچھ بطور مقدمہ اور تمہید کے تھا وہ یہ ہے -

اول تو یہ کہ بلاد اسلامیہ کے رہنے والوں نے جن کو اس انیسویں صدی کے حالات اور سولیزیشن کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے اِن طلبا کا ممالک یورپ کو جانا پسند نہیں کیا - اور اُن ملکوں میں جو اسلامی نہیں ہیں اُن کا تحصیل علم کرنا اُن کو ناگوار ہوا - اور اُن کو حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھنے لگے - حتیٰ کہ بعض نے تو معاذ اللہ اُن پر کفر کے فتوے لگا دیئے - یہ لوگ مسلمانوں کی ترقی اور موجودہ تحریک کے سد راہ ہو گئے - اور اُنہوں نے ذرا بھی نہیں سوچا کہ اُس حدیث کا کیا مطلب ہے جو آنحضرت سے منقول ہے - جس کا ماحصل یہ ہے کہ علم کی تلاش کرو اگرچہ وہ چین میں ہو - ملک چین تو اُس وقت اہل کتاب کا ملک بھی نہ تھا - بلکہ محض بت پرستوں اور مشرکوں کا ملک تھا - اور ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں اس کو پاؤ حاصل کرو - اسی طرح بہت سی احادیث نبوی و آثار شرعی مروی و منقول ہیں جو میرے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ ہیں +

دویم یہ کہ بعض طلباء دین اسلام کے حقایق سے آگاہ نہیں ہیں - نہ اُن حکمتوں اور باریک معانی کو سمجھتے ہیں جو مذہبی الفاظ کی تہ میں پوشیدہ ہیں نہ اُن علماء سے دریافت کرتے ہیں جو اُن کے ذہنی شبہات کو رد کرنے اور اُن کی غلطیوں اور کمزور خیالات کو دور کرنے پر قادر ہیں بلکہ اُنہوں نے صرف ایسے چند قصوں اور کہانیوں پر قناعت کی ہے جو اُن لوگوں سے سُنی سنائی ہیں جن کو چوڑی آستینوں اور بڑے عماموں کے لحاظ سے تو البتہ علماء سے مشابہت ہے مگر حقیقت میں وہ تعصب اور جہالت میں گرفتار ہیں - انہیں لوگوں نے اسلام کے دائرہ کو تنگ کیا ہے اور اس میں چند در چند مشکلات پیدا کر دی ہیں - اور کتب دین کے مطالعہ کرنے اور

علمائے دین کی پند و نصیحت سُننے سے اُن کو نافر اور بے توجہ کر دیا ہے جس سے معاذ اللہ یہ گمان فاسد پیدا ہوا ہے کہ اسلام حقایق اذلہ کے برخلاف ہے اور ترقی تمدن کا مخالف ہے۔ اور عالم مسلمان محض مقلد ہے جو نقل پر کفایت کرتا ہے اور عقل سے ذرا بھی کام نہیں لیتا"۔

پھر اُنھوں نے کہا کہ "میں اُن طلبار کو جن کا میں نے ذکر کیا معذور سمجھتا ہوں کیونکہ وہ ایسے اشخاص سے تعلیم پاتے ہیں جن کو مذہبی حقایق کی ذرا بھی خبر نہیں ہے۔ علوم عالیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اُن کو ہرگز ایسے شخص سے ملنا نصیب نہیں ہوتا جو اس مذہب مقدس کی حکمتیں اُن کو سمجھائے۔ اور اُن کے عقلی و فلسفی شبہات کو دفع کرے۔ نہ اُن کو ایسی کتابوں کے مطالعہ کی قدرت ہے جو خاص اس مضمون پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ اُن کتابوں کا مضمون مشکل اور پیچیدہ ہے۔ اُن کے سمجھنے کے لیئے برسوں کی محنت درکار ہے اور سب سے ادنا بات تو یہ ہے کہ اُن کو عربی زبان اور علمی اصطلاحات سے بھی آگاہی نہیں ہے۔ (انتہیٰ)"۔

مَیں نے ابتدا سے یعنی جب سے کہ زبان انگریزی و علوم جدیدہ کے مسلمانوں میں رائج ہونے کی کوشش کی اِس بات کی خواہش کی ہے کہ ہمارے زمانہ کے علما اِس مشکل امر پر متوجہ ہوں اور علوم جدیدہ کے مقابلہ میں علم کلام پیدا کریں۔ مگر افسوس ہے کہ کسی نے اُسپر توجہ نہیں کی ہے۔

تھوڑے دن ہوئے کہ ایک بہت بڑا مجمع علمائے دین کا کانپور میں جمع ہوا تھا جو ندوۃ العلماء کے نام سے مشہور ہے میں نے اُس مجلس متبرک کے سکرٹری کو ایک خط لکھا اُسکے فقرے آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔ اُسمیں مَیں نے لکھا تھا کہ "ایک اَور امر جو سب سے ضروری اور مقدم ہے مَیں آپکی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک زمانہ مُسلمانوں پر ایسا گذرا ہے جس میں بجز تحصیل علوم دین کے اَور کسی علم سے سروکار نہ تھا جس کے سبب دین کی ہزاروں کتابیں۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ اسمار رجال۔ اُصول حدیث۔ اُصول فقہ وغیرہ موجود ہو گئیں۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جسمیں حکمت و فلسفہ یونان کا مُسلمانوں میں رواج ہوا اور اُس کے سبب سے عقاید مذہبی میں بہت کچھ خلل واقع ہوا یا واقع ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اُس وقت علما نے مذہب اسلام کی تائید پر کمر باندھی اور علم کلام ایجاد کیا اور اسلام کی نصرت کی۔ مگر اب وہ زمانہ بھی گیا اور جدید فلسفہ اور جدید حکمت اور جدید علوم حکمیہ پیدا ہو گئے اور اِس کے مسائل اور جو جو تحقیقات علوم طبعی کی اِیجاد ہوئی ہے وہ بہت زیادہ مخالف مسائل موجودہ اسلام کی ہے اور اِن جدید علوم کا روز بروز زیادہ شروع ہوتا جاتا ہے اور کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہو سکتا۔ اگلے زمانہ کے عالموں نے بھی حکمت اور فلسفہ یونان بلکہ منطق کے پڑھنے کو بھی حرام قرار دیا تھا۔ مگر اُس سے کچھ نتیجہ نہیں ہوا ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اُس کو پڑھا اور لاچار خود علما نے اُس کی تحصیل کی اور

علم کلام ایجاد کیا ۔

جو مسائل حکمت و فلسفہ و طبیعات کے علوم جدیدہ کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں اُن کے لیئے وہ علم کلام جو یونانی فلسفہ و حکمت کے مقابل بنایا گیا تھا کافی نہیں ہے اور تفاسیر قرآن مجید اور تفاسیر حدیث شریف اور دیگر کتب مصنفہ اہل اسلام میں اُس کے متعلق کچھ پایا نہیں جاتا اور اِسی سبب سے الحاد و زندقہ مسلمانوں میں پھیلتا جاتا ہے جو نہایت سخت وبا ہے جس کی روز بروز ترقی ہونے کی اُمید قوی ہے ۔ پس اِس کا کیا علاج ہے ۔ اُمید ہے کہ آپ میرے اس عریضہ کو ندوۃ العلما کے سامنے پیش فرماوینگے اور جو ہدایت علماء کی اِس باب میں ہو اُسکو مشتہر فرماوینگے تاکہ مسلمان اِس آفت سے جس کی پناہ کسی جگہ نہیں معلوم ہوتی محفوظ رہیں ۔ والسّلام ۔

مگر میں سمجھتا ہوں کہ کسی مصلحت سے یہ خط علماء کرام کے سامنے پیش نہیں ہوا ۔

اِن امور کے بیان کرنے سے میرا مقصد بجز اِس کے اَور کچھ نہیں ہے کہ جو حالات قوم کے ہیں وہ آپ کے سامنے بیان کروں اور یہ ظاہر کروں کہ اِس باب میں آپ یا ہم یا ہماری قوم جب تک کہ ہمارے زمانہ کے علماء بھی اُسپر متوجہ نہوں کچھ کر نہیں سکتے مگر باینہمہ ہمکو سوچنا ہے کہ جو ہم کر سکتے ہیں وہ کیا ہے ۔ وہ بجز اِسکے اور کچھ ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اُن طالبعلموں پر نماز پڑھنے کی روزہ رکھنے کی تاکید کریں اُن کے نماز و روزہ کے لیئے جو ضروریات ہیں اُسکو مہیا کریں ۔ اس سے بڑھکر یہ کر سکتے ہیں کہ ہم کسی لائق عالم کو اُن کی نصیحت اور اُن کے امور دینی کی حفاظت کے لیئے مقرر کریں تاکہ وہ اپنے وعظ اور نصیحت سے اُن کے عقاید اور اُن کے خیالات فاسد کو اگر وہ درست کر سکتا ہے درست کرے ۔ مذہبی تعلیم کو جسقدر ہو سکے اُن کے کورس تعلیم میں داخل کریں اور اِن تمام امور کے اہتمام کو ایک جزو تعلیم کا قرار دیں جیسے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے مدرسۃ العلوم میں اِن تمام امور کا اہتمام جیسا کہ ممکن ہے ہوتا ہے ۔

قوم کو اگر قومی ترقی اس طرح کی منظور ہو تو یہ بھی لازم ہوگا کہ جو مسلمان نوجوان کالج میں رکھے جاویں وہ عمدہ ۔ اگر عمدہ نہو تو متوسط حالت میں رکھے جاویں ۔ اُن کے رہنے کے مکانات صاف اور درست ہوں ۔ اُن کو پاکیزہ اور صاف لباس پہننے کی عادت ڈالی جاوے سلیقہ سے رہنا اپنے رہنے کے مکان کو درست رکھنا اُن پر لازم کیا جاوے سب کو اگر ممکن ہو ایک سی حالت میں رہنے کی تدبیر کیجاوے ۔ کھانے کا انتظام ایسی طرح پر ہو کہ جس سے اُن کو کھانے کا آپس میں دوستانہ اور برادرانہ طریقہ سے ملکر کھانا آجاوے جو ایک بڑی تدبیر قومی موانست ۔ قومی یگانگت کی ہے ۔

مگر بعض لوگوں کی رائے اِس کے برخلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ ایسی مہذب عادتیں طالبعلموں میں نہ ڈالی جاویں ۔ کیونکہ جب وہ کالج سے نکلینگے تو اُن کی قسمت میں تو ایک قلی کے طور پر رہنا

ہے وہ ایسی اچھی طرح پر کیونکر رہ سکینگے ✦

وہ لوگ ان تمام تدبیروں سے جوان نوجوان مسلمانوں کو مہذبانہ طریق سے رہنے کی سکھائی جاویں اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ غریب مفلس آدمیوں کو جس طرح کہ مسجدوں میں یا خیرات خانوں میں یا خیراتی اسکولوں میں رہتے ہیں یا جس طرح مدرسہ عالیہ جامع ازہر مصر میں طالب علموں کو ایک گلی میں کھڑا کر کے اُن کے ہاتھوں میں دو دو یا تین تین خمیری روٹیاں رکھدی جاتی ہیں اسی طرح یا اُس کی مثل سستا آسان طریقہ اخراجات تعلیم کا اختیار کیا جاوے تاکہ کثرت سے غریب آدمی بھی تعلیم پا جاویں ✦

اے دوستو۔ اگر اِس طریقہ سے قوم قوم بن سکتی ہے۔ اگر اِس طریقہ سے مسلمان بچّوں میں آدمیت۔ غیرت۔ سلف رسپکٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر تم اِس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہارے بچّے اِسطرح پر تعلیم پاویں اور تعلیم کے ساتھ ذلّت کی زندگی وہ کما لیجاویں تو بہتر مگر میری رائے میں تو اِس طریق سے کوئی قوم معزز قوم نہیں بن سکتی جو لوگ اِسطرح پر تعلیم دینا چاہتے ہیں اُن کو مناسب ہے کہ خیراتی اسکول و کالج کھولیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ جو بچّے قوم کے قوم بننے کے لایق ہیں اُن کو بھی اُن کے ساتھ ملا کر جن سے کچھ توقع نہیں ہے برباد کر دیا جاوے ✦

اخراجات تعلیم کی شکایت کرنے کی لوگوں کو حُبّ قومی جتلانے کی غرض سے عادت پڑ گئی ہے۔ طالب علموں کے مربیوں کو اپنی اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرنے کی عادت نہیں ہے۔ ورنہ وہ ایسے مفلس نہیں ہیں کہ اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ نہ کر سکیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو ہی جنہیں اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرنا گراں گذرتا ہے وہ بیہودہ رسمیات اور فضول باتوں میں کسقدر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ فضول اخراجات اور بیہودہ رسوم میں روپیہ قرض لیتے ہیں۔ جائیدادیں گروی کرتے ہیں مگر اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرنا نہیں جانتے۔ اے دوستو وہ زمانہ گیا جب طالب علم مسجدوں کے حجروں میں رہکر اور فاتحہ درود کی یا کسی لنگر خانہ کی روٹیاں کھا کر عالم ہوتے تھے۔ اب تو جب تک اُن کے مربی اپنے فضول اور لغو اخراجات بند نکریں اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر روپیہ خرچ نہ کریں اُس وقت تک اُن کی اولاد کو نہ تعلیم ہو سکتی ہے نہ تربیت ✦

میں نے آپ کے سامنے قوم کا واقعی اور مفصل حال بیان کیا ہے مَیں یقین کرتا ہوں کہ آپ کو اپنی قوم کی ترقی تعلیم اور عُمدہ تربیت کی خواہش ہے۔ میں آپ سے یہ نہیں چاہتا کہ آپ اِسوقت کوئی تدبیر بتاویں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ اِن حالات پر غور کریں اور اپنی فرصت کے گھنٹوں میں سوچیں کہ قوم کو ایک معزز قوم بنانے اور اُن کی تعلیم و تربیت کرنے کی کیا تدبیر ہے

اور جو بہتر سمجھیں وہ کریں۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ جدی محمد رسول اللّٰہ الذی ھدانا الی الایمان واخرجنا من الظلمات الی النور ورفعنا من قعر الذلۃ الی اعلی الدرجۃ فی الدین والدنیا والاٰخرۃ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین ٭

بعد لکچر ختم ہونے کے پریسیڈنٹ اپنی کرسی پر سے اٹھے اور حسب ذیل اسپیچ کی:-

اسپیچ پریسیڈنٹ

صاحبان ۔ ہمارے قومی لیڈر جناب سر سید محترم کے لکچر کی نسبت یہ کہنا کہ وہ قوم کے لیئے وسیع معلومات اور کامل تجربہ کا ایک نہایت قابل قدر ذخیرہ ہے۔ شاید بعض احباب سر سید کے پاکیزہ کلام کی خوبی کے لحاظ سے اس موقع پر کسی درجہ تک ضروری سمجھیں لیکن میں اس لکچر کی شکرگذاری میں بھی اسکی عمدگی اور کمال کی تعریف کرنا ایک قسم کی گستاخی خیال کرتا ہوں اور نہ مجھے اس بات کی جرأت ہوسکتی ہے کہ آپ کی جانب سے ایسے الفاظ میں جو فی الحقیقت ہمارے واجب التعظیم قوم کے ریفارمر اور لیڈر کے مناسب ہوں ان کے لکچر کا شکریہ ادا کرنے کا ذمہ وار ہوں ۔ ایسی حالت میں مجھے قوی اُمید ہے کہ ہمارے سر سید میری اس شکرگذاری کی ناقابلیت کو کانفرنس کی طرف سے دلی شکریہ کا پیمانہ قرار دینگے اور میں نہایت خوش ہوں کہ میرے لیئے اس شکریہ کے ادا نہ کرسکنے کا باعث صرف ہمارے فاضل لکچرر کا بے نظیر نفس مضمون اور طرز بیان ہے ٭

سر سید کا یہ لکچر لکچر نہیں بلکہ ایک سرمن یا یوں کہو کہ وعظ تھا جو کہ اس ہال کی بجائے اگر دہلی کی جامع مسجد میں کہا جاتا تو ہمارے علمائے دین اس سے ضرور متاثر ہوتے اور اگر نہ ہوتے تو اس کا باعث ان کی کم فہمی ہوتی یا شاید ان کا تعصب نہ کہ مذہبی عقاید کے لحاظ سے سر سید کی غلطی یا غلط بیانی ۔ ہمارے تعلیم یافتہ اور خصوصاً انگریزی داں نوجوانوں کی طرف خطاب کرکے جو نصیحت آمیز کلمات سر سید نے کہے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ہماری موجودہ اور آنیوالی نسلوں کی صرف پیشانیوں پر نہیں بلکہ دلوں پر عرق خجالت سے لکھے جائیں ۔ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں پر آجکل جو الزامات عموماً حامیان دین کی طرف سے لگائے جاتے ہیں اس میں سے بعض بلاشبہ بالکل بے بنیاد اور بعض غلط فہمی پر مبنی ہیں ۔ لیکن یہ الزام کسی حد تک بجا ہے کہ اس جماعت میں ایسے مذہبی اعتقادات جس کا انسان کی اخلاقی فطرت سے بظاہر

کوئی تعلق نہیں روز بروز ضعیف ہوتے چلے جاتے ہیں •

یہ ایک ایسا مرض ہے کہ جس کا اس زمانہ میں ظہور ہونا شاید خطرناک تو ہو لیکن کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے۔ اسلام کی تاریخ ہمکو بتلاتی ہے کہ عباسیوں کے زمانہ میں جبکہ عربی زبان میں علم یونانی فلسفہ کا ترجمہ ہوا تو نئی معلومات کی وجہ سے پڑھے لکھے مسلمانوں کے سینوں میں ایسا چکر آیا کہ چاروں طرف الحاد کی ہوا چل گئی۔ اور علمائے دین کو اسلام کے مذہبی عقاید کی حمایت میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں۔ آخرکار چند اطبائے ملت نے بڑی فکر کے بعد اس مرض کے رفع کرنے کے لیئے ایک علاج تجویز کیا جس کا نام علم کلام ہے •

یہ علاج ضرورت زمانہ کے مطابق نہایت مفید ثابت ہوا اور پرانے فلسفوں کے مقابلہ میں آج تک عربی علوم کی تحصیل کے متعلق اُس کو کم و بیش کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے ابھی جس الزام کا ذکر کیا ہے وہ اگر فی الحقیقت سچا الزام ہے تو اُسکی جوابدہی میں خیال کرتا ہوں زیادہ تر ہمارے علمائے دین کے ذمہ ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی تعلیم کی ضرورت کو بخوبی پہچانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ اعتقادات پر اُس کا کیسا اثر ہوتا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آجکل کے سرکاری سلسلہ تعلیم میں مذہبی تعلیم کے نصاب کا بالکل دخل نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے وہ موجودہ علوم کی ترقی کے مطابق ضرورت زمانہ کے لحاظ سے علم کلام کی ترمیم کر کے اسلام کے مذہبی عقاید کو مستحکم بنیاد پر قایم کرنے کی بالکل کوشش تک نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں اگر عقل سے کام لینے والے مسلمانوں کے بچے بعض غیر مفہوم اسلامی مسائل کو اپنے عقاید کا [illegible] دینے سے پرہیز کریں تو فرمائیے گا کس کا قصور ہے •

ندوۃ العلماء کو بہت جلدی اس اہم ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرنا لازم ہے ورنہ قوم کا فتویٰ یہی ہوگا کہ وہ مجمع ایک بھاری فرض کے ادا کرنے میں بالکل قاصر رہا ہے۔ اس امر کے متعلق سرسید نے جو خط ندوہ کے سکرٹری صاحب کے نام بھیجا تھا وہ افسوس کا مقام ہے نہ اجلاس علماء کے روبرو پیش کیا گیا اور نہ یہ معلوم ہے کہ اسپر عمل کرنے کی کہاں تک اُمید ہو سکتی ہی ندوہ کی طرف سے ایسے بزرگان قوم کے خطوط پر ہر وقت خاص توجہ لازم ہے •

اس موقع پر میں اپنے نوجوان انگریزی خوان احباب کی خدمت میں اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ صرف فرقۂ علماء بلکہ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت جن پر زمانہ کی نئی روشنی کا اثر اس حد تک نہیں ہوا کہ ان کے آبائی خیالات میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو گیا ہو آپ کے ہر ایک قول و فعل کو معترض اجنبیوں کی طرح نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تا کہ وہ اس بات کا اندازہ کریں کہ آپ کے اسلامی اوصاف و اطوار پر جدید طریقہ تعلیم کا کیسا اثر ہوا ہے •

یہ حالت ایسی ہے کہ اس میں آپ کا اِس خیال پر عمل کرنا کہ مذہب صرف انسان کے اپنے کانشنس یا ضمیر سے علاقہ رکھتا ہے اور ایک خاص وضع کے اعتقادات کی بظاہر تقلید کرنے سے اسے کچھ تعلق نہیں نہ صرف ایک بھاری غلط فہمی کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ احکام شرعی سے منافی سمجھا جائے گا ۔

پس لازم ہے کہ اگر آپ عام مسلمانوں کو جدید قسم کی انگریزی تعلیم کی نسبت ایک نہایت نقصان رساں اور نامناسب بدگمانی سے باز رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کے افعال و اقوال اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ اُن سے آپ کے بزرگوں کے دلوں میں ہرگز یہ خیال پیدا نہ ہو کہ انگریزی علوم کی ترقی کے ساتھ نوجوان مُسلمانوں میں اسلامی عقیدے روز بروز ضعیف ہوتے چلے جاتے ہیں ۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ اِس قسم کا خیال لوگوں کے دلوں میں بتدریج مضبوط ہوتا جاتا ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ کم از کم اس بیت العلوم کے تربیت یافتہ طالب علم تا بحد امکان اس کے رفع کرنے کی کوشش کریں گے ۔

سر سید کے پند و نصائح آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور اُن کے مخالف جو خیالات آپ کے دلوں میں جاگزین ہیں اُن کو اُمید ہے آپ آنسوؤں کے پانی سے دھو ڈالینگے ۔

لکچر

ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

در باب

ترغیب و تحریص تعلیم اطفال مسلمانان

متعلق

اجلاس دہم محمدن ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

۲۸ - دسمبر ۱۸۹۵ء بمقام شاہجہان پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب صدر انجمن و بزرگان قوم

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

جبکہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے مدرسہ بنانا تجویز ہوا تو میں نے علیگڈھ کو اُسکے لیئے پسند کیا علیگڈھ میرا وطن نہیں تھا اور نہ وہاں سے مجھ کو کچھ تعلق تھا - مگر صرف اس خیال سے کہ وہ ایسا مقام ہے جو چاروں طرف سے مسلمان رئیسوں سے گھرا ہوا ہے - میرٹھ - بلند شہر - مظفر نگر - سہارنپور - آگرہ - ایٹہ اور ایک بہت بڑا مخزن مسلمان رئیسوں کا یعنی روہیلکھنڈ جسمیں معزز خاندانوں کے

لوگ بستے ہیں اُن سے ملے ہوئے ہیں اور اس لیئے مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے علیگڈھ نہایت مناسب مقام ہے - اس لیئے شاہجہانپور میں محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہونے سے مجھ کو بے انتہا خوشی ہوئی ہے اور میں تمام بزرگوں اور رئیسوں کا جنہوں نے شاہجہانپور میں کانفرنس کا ہونا تجویز کیا اور اُسکے اہتمام میں محنت گوارا کی دل سے شکر ادا کرتا ہوں - مگر میری شکرگذاری اُس وقت نیک لگےگی جبکہ شاہجہانپور بلکہ تمام روہیلکھنڈ کے رئیس اسی طرح اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر متوجہ ہوں جس طرح کہ اُنہوں نے شاہجہانپور میں کانفرنس ہونے پر توجہ کی ہے ۔

اے بزرگو اور اے روہیلکھنڈ کے رئیسو - آپ کے اور آپ پر کیا موقوف ہے اکثر مُسلمانوں کے کانوں میں اپنے بزرگوں کی شان و شوکت - علم و فضل کی صدائیں گونج رہی ہیں اور جو زمانہ اُن کے بزرگوں پر گذرا تھا اور جو بہار اُن کے بزرگوں نے دیکھی تھی اُس کی خیالی تصویر اُن کی آنکھوں کے سامنے کھنچ رہی ہے - اس سبب سے حال کے زمانہ کو وہ دیکھ نہیں سکتے اور نہ اس زمانہ کی حالت اور آیندہ زمانہ کی کیفیت اُن کے خیال میں آسکتی ہے اور یہی اصلی سبب ہے جس کی وجہ سے وہ روز بروز تنزل کرتے جاتے ہیں پر سمجھتے نہیں - یا سمجھتے ہیں اور کچھ کرتے نہیں - مگر سمجھتے ہی نہیں - اگر سمجھتے ہوتے تو کچھ نہ کچھ کرتے ہوتے ۔

اے دوستو - میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ میں اپنی قوم سے کہوں اور اُن کو بتلاؤں اور جتلاؤں کہ اُس خمار سے ہوشیار ہو اور زمانہ کو دیکھو - اگر اپنے لیئے نہیں دیکھتے تو اپنی اولاد کے لیئے دیکھو اور سمجھو کہ تمہاری اولاد کے لیئے کیا زمانہ ہے اور کیا زمانہ آنیوالا ہے - اور تمہارا اپنی اولاد کے لیئے کیا فرض ہے جس سے وہ آیندہ زمانہ میں اپنی زندگی آرام سے - عزت حرمت سے بسر کرسکیں ۔

میں ابھی اس میں کچھ کہنا نہیں چاہتا - جو کچھ کہنا ہوگا میں کہوں گا - مگر میں پہلے تم ہی سے پوچھتا ہوں اور تم ہی سے اس معمے کا حل چاہتا ہوں تاکہ تم اس پہیلی کو بوجھو اور اُس کو بُوجھ کر اپنی اولاد کے حق میں جو مناسب سمجھو کرو - تم سے زیادہ تمہاری اولاد کا کوئی خیرخواہ نہیں ہوسکتا - اگر تم ہی اُن کے واسطے کچھ نہ کروگے تو تم یقین جان لو کہ تمہاری روحیں قبر میں آرام سے نہیں رہینگی ۔

ہاں میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے دولتمند اپنی دولت پر بھروسہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری اولاد کے لیئے بہت کچھ ہے - بہت سے صاحب جایداد ہیں جو اپنی اولاد کو اُس کا آیندہ مالک سمجھتے ہیں - مگر سمجھنا چاہیئے کہ جس ذخیرہ کو وہ جمع ہوا دیکھتے ہیں اگر اولاد نیک اور نیک چلن بھی ہو جب بھی وہ ایک جگہ جمع نہیں رہ سکتا - جس وقت وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خود تمہاری

اولاد میں تقسیم ہو جاوے گا تو اُس کی وہ حیثیت نہیں رہنے کی جو تمہارے خیال میں ہے۔ اور جبکہ وہ تعلیم سے بھی عاری ہوں تو اُن دولتوں سے محروم ہونے کے سوا اور کچھ اُن کو نصیب نہیں ہونے کا۔

میں نے اس باب میں بہت کچھ غور کی ہے اور جو نتیجہ میں نے سمجھا ہے اور اس آنیوالی مصیبت سے پناہ دینے والا ڈھونڈھا ہے وہ تعلیم و تربیت ہے۔ پس اگر تم اپنی اولاد کو اُسکی گود میں نہ ڈالو گے اور اُس کی پناہ میں نہ دو گے تو جو مصیبت آنے والی ہے وہ کبھی نہیں ٹلنے کی۔

اے دوستو۔ ایسا کون شخص ہے جو لا اله الا الله محمد رسول الله پر یقین رکھتا ہو اور یہ نہ چاہتا ہو کہ اُن کی اولاد مسلمانوں کے عقاید نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے مسائل سے واقف نہ ہو۔ اور کون باپ ہے جس کی یہ خواہش نہو کہ اُس کی اولاد عقاید مذہبی کی پابند نہو گو کہ میں واقف ہوں کہ ہزاروں لاکھوں نوجوان بچے ایسے ہیں جنہوں نے آغوش پدر و مادر میں پرورش پائی ہے مگر ایک لفظ بھی اپنے عقاید مذہبی کا نہیں جانتے بلکہ بہت سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے خدا کے سامنے کبھی اپنا سر نہیں جھکایا ہے اور نہ اپنا ماتھا زمین پر ٹیکا ہے۔ مگر بحث یہ ہے کہ جب ہمکو اس دنیا میں زندگی بسر کرنی ہے تو دنیا کے کٹھن رستے کے کاٹنے کو گو کہ وہ چند روزہ ہی ہو اُسکے سوا کچھ اور بھی کرنا ضرور ہے۔ اُمید ہے کہ آپ سب صاحب تسلیم کرینگے کہ بلاشبہ کچھ کرنا ضرور ہے۔ پھر اگر کچھ کرنا ضرور ہے تو بتاؤ کیا کرنا ضرور ہے؟ ہم تو یہ بتلاتے ہیں کہ جب دنیا میں رہنا ہے تو دنیا کے ساتھ چلنا ہے۔

اے دوستو۔ یہ آواز سب کو خوش آتی ہے کہ دنیا چھوڑو اور خدا کو پکڑو۔ خدا تو خود ہمکو پکڑے ہوئے ہے اور سب طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ ہم خدا کو کیا پکڑینگے۔ وہ خود ہمکو نہیں چھوڑتا۔ مگر دنیا کے چھوڑنے کے معنی اب تک میری سمجھ میں نہیں آئے۔ کیا جو شخص سمندر میں پڑا ہو وہ پانی کو چھوڑ سکتا ہے؟ زاہد بنو۔ عابد بنو۔ غار میں جا بیٹھو۔ جنگل میں جاؤ۔ پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھو۔ مگر دنیا ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہے۔ عالم ہو۔ دستار فضیلت باندھو۔ منبر پر بیٹھ کر وعظ کرو۔ لوگوں کو دنیا کے چھوڑنے کی نصیحت کرو۔ جب غور کرو تو انہیں کے ساتھ دنیا لپٹی ہوئی ہے۔ پس سیدھا رستہ وہی ہے جو خدا نے اور جدی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ خدا کے کام بھی کرو اور دنیا کے بھی۔ مگر ایمانداری اور سچائی سے۔ کیونکہ جس طرح خدا کے کام ہمسے نہیں چھوٹ سکتے اسی طرح دنیا کے کام بھی ہم سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اس مشکل مسئلہ کو خود خدا نے چند لفظوں میں حل کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ وذروا البیع ذٰلکم خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون ٥ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیرًا لعلکم تفلحون ٥ یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ جو وقت خدا کی بندگی کا ہے اُس وقت دنیاوی سب کام چھوڑ دو اور جب اُس کو ادا کر چکو تو اپنی روزی تلاش کرنے کے لیئے کچھ کرو۔ یہی سیدھا رستہ ہے اور اسی پر چلنے سے دین و دنیا دونوں میں نجات ہے ٭

اَے عزیزو لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کا رستہ بہت کٹھن ہے۔ اُس میں بڑی بڑی ٹھوکریں اور نہایت خاردار درخت اور عمیق عمیق گڑھے اور گہرے گہرے دریا حایل ہیں۔ مگر میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کو اپنے پاس آنے کے لیئے ایسا دشوار گذار رستہ نہیں بنایا۔ وہ بالکل صاف سیدھا اور شاہراہ ہے۔ خدائے واحد لاشریک قادر مطلق پر یقین کرنا اور اُس کے رسولوں کو ماننا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی تصدیق کرنا منہیات سے جو درحقیقت انسانیت کے برخلاف ہیں بچنا اور فرایض کو ادا کرنا جو انسانیت کا مقتضا ہے اُس کا رستہ ہے۔ مگر کٹھن رستہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ہے۔ جس کی نسبت خدا نے آدمؑ کو کہا تھا کہ تو اپنے ہاتھ کے پسینہ سے روزی کمائیگا ٭

اَے دوستو۔ جب کبھی دنیا کا تذکرہ ہوتا ہے تو میں نے اکثر بزرگوں کو مولانا رومؒ کے یہ دو شعر پڑھتے سُنا ہے۔ ؎

هم خدا خواهی و هم دنیائے دوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند — روز و شب در جق جق و در بق بق اند

ان کی مثال اُس رند کی سی ہے جو نماز نہیں پڑھتا تھا اور جب اُس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا تو اُس نے کہا کہ قرآن میں آیا ہے کہ لاتقربوا الصلوٰۃ جب اُس سے کہا کہ آگے تو پڑھو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے لیئے تمام قرآن حفظ کر رکھا ہے۔ اسیطرح جب ان سے کہتے ہیں کہ حضرت آگے تو پڑھیئے تو جواب دیتے ہیں۔ کہ ساری مثنوی ہم نے یاد نہیں کی۔ مگر ہم اُن کو بتلاتے ہیں۔ کہ اُس کے آگے یہ شعر ہے۔ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

بیشک کوئی شخص اس سے بدتر دنیا میں نہیں ہے جو دنیا کے نشہ میں سرشار ہو اور کوئی شخص دنیا میں اس سے بہتر نہیں ہے کہ جو دنیا میں دنیا کے نشہ میں نہ پڑے اور ہشیار ہو

اَب ہمکو دیکھنا ہے کہ دنیا کیونکر چلتی ہے اور زمانہ کی رفتار کس طرح پر ہے ٭

خلافت ہائے حقہ کے بعد بنی اُمیہ اور بنی عباس کا دَور دورہ ہوا۔ وہ زمانہ عربی زبان کے عروج کا تھا۔ دیباری زبان عربی تھی۔ تمام علوم عربی زبان میں تھے۔ سرکاری دفتر اور دنیا کے تمام کاروبار عربی زبان میں ہوتے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے اُس زمانہ میں کیا کیا؟ عربی زبان میں ترقی کی۔ اور اُس میں کمال حاصل کیا اور عزت سے دنیا میں زندگی بسر کی۔ جب ترکوں اور مغلوں کا دَور دَورہ ہندوستان میں ہوا تو فارسی زبان نے عروج پایا۔ درباری زبان فارسی ہوگئی تمام سرکاری دفتر اور دنیا کے کاروبار فارسی زبان میں ہونے لگے۔ فارسی زبان نہ ہماری مذہبی زبان تھی۔ نہ ہمارے بزرگوں کی مادری زبان تھی۔ ہمارے بزرگوں نے نہ صرف ہمارے بزرگوں نے بلکہ ہندوستان کے باشندوں نے بھی اُس میں کمال حاصل کیا اور دنیا میں عزت سے اپنی زندگی بسر کی۔ اَب خدا کی مرضی سے انگلش گورنمنٹ ہمپر حکمران ہے جو امن و امان اور مذہبی آزادی سے ہمپر حکومت کرتی ہے۔ اب انگریزی زبان کا عروج ہے۔ تمام علوم و فنون انگریزی زبان میں ہیں جو کچھ ہمارے بزرگوں کے پاس عربی زبان میں تھا اُس سے بہت زیادہ اب انگریزی زبان میں ہے درباری زبان انگریزی ہے ہماری زندگی کے تمام کاروبار میں انگریزی زبان نے سرایت کی ہے۔ بغیر انگریزی دانی کے ہم رستہ بھی نہیں چل سکتے۔ اگر ریل پر سوار ہونے کو جائیں تو نہیں جانتے کہ کس وقت جائیں کس رستہ سے جائیں۔ اور کہاں سے ٹکٹ لیں اور کس رستہ سے نکلیں۔ پس اگر اس زمانہ میں دنیا میں رہنا ہے اور عزت سے زندگی بسر کرنی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد کو انگریزی علوم کی تعلیم دیں اور اُسی کے ساتھ عقاید مذہبی سے بھی اُن کو جاہل اور بے بہرہ نہ رکھیں ٭

اے عزیزو یہ بات ظاہر ہے کہ سرکاری معزز عہدوں میں انگریزی دانی کی قید لگ گئی ہے جو بغیر انگریزی دانی کے حاصل نہیں ہوسکتے اور روز بروز ہر ایک نوکری میں یہ قید لگتی جاوے گی مگر میں جو اپنی قوم کو انگریزی پڑھنے کی رغبت دلاتا ہوں اُس سے صرف سرکاری نوکریاں حاصل کرنا میرا مدعا نہیں ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور ہر ایک طالب علم جو انگریزی پڑھتا ہے بخوبی جانتا ہے کہ گورنمنٹ میں اسقدر نوکریاں نہیں ہیں جو انگریزی خوانوں کو گو اُنھوں نے کتنا ہی کمال انگریزی میں حاصل کر لیا ہو مل سکیں۔ ہاں انگریزی تعلیم پائے ہوؤں کو نوکریاں بھی ایک ذریعہ حصول معاش کا ہے مگر جن کو اس بات کا یقین ہے کہ اِس زمانہ میں ہماری زندگی کے تمام کاروبار کیا تجارت اور کیا حرفت اور کیا کسی قسم کے پیشے۔ سب انگریزی دانی پر منحصر ہو گئے ہیں۔ اور جب تک ہم انگریزی میں کامل استعداد پیدا نہ کریں دنیا میں کسی لائق نہیں ہوسکتے وہی سد ہے رستے پر ہیں اور انہیں کا خیال بہت صحیح ہے اور اسی خیال پر اُن کو انگریزی تحصیل کرنی چاہیئے۔ تعلیم و تربیت ایک

ایسی چیز ہے جس سے وہ تفاوت ظاہر ہوتا ہے جو انسان اور حیوان میں ہے۔ تم خود خیال کرو کہ ایک جاہل گنوار بے علم و ناتربیت یافتہ کو تم خود حیوان سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ پھر تم خود تصفیہ کرو کہ انسان کے لیئے یہ بات بہتر ہے کہ تعلیم یافتہ قومیں اس کو انسان سمجھیں یا یہ بہتر ہے کہ جس طرح تم جاہل گنواروں کو مثل حیوان کے سمجھتے ہو اسی طرح تعلیم یافتہ قومیں تمکو بھی مثل حیوان کے سمجھیں ٭

اے عزیزو تعلیم اگر اسکے ساتھ تربیت نہو اور جس تعلیم سے قوم۔ قوم نہ بن سکے وہ تعلیم درحقیقت کچھ قدر کے لائق نہیں۔ پس انگریزی پڑھ لینا اور بی اے اور ایم اے ہو جانا جبتک کہ اس کے ساتھ تربیت اور قومیت کی فیلنگ نہو ہم قوم کو قوم اور ایک معزز قوم نہیں بنا سکتے اسلام نے اس قومیت کے بدلے جو نسل یا ملک کے سبب گنی جاتی تھی اسلامی قومیت قایم کی ہے۔ جس نے کلمہ پڑھا خواہ وہ چین کا رہنے والا ہو یا ماچین کا۔ عرب کا رہنے والا ہو یا ہندوستان کا۔ سب آپس میں بھائی اور مسلمان ہیں اور ایک قوم اسلام اور یہ ایسا افتخار ہے کہ سوائے اسلام کے اور کسی میں پایا نہیں جاتا۔ پس ہمکو اس بات کی فکر ہے کہ ہماری قوم قوم بنے اور معزز قوم ٭

اے صاحبو۔ یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ بزرگان قوم اس مقصد کے پورا ہونے پر متوجہ نہوں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جن کو اولاد مرحمت کی ہے اور اس کے ساتھ مقدور بھی دیا ہے ان کو ان دو نعمتوں کی قدر کرنا چاہیئے اور ان لغو اور بیہودہ فضولیات سے جو شادیوں اور برادریوں میں کرتے ہیں دست کش ہونا اور اپنی اولاد کی تعلیم پر متوجہ ہونا اور اس روپیہ کو جو فضولیات میں خرچ کرتے ہیں اپنی اولاد کی تعلیم پر خرچ کرنا لازم ہے۔ بہت سے خاندان ایسے ہوں گے جو کسی زمانہ میں مال اور دولت سے مالا مال تھے اور اب غریب ہو گئے ہیں مگر شرافت وجاہت نسلی اور آبائی ان میں موجود ہے۔ گو خدا نے ایک دولت ان سے لے لی ہے مگر دوسری دولت یعنی اولاد ان کو دی ہے۔ اور بے مقدوری سے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت نہیں کر سکتے۔ پس جس کسی کو خدا نے مال و دولت دی ہے اس کا فرض ہے کہ اپنے ان بھائیوں کی اولاد کی جو کسی زمانہ میں ان کے ہمسر یا ان سے زیادہ مالا مال تھے تعلیم و تربیت کے لیئے کوئی تدبیر کریں ٭

اے دوستو۔ قومی بھلائی کے کام میں اپنے اور پرائے کا خیال خود اپنے آپکو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس مضمون کو ایک مثال کے پیرایہ میں کسی شخص نے نہایت خوبی سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک انسان کے ہاتھ پاؤں۔ آنکھ ناک کو اپنے اپنے فایدہ پر خیال ہوا۔ پاؤں

نے کہا کہ میدانوں اور جنگلوں پر میں چلتا ہوں اور روزی پیدا کرتا ہوں اور معدہ اُس کا فایدہ اُٹھاتا ہے۔ پھر میں دوسرے کے لیئے یہ محنت کیوں اُٹھاؤں۔ ہاتھوں نے کہا کہ روٹی ہم پکاتے ہیں۔ کھانا ہم تیار کرتے ہیں فایدہ دوسرا اُٹھاتا ہے ہمیں اس محنت سے کیا غرض ناک بولی کہ سڑے گلے کھانے میں میں تمیز کرتی ہوں اور اُس سے دوسرے فایدہ اُٹھاتے ہیں آنکھ نے کہا کہ مکھی بال میں دیکھتی ہوں اور مزے اَور اوڑاتے ہیں مجھے کیا فایدہ۔ غرضکہ سب نے دوسروں کا فایدہ سمجھکر اپنا اپنا کام چھوڑ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ضعف اور فاقہ کشی کے سبب خود ہاتھ پائوں ایسے ہو گئے کہ کسی کام کے نہ رہے۔ ناک سے قوّت شامہ اور آنکھ سے قوّت باصرہ جاتی رہی۔ جب وہ سمجھے کہ جو کچھ ہم کرتے تھے اپنے ہی لیئے کرتے تھے۔ ہم نے اپنا ہی نقصان کیا +

اے دوستو۔ یہی حال قوم کا ہے۔ قوم کی مثال ایک انسان کی سی ہے اور ہر فرد قوم کا اُس انسان کا ایک عضو ہے۔ اگر تم اپنی اشراف قوم کے بچّوں کی مدد نکروگے اور یہ سمجھوگے کہ وہ ہمارے بچّے نہیں ہیں تو حقیقت میں تم اپنا ذاتی نقصان کروگے اور اپنے ایک عضو کو بیکار کردوگے جس سے خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ یہ ایک ایسا مستحکم اصول ہے جس سے کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا۔ پس جس کو خدا نے مقدور دیا ہے وہ اپنی اولاد کی تعلیم تربیت کرے۔ اور جو اشراف خاندانوں کے بچّے بے مقدور ہیں اُن کی تعلیم و تربیت کی فکر کریں۔ سمجھ لو کہ اگر قوم میں سے کوئی شخص معزز ہو گیا۔ ڈپٹی کلکٹری اور صدر الصدوری اور ہائی کورٹ کی ججی اور کونسل کی ممبری پر پہنچ گیا تو گو وہ اپنے دل میں اپنے آپ کو کتنا ہی معزز سمجھے مگر جو داغ اُسپر ایک ذلیل قوم میں سے ایک ہونے کا ہے وہ مٹ نہیں سکتا۔ پس جبتک کہ ہم اپنی قوم کو ایک معزز قوم نہ بناویں اُس وقت تک دنیا میں اور دیگر معزز قوموں کی آنکھ میں معزز نہیں ہو سکتے۔ اس کی سینکڑوں مثالیں تمہاری آنکھ کے سامنے اِس وقت موجود ہیں۔ مجھکو اُس کی زیادہ تشریح کی حاجت نہیں +

اب بحث اسپر آجاتی ہے کہ ہم اپنی قوم کے بچّوں کو کس طرح تعلیم و تربیت دیں جس سے ہماری قوم ایک معزز قوم ہو سکے۔ اس مضمون کو میں نے ایک مجلس میں بیان کیا تھا اور چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے بھی اُس کا اعادہ کروں۔ میں نے پوچھا کہ قوم کی فلاح و بہبودی کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے۔ اور خود میں نے ہی اُس کا جواب دیا کہ ہمیں اپنی قوم کو انگریزی زبان کی جسکو خدا نے اپنی مرضی سے ہمپر حکومت دی ہے اور جس کے جانے بغیر ہم دنیا کا کوئی کام نہیں کرسکتے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ دین کی بھی خدمت نہیں کرسکتے تعلیم دینا ہے۔ مگر ایسی تعلیم

جس سے قوم کو کثر مشر انگریزی آجاوے اور اس طرح سے وہ انگریزی بولنے لگیں جیسے ہندوستان
میں کمپو کے خدمتگار یا سوداگر یا انگلستان کے قلی اور کیپٹین تو قوم کو کچھ فایدہ نہیں۔ اُن کو
پوری تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی انگریزی زبان کی تعلیم ہونی چاہیئے۔ خود اپنی لٹریچر دانی سے اُن کو عزت
ہو اور اُس کو قومی۔ دنیوی۔ مذہبی کاموں میں کام میں لاسکیں اور لوگ اُس کی قدر کریں۔ اسیقدر
ہمارے لیئے کافی نہ ہوگا بلکہ یہ بھی ضرور ہوگا کہ اُنھیں میں چند ایسے بھی ہوں جو فرنچ۔ جرمن۔
لیٹن اور گریک کو بھی بخوبی جانتے ہوں ◆

اسی کے ساتھ ہمکو عربی کی بھی تعلیم دینی ضرور ہے جو قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمانوں
کی زبان ہے ایک ایسے اعلےٰ درجہ کی زبان ہے جس کی قدر کیجا سکتی ہے اور کسی طرح علمی زبان
کے دائرہ سے علیحدہ نہیں رہ سکتی۔ اور مسلمانوں کی ضروریات سے خارج نہیں ہو سکتی۔ اور
اگر مذہبی جست کا بھی لحاظ ہو تو عربی زبان کے ساتھ عبری زبان سے بھی واقفیت پیدا کرنی لازم
آجاتی ہے۔ ایک مجمع میں مولانا شاہ عبد العزیز مرحوم دہلوی نے چار سطریں توریت کے شروع
نہایت فخر سے عبری زبان میں پڑھیں اور نواب فتح اسد بیگ خاں نے جو شاہ صاحب کے
نہایت معتقد تھے اُن کو یاد کرلیا تھا اور کبھی کبھی شاہ صاحب کے حالات بیان کرنے میں
اُن کو پڑھا کرتے تھے ◆

فارسی کو بھی ہم نہیں چھوڑ سکتے جس کا تعلق بہت کچھ مسلمانوں کی تربیت اور مذاق
کے ساتھ ہوگیا ہے۔ اور وہ فی نفسہ خود بھی نہایت لطیف و بامذاق زبان ہے۔ اور
مسلمانوں کے علوم اور تاریخ کا اس قدر سرمایہ اُس میں موجود ہے جس سے مسلمان قطع
نظر نہیں کرسکتے ◆

اُردو گو ہماری مادری زبان ہے مگر اُس کو درست کرنا اور اصلاح پرلانا اور اُس کو ایک
علمی زبان کے درجہ پر پہونچانا ہم مسلمانوں کا فرض ہے ◆

مسلمانوں کو مذہبی تعلیم دینا بھی ادنےٰ درجہ کی یا اوسط درجہ کی یا اعلےٰ درجہ کی ہم پر
فرض ہے۔ کیونکہ مختلف اقوام کو جس چیز نے ایک قوم بنا دیا ہے وہ صرف اسلام ہے
اگر ہم اُس کی فکر نہ رکھیں تو قومیت قایم نہیں رکھ سکتے۔ کم سے کم یہ ہے کہ ہم مسلمانوں
کو ضروری عقاید مذہبی اور احکام مذہبی کی تعلیم دیں جس کو ہم نے ادنےٰ تعلیم سے تعبیر
کیا ہے ◆

اِن سب باتوں کے ساتھ ہمیں اُن کو مختلف علوم میں اور بالتخصیص علوم جدیدہ میں تعلیم
دینا ہے جو ایک بہت بڑا امر اہم ہے اور فی الواقع جو اسکی ضرورت اور عظمت ہے وہ مافوق بیان

ہے۔ مختصراً اس طرح بیان ہو سکتی ہے کہ بغیر اُسکے نہ قوم قوم بن سکتی ہے و دنیا میں کوئی درجہ اور عزت اور قدر حاصل کر سکتی ہے اور اگر سچ پوچھو تو نہ دین کی خدمت کر سکتی ہے ٭

یہ حالت تو صرف تعلیم کی تھی۔ مگر صرف تعلیم سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا صرف تعلیم سے انسان انسان بن جاتا ہے اور "کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَاراً" سے زیادہ رتبہ پا سکتا ہے۔ کیا صرف تعلیم سے قوم قوم بن جاتی ہے۔ کیا صرف تعلیم سے کوئی قوم دنیا کی قوموں میں عزت پا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جب تک وہ انسان نہ بنیں اور قوم قوم نہ بنے اُسوقت تک معزز نہیں ہو سکتی ٭

پس ہمکو مسلمانوں کے لیئے تعلیم سے زیادہ وہ چیز کرنی ہے جس کو ہم تربیت کہتے ہیں اور جو قوم کو قوم بننے کے لیئے ایسی ہے جیسے جان بدن کے لیئے اور بغیر اس کے قوم کا قوم بننا اور زندہ قوم بننا محالات سے ہے ٭

اس مطلب کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے۔ اوّل ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ قوم کے بچوں نوجوانوں کو جس قدر کہ ہو سکے ہم ایک جگہ جمع کریں وہ ساتھ رہیں۔ ایک جگہ پڑھیں۔ ایک جگہ کھاویں۔ ایک جگہ جاگیں۔ ایک جگہ سوئیں۔ ایک جگہ کھیلیں۔ ایک جگہ جئیں۔ ایک جگہ مریں اُسی کے ساتھ اُن کی تربیت کا کافی سامان مہیا کریں ٭

اُن کی صحت جسمانی کا خیال رکھیں علاوہ تمام اسباب و سامان عالیجہ کے مہیا رکھنے کے ایک مکان وسیع خوش آب و ہوا پُر فضا مہیا کرنا چاہیئے جس میں اُن کو رکھا جاوے۔ اُن کو ایسے کھیلوں اور ورزشوں کی رغبت دلائی جاوے جو صحت جسمانی کے لیئے ضرور ہوں۔ پھر اُنکے قویٰ پر نظر ڈالی جاوے اور ایسی ورزشیں اُن کو بتائی جاویں جو اُن کے قویٰ کے مناسب ہوں۔ جو کمزور ہوں اُن کے لیئے ایسی ورزشیں تجویز کیجاویں جو اُن کی جسمانی قوت کی کمی کو پورا کریں اور جو قوی اور طاقتور ہیں اُن میں زیادہ قوت اور طاقت پیدا ہو۔ گھوڑے کی سواری کی تعلیم ہو اور اُن میں جرأت اور دلیری پیدا کیجاوے جس کے بغیر انسان نہ دین کے کام کا ہوتا ہے نہ دنیا کے کام کا ٭

پھر اُن کے لیئے تفریح کے سامان مہیا رکھنے چاہئیں تاکہ اُن کی طبیعت پژمردہ نہونے پاوے اور اُن کی اُمنگیں مٹ کر معدوم نہو جاویں۔ صرف اُن پر اسقدر بندش رہے کہ اُن کی اُمنگیں بدراہ پر نہ پڑنے پاویں اور سیدھے اور نیک رستہ پر پڑ جاویں ٭

پھر اس سب کے ساتھ اس کا خیال رہے کہ کھیل کود اور ورزشیں تعلیم میں اور لکھنے پڑھنے میں حارج نہوں بلکہ اُس کی مدد و معاون ہوں تعلیم کے ایسے سامان مہیا کرنے چاہئیں جن سے

اُن کو شوق اور رغبت اور اُن کے دل کو خوشی ہو اور اُس میں شریک ہونے کا اور جو کچھ انہوں نے پڑھا ہے اُس کو ترقی دینے کا اُن کو شوق پیدا ہو۔ درختوں کو صرف پانی ہی دیئے جانا کافی نہیں ہے جب تک کہ اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا کے جھوکوں سے ہلتی جُلتی اور لہلہاتی اور ہوائے محیط کو اور اُس کے اجزا کو جذب کرتی نہ ہیں کبھی پھول پھل نہیں لا سکتے ۔

اُن کے اخلاق اور مذہبی خیالات درست رکھنے کو فرائض مذہبی ادا کرنے کو اُس عمل کے ساتھ ایک یا دو متقدس باوقار پاکیزہ صورت پاکیزہ سیرت سمجھدار مقدس عالم کا رکھنا چاہیئے جس کا ادب لوگوں کے دلوں پر ہو تاکہ اُس کے فیض صحبت سے اُن کی طبیعتیں از خود نیکی اور دینداری کی طرف مائل ہوں ۔

اگر ہم اپنی قوم کے نوجوانوں کی نسبت چاہتے ہیں کہ نیکی اور نیک راہ اختیار کریں تو یہ مطلب تاکید و تنبیہ سے اور اُن پر قیود مالایطاق کے لگانے سے حاصل نہیں ہو سکتا ۔

مسٹر مارٹین نے جو ہمارے کالج کے پروفیسر ہیں نہایت عمدہ بات کہی ہے کہ "کوئی شخص اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہزار نوجوانوں کے خیالات و خواہشوں کو اپنی مرضی کا بالکل تابع کرے ۔ ہم انسان کے خیالات کو جو اپنے احاطہ غیر متناہی میں کہیں سے کہیں پہنچ سکتے ہیں اس طرح سے اپنا مطیع نہیں کر سکتے جس طرح ایک فوجی افسر قواعد دان سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے حکم کا تابع رکھتا ہے ۔ اس لیئے ہماری یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ ہم اپنے طلبا کے واسطے ایسے اسباب مہیا کر دیں اور اُن کی تعلیم اور تربیت کے لیئے ایسی عمدہ صحبتیں پیدا کر دیں جس سے اُن میں نیکی کی طرف رغبت اور بُرائی سے نفرت پیدا ہوتی رہے" ۔

جناب صدر انجمن ۔ یہ تجویزیں ہم نے اپنی قوم کی تعلیم و تربیت کے لیئے اور قوم کو معزز قوم بنانے کے لیئے اختیار کی ہیں ۔ کیونکہ وہ زمانہ گیا اور چلا جاتا ہے جس میں کلرکی نہ کریں کے لیئے مڈل کا امتحان پاس کر لینا کافی سمجھا جاتا تھا ۔ ہم مسلمانوں میں اور خصوصاً بمبئی میں بہت لوگ ہیں جو نہایت عمدہ اور معزز کام یعنی تجارت میں مصروف ہیں اور نہایت ذی مقدور اور دولتمند ہیں وہ اپنی اولاد کو اِس قدر تعلیم دینا کافی سمجھتے ہیں جس سے اُن کو انگریزی یا اَور کوئی تجارتی زبان اس قدر آجاوے کہ دوکانداری یا دیگر قسم کی تجارت میں کام آسکے ۔ وہ اپنی اولاد کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے کہ ایک بیل والا اپنے بیل کو بوجھ اٹھانے کے لایق یا ایک گبھی ہانکنے والا اپنی گھوڑے کو گبھی کھینچنے کے لایق سدھا لیتا ہے ۔ افسوس کہ انسان ہو کر اپنی عزیز اولاد کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاوے جیسا کہ وہ لوگ حیوان کے ساتھ کرتے ہیں ۔

جناب صدر انجمن ۔ خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے انسان کے دماغ میں ایسے قوے

عنایت کیئے ہیں کہ وہ تعلیم و تربیت سے نہایت اعلےٰ درجہ کی ترقی کرسکتا ہے۔ اور جس شخص کو دماغی تربیت ہو جاوے وہ اُن کاموں کو بھی جو تجارت۔ حرفت۔ پیشہ سے متعلق ہیں ایسی خوبی اور عمدگی سے کرتا ہے کہ لوگ دیکھکر حیران رہجاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے دوکاندار جوادنےٰ حالت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اُس کا بڑا سبب یہی ہے کہ اُن کو دماغی تربیت نہیں ہوتی۔ اگر اُس پیشہ کے ساتھ جو وہ کرتے ہیں دماغی اور اخلاقی تعلیم و تربیت بھی ہو تو جو پیشہ وہ کرتے ہیں اُس میں بہت زیادہ ترقی ہو۔ اور ہندوستان میں جو پیشہ وروں کی حقارت ہے وہ بھی اُن سے دُور ہو جاوے ✦

اے دوستو۔ تمہاری اولاد تمہارے پاس خدا کی امانت ہے اور خدا نے تم کو اُن کا امانت دار اور ولی اور مربّی بنایا ہے۔ پس جو جوہر کہ خدا نے تمہاری اولاد میں رکھے ہیں اگر تم اُن کو تعلیم و تربیت سے جلا دیکر روشن نکروگے تو خدا کی امانت کے تم جوابدہ ہوگے اور اُن معصوم بچّوں کی آئندہ زندگی کو خراب اور برباد کرنے والے ہوگے ✦

اے **رئیسان شاہجہان پور** اور اے **بزرگان روہیلکھنڈ** میں نہایت التجا سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ اپنی اولاد کی تعلیم پر توجّہ فرماویں۔ اور میں **رئیسان تلہر** کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے اپنی قوم کے بچّوں کی تعلیم میں قدم رکھا ہے خدا اُن کو زیادہ توفیق دے اور اِس کام میں اُن کی مدد کرے ✦

۷۹

اطلاع

ازجانب سید احمد خاں بہادر

بابت

اجرائے اخبار پنجاب ابزرور

جناب صدر انجمن صاحب جوں کو معلوم ہے کہ ہماری قوم کو ایک انگریزی اخبار کے جاری ہونے کی بڑی ضرورت ہے اور جو اخبار اس وقت تک جاری ہوئے ہیں وہ ناکافی ہیں لیکن بالفعل ایک اخبار پنجاب ابزرور ہے جو پنجاب سے جاری ہے اور جس کا اہتمام ہمارے عنایت فرما خواجہ احمد شاہ صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے اور نہایت خوبی سے جاری ہوا ہے اور اُمید ہے کہ مسلمانوں کی قومی ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اُن کا شکریہ قوم کی طرف سے ادا کیا جاوے اور خدا سے دُعا کیجاوے کہ یہ اخبار مسلمانوں کے لیئے مفید ہو اور اُس کو روز افزوں ترقی ہو ۔

۸۰

هوالمستعان

اسپیچ

ڈاکٹر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

متعلق

اجلاس یازدہم محمدن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

سنہ ۱۸۹۶ء مقام میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزرگان قوم - اگرچہ بعض قابلِ ادب بزرگوں کا مقولہ ہے کہ وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جس کی گزشتہ زمانے کی تاریخ قابل یادرکھنے کے ہو اور اُس کو یاد نہو - اور وہ قوم نہایت خوش نصیب ہے جس کی گزشتہ زمانے کی تاریخ یادرکھنے کے قابل ہو اور قوم نے اُس کو یاد بھی رکھا ہو - اِس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہماری قوم کی گزشتہ زمانے کی تاریخ یادرہنے کے قابل ہے - مگر دو وجہ سے میں اُس کا ذکر کرنا نہیں چاہتا +

اوّل - اس لیئے کہ ہماری قوم کے تنزل کو ابھی کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا اور قوم کی تاریخ کی شان و شوکت کے نشان ہندوستان میں - عرب میں - ایشیا میں - افریقہ میں یورپ میں سب جگہ موجود ہیں - ابھی تک مٹے نہیں +

دوسرے یہ کہ - جب کہ خود ہم نالایق ناخلف ہیں تو ہمکو اپنے بزرگوں کی شان و شوکت پر

فخر کرنے اور استخوانِ جدفروش ہونے سے کیا فایدہ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "ذکر جوانی در پیری وذکر توانگری در فقیری راست نیاید" ۔

اگر یہ خیال ہو کہ ہمکو اپنے بزرگوں کی تاریخ یاد کرنے سے کچھ عبرت اور اپنی حالت درست کرنے پر کچھ رغبت ہوگی تو اس کی بھی کچھ توقع نہیں ہے۔ دس برس ہوئے کہ اسی مجلس میں برابر یہی مضمون نظم و نثر میں گایا گیا ہے۔ مگر کچھ فایدہ نہیں ہوا۔ بلکہ ہمارے خواب غفلت کے لیئے وہ قصے بطور لوری کے ہوگئے ہیں۔ پس مناسب ہے کہ ہم اُن خیالات کو چھوڑ دیں اور موجودہ زمانے کے حالات پر غور کریں اور موجودہ زمانے کے حالات کے موافق اگر کچھ ہو سکے تو اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کریں۔ یہی بہتر اور شاید مفید ہو۔ اگرچہ اس کے بھی مفید ہونے کی بہت کم توقع ہے۔ ہمارے ایک معزز دوست کا قول ہے کہ "اُچھلا ہوا پتھر جب تک زمین پر نہیں گر لیتا بیچ میں نہیں ٹھہرتا" یہی حال ہماری قوم کے تنزل کا ہے۔ جب تک کہ نہایت خوار اور ذلیل نہو جاوے گی اور بدترین درجے تک نہ پہونچ جاویگی اور خاکِ مذلت سے نہ ٹکرا جاوے گی۔ بیچ میں دم نہیں لینے کی۔ ہم تو اس کے انتظار پر بھی راضی ہیں کہ ٹکرا کر کچھ اُچھلے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہمکو ٹکرا کر اُچھلنے کی بھی توقع نہیں ہے۔ اس لیئے ہمارا یہ انتظار بھی گو وہ کیسا ہی مشکل ہو بے سُود ہے کیونکہ وہ وقت اُچھلنے اور سنبھلنے کا اگر وہ چاہے بھی تو باقی نہیں رہنے کا۔ اور غالب کا یہ شعر صادق آوے گا۔ ؎

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

پس **اے دوستو**۔ موجودہ زمانے پر غور کرو اور جو اُس کا مقتضیٰ ہو اُسکے مطابق کام کرو۔ شاید کچھ بہتری ہو۔

سب سے اول ہمکو اس حکومت پر غور کرنا ہے جس کے سایۂ عاطفت میں ہم۔ تم رہتے ہیں۔ جو امن و امان اور جانی اور مالی اور مذہبی آزادی انگریزی حکومت میں ہمکو اور تمکو حاصل ہے اس سے بہتر اور عمدہ کسی عہد کے کسی زمانے میں نہیں دیکھتے۔

زمانے سابق کے سے مظالم۔ زبردست کی زیردست آزاری کا اب وجود نہیں ہے ہر ایک شخص اور ہر ایک قوم اپنی مالی و دماغی ہر قسم کی ترقی جہاں تک وہ چاہے کر سکتی ہے۔ علمی ترقی کو۔ تجارت کو۔ اُس کی ترقی کو کوئی امر مانع نہیں ہے۔ بلکہ تجارت کے لیئے رستے کُھلے ہوئے ہیں۔ دُور و دراز مُلکوں کا سفر ایسا آسان ہو گیا ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں تھا۔ تجارت کی ترقی کے لیئے ہر ایک مُلک کی خبر آنی ایسی سہل ہو گئی ہے کہ اس وقت تم اپنی جگہ سے

اُٹھنے بھی نہ پاؤ۔ اور جس ملک کی خبر چاہو منگالو۔ پس جو امر اگلے زمانے میں بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھا وہ ادنٰے سے ادنٰے آدمی کو میتسر ہے ٭

اس پُرامن وقت کی ہمکو اس لیئے قدر نہیں ہے کہ ہمنے وہ شہر آشوب زمانہ نہیں دیکھا جس میں خانہ جنگیاں ہوتی تھیں ۔ مسافر رستے میں لُوٹے جاتے تھے ۔ جب کوئی سفر کرتا تھا تو اُسکے عزیز و اقارب بچشم پُرنم اس خیال سے رخصت کرتے تھے کہ دیکھیئے پھر اُسکو صحیح و سالم واپس آنا بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں ۔ قافلہ اور ہتیار بند سپاہیوں کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا دشوار تھا ۔ اس مجلس میں اور غالباً اس شہر میں بلکہ تمام ہندوستان میں فی ہی لوگ ہیں جنہوں نے آنکھ کھول کر انگریزی حکومت کے سوا دوسری حکومت نہیں دیکھی اور اس لیئے کچھ عجب نہیں ہے کہ وہ اس نعمت کی کچھ قدر نہ کرتے ہوں مگر اب تک اگلی حکومتوں کی کہاوتیں اور قصّے ہزاروں آدمیوں کو یاد ہیں اور تاریخ کی کتابوں سے بھی اُن کا پتہ لگتا ہے پس میری نصیحت یہ ہے کہ اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنی قوم کی بھلائی میں ۔ ترقی میں کوشش کرو ٭

اے صاحبو ۔ جب سلطنت ہمارے ہاتھ میں تھی اُس وقت ترقی کی دوسری صورت تھی مگر زمانے موجودہ میں ترقی کی دوسری صورت ہے ۔ **سر آکلینڈ کالون** لفٹنٹ گورنر سابق کا نہایت عمدہ مقولہ ہے کہ ۔ اگر **خاندان تیمور** کی **تلوار** علیحدہ رکھدی گئی ہے تو وہ قوت اور استقلال ۔ شجاعت و ہمت باقی رہنا چاہیئے جنہوں نے اُس تلوار کو اس قدر تیز کر دیا تھا ۔ آجکل کے مسلمانوں کو اپنے آبا و اجداد کی تیز اور جوش والی طبیعت کی ضرورت نہیں ہے ۔ بلکہ اُن اوصاف حمیدہ کی ضرورت ہے جس نے اُس تیز اور جوش والی طبیعت کو اُن کے زمانے کے لوگوں پر غلبہ دیا تھا ۔ اِن اوصاف حمیدہ کا رُخ حصول کامیابی کے لیئے دوسری طرف پھیر دینا چاہیئے ٭

بہرحال جہاں تک میرا خیال ہے میں اس بات میں سب کو متفق پاتا ہوں کہ مسلمان نہایت تنزل کی حالت میں ہیں ۔ اُن کو ترقی کرنی چاہیئے ۔ مگر ترقی کی کیا صورت ہے ۔ اس باب میں البتہ مختلف رائے ہیں ٭

بزرگانِ دین سمجھتے ہیں کہ مذہبی تعلیم کو بہت تنزل ہوگیا ہے اور مذہبی پابندی بہت کم ہوگئی ہے اُسی کی ترقی سے قوم کو ترقی ہوگی ۔ اگر اس ترقی سے روحانی ترقی مراد ہو تو میں اُسکو تسلیم کرتا ہوں مگر اس وقت جو ہمکو بحث ہے وہ دنیاوی ترقی سے ہے ۔ اے دوستو یہ نہ سمجھو کہ دنیوی ترقی کہنے سے میں نے اسلامی ترقی سے قطع نظر کی ہے ۔ حاشا و کلا میں سمجھتا ہوں کہ دنیوی حالت میں بھی اگر مسلمانوں کی ذلیل حالت ہو جاوے گی تو خود اسلام کی بھی رونق

جاتی رہے گی۔ پس دنیوی ترقی کے ساتھ جبکہ وہ نیکی اور ایمانداری سے کیجاوے اسلامی ترقی بھی لازم و ملزوم ہے۔ مجھکو خوف ہے کہ خدانخواستہ مسلمان بھی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق نہ ہو جاویں ❊

ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقاید اور ضروری مسائل نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ سے واقف ہو۔ جو لوگ قوم کی بھلائی کے درپے ہیں اور دنیاوی علوم کو اپنی قوم میں ترقی دینا چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو مسلمانی عقاید اور ضروری احکام نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ کی تعلیم دیں۔ یہی نعمت اُن کو دوسری دنیا میں نجات دینے والی اور عذاب الیم سے آڑے آنیوالی ہے۔ مسلم اور بخاری میں ایک حدیث ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو ایسا عمل بتا دیجئے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرنا۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کرنا۔ نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ اُس شخص نے کہا مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس پر نہ کچھ بڑھاؤں گا نہ کم کرونگا جب وہ چلا گیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنتی آدمی کو دیکھکر خوش ہونا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ پس آخرت کا رستہ ہمارے لیئے بہت سیدھا اور صاف ہے اور جدی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "علے رغم انف ابی ذر" ہمارے دل کو تسلی دینے والا ہے۔ جو کچھ مشکل ہے ہمکو اس دنیا میں ہے۔ گو وہ چند روزہ ہے۔ مگر ان کبھت چند روز دن ہی کو بسر کرنا کٹھن ہو گیا ہے ❊

اے دوستو۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے جس میں ایک خیالی اور فرضی غیر واقعی مضمون کو چکنے چپڑے لفظوں میں نظم کرنے سے بہت بڑا صلہ مل جاتا تھا۔ یا بغیر استحقاق کے جاگیریں حاصل ہوتی تھیں۔ یا کسی حیلے سے مدد معاش مل جاتی تھی۔ یا بغیر لیاقت کے بڑے بڑے عہدے ملنے کی توقع تھی۔ یا زبردستوں کی محنت اپنی جاہ و حشم کے لیئے چھین لیجاتی تھی۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جب تک جوہر لیاقت اپنی ذات میں پیدا نکرے دنیا میں فلاح کی صورت نہیں دیکھ سکتا۔ اے دوستو۔ بڑی مشکل تو یہ ہے کہ اگر قوم میں سے دو چار دس پانچ شخصوں نے اپنی ذات میں جوہر لیاقت پیدا کر لیا تو اُس سے بھی کچھ فایدہ نہیں۔ اور قوم وحشی و نالایق ہونے کے خطاب سے بری نہیں ہو سکتی۔ اور وہ دس پانچ شخص قوم کے لیئے کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ ایک بھوڑا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔ پس جب تک تمام قوم تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ نہو قوم کی آسودگی اور خوشحالی نہیں ہو سکتی اور اُس کی بدنامی نہیں مٹ سکتی ❊

آپ کے دل میں میرا یہ کہنا کھٹکا ہوگا کہ "تمام قوم کا تعلیم یافتہ ہونا محالات سے ہے" اور نہ آج تک کسی ملک میں تمام قوم تعلیم یافتہ ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی اور خاص لنڈن میں بھی ہزاروں آدمی ناتعلیم یافتہ۔ جاہل موجود ہیں۔ پھر کیونکر ہندوستان میں ایسا ہونے کا خیال ہو سکتا ہے ؟

جناب من۔ یہ شبہ بلاشبہ درست ہے۔ مگر قوم کے تعلیم یافتہ ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ قوم کی قوم شفا اور اشارات کے مسائل حل کرتی ہو۔ اور سقراط اور بقراط بنگئی ہو۔ کیونکہ ایسے لوگ تو قوم میں بہت ہی قلیل ہوتے ہیں۔ مگر قوم کے تعلیم یافتہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ کل قوم میں ایک علمی خیال اور اکثروں میں ایک علمی مذاق پیدا ہو گیا ہو۔ گو کہ انہوں نے معمولی تعلیم سے کچھ زیادہ تعلیم نہ پائی ہو۔ اور کل قوم کو ادنے ہو یا اعلےٰ۔ قوم کی ترقی اور اس کی بھلائی کا دل میں جوشش پیدا ہو گیا ہو۔ ہر ایک ادنے اور اعلےٰ بقدر اپنی استطاعت کے قوم کی ترقی کے کاموں میں مدد دیتا ہو۔ قوم کو اپنے میں لایق آدمیوں کے ہونے سے فخر اور عزت ہو۔ کیا مسٹر گلیڈ اسٹون کی پارٹی کو بلکہ تمام انگریزوں کو اپنے میں مسٹر گلیڈ اسٹون سا شخص ہونے پر فخر نہیں ہے ؟ کیا لارڈ سالسبری کی پارٹی کو بلکہ تمام انگریزوں کو اپنے میں لارڈ سالسبری سا شخص ہونے پر فخر نہیں ہے ؟ کیا تمام قوم کو ان میں لارڈ ٹینیسن سا شخص ہونے سے فخر نہیں ہے ؟ ۔ کیا ہمکو جب کہ ہمارا زمانہ ہمارے موافق تھا ہمکو اس قسم کے عالی مرتبہ شخصوں کے ہونے سے فخر نہ تھا ؟ مگر اب یہ زمانہ ہے کہ نہ ایسے لوگ قوم میں ہیں اور نہ قوم کو علمی خیال ہے اور نہ علمی مذاق اور نہ قومی ترقی کا خیال اور اس لیئے وحشی جاہل و ناتربیت یافتہ ہونے کے لقب کی مستحق ہو گئی ہے ؛

سلطان محمود نے فردوسی کو شاہنامہ لکھنے پر فی شعر ایک اشرفی دینے کا اقرار کیا تھا جو دے نسکا۔ اس زمانے میں اس طرح پر انعام نہیں ملتا۔ مگر کاپی رائیٹ یعنی حق تصنیف کا قانون لایق آدمیوں کو اس سے بہت زیادہ انعام دیتا ہے جس کے سبب سے لایق مصنفوں نے فی شعر یا فی سطر دس دس اشرفی سے بھی زیادہ انعام پایا ہے۔ یہ انعام کس نے دیا ؟ قوم نے۔ کیوں ؟ اس لیئے کہ تمام قوم تعلیم یافتہ تھی۔ قوم میں علمی مذاق تھا۔ یہی قانون ہندوستان میں بھی جاری ہے۔ پھر کوئی ایسی نظیر ہندوستان میں مل سکتی ہے ؛

اس زمانے میں ہندوستان میں اخبارات کی نہایت کثرت ہے۔ خیر وہ جیسے ہیں ویسے ہیں۔ مگر ہمنے تو ان کی نسبت بجز تین باتوں کے اور کچھ نہیں سنا یا تو یہ سنا کہ خریدار نہیں ہیں یا یہ سنا کہ جن کا نام فہرست خریداران میں داخل ہے وہ قیمت ادا نہیں کرتے ؛ یا لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ ہمنے تو خریداری کی درخواست نہیں کی ہمارے پاس کیوں اخبار بھیجا جاتا ہے ؛

ان تمام واقعات کا سبب یہی ہے کہ ملک اور قوم تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ نہ اُس میں علمی مذاق ہے اور اسی سبب سے اخبارات جیسے ہیں ویسے ہیں ۔

نتیجہ ان تمام حالات کا یہ ہے کہ قوم میں تعلیم کی نہایت کمی ہے اور جب تک قوم میں تعلیم نہیں پھیلتی اور اُن کی دماغی اور ذہنی قوتوں کو ترقی نہیں دیجاتی اُس وقت تک کسی قسم کی ترقی قوم کو نہیں ہو سکتی خواہ وہ ترقی صنعت و حرفت میں ہو۔ خواہ وہ ترقی تجارت میں ہو۔ تجارت کی ترقی کے لیئے ایسے لوگوں کی نہایت ضرورت ہے جو تعلیم یافتہ ہوں دل چلے ہوں۔ محنتی ہوں۔ اپنے فرایض کو نہایت مستعدی اور ایمانداری سے انجام دیتے ہوں۔ دیانت اُس کے لیئے سب سے بڑا جزو ہے اور یہ باتیں بغیر اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت و تہذیب کے پیدا نہیں ہو سکتیں ۔

غرضکہ قومی ترقی پر جس پہلو سے نظر کرو اُسکے لیئے اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے جسکے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے۔ **اے صاحبو** پھر آپ کے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوگا کہ قوم کی قوم کو اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کیونکر ہو سکتی ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ یہ سچ ہے مگر جب قوم میں اعلےٰ تعلیم اور تربیت یافتہ لوگ پیدا ہو جاتے ہیں تو اُن کا اثر قوم کے اُن لوگوں پر بھی پھیل جاتا ہے جو اعلےٰ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ کیا آپ اس ملک کے عوام الناس اور یورپ کے عوام الناس میں بلحاظ علمی مذاق اور قومی ہمدردی کے کچھ فرق نہیں دیکھتے۔ اگر دیکھتے ہیں تو اس کا سبب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ اُن ملکوں میں کثرت سے تعلیم و تربیت یافتہ اشخاص موجود ہیں جن کا اثر اُن لوگوں میں بخوبی پہنچ گیا ہے جو عوام الناس کہلاتے ہیں ۔

اب ہمارے سامنے قوم کی اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کا اور اُن میں علمی مذاق پیدا ہونے کا اور اُن کے اثر سے عوام الناس کے مؤثر ہونے کا مسئلہ درپیش ہے۔ مذہبی اُمور کو تو میں نے اُس کے مقدس ہونے کے سبب سے اس بحث سے خارج رکھا ہے جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں۔ پس اس وقت ہمکو دنیاوی علوم کی ترقی سے بحث ہے ۔

ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے اور ہمارے بزرگ سب کچھ کر چکے ہیں۔ ہمکو انہیں علوم کا حاصل کرنا چاہیئے جو ہمارے بزرگوں کے پاس تھے۔ مشہور مقولہ ہے کہ "میراثِ پدر خواہی علمِ پدر آموز" ہمکو اُن علوم کے سوا اور کسی علم کی حاجت نہیں ہے ۔

اے بزرگو۔ کیا یہ بات سچ ہے۔ کیا آپ کے نزدیک اُن علوم نے جو ہمارے بزرگوں کے پاس تھے ترقی نہیں کی۔ کیا آپ کے نزدیک علم طب۔ علم جراحی علم دواسازی

نے کچھ ترقی نہیں کی۔ کیا آپکے نزدیک فلسفہ۔ علم طبیعات نے کچھ ترقی نہیں کی کیا آپ کے
نزدیک علم ہیئت۔ علم ہندسہ۔ علم حساب۔ علم جبر و مقابلہ۔ علم آلات نے کچھ ترقی نہیں کی کیا
آپ کے نزدیک اور جدید علوم بھی جو ہمارے بزرگوں کے پاس نہ تھے ایجاد نہیں ہوئے
کیا لٹریچر کے طرز بیان اور طریق ادائے مطالب میں ترقی نہیں ہوئی۔ اے صاحبو تم
یقین کرو جو علوم ہمارے بزرگوں کے پاس تھے وہ مثل ایک بیج کے تھے۔ وہ اب ایسے پھلے
اور پھولے ہیں کہ مثل ایک تناور درخت کے ہو گئے ہیں اور پہچانے نہیں جا سکتے کہ یہ وہی
علوم ہیں جو ہمارے بزرگوں کے پاس تھے۔ اور جو نئے ایجاد ہوئے ہیں وہ تو نئے ہی
ہیں۔ اُن کا بیج بھی ہمارے بزرگوں کے پاس نہ تھا اور جو غلطیاں ہمارے بزرگوں کے
علوم میں معاف کیجئے ہمارے بزرگوں کے علوم میں نہیں بلکہ یونانیوں کے علوم میں بسبب
ابتدائی زمانے کے تھیں اور اب ظاہر ہوئی ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ اے دوستو
ہمارے بزرگوں کو صرف اس بات پر ناز تھا کہ اُنہوں نے یونانی فلسفہ اور یونانی علم طب و یونانی
علم ہیئت غرضکہ تمام علوم جو یونانیوں کے پاس تھے اُن کو حاصل کیا ہے۔ مگر جب اُن میں
صریح غلطیاں ظاہر ہوئی ہیں اور ترقی یافتہ علوم ہمارے دسترس میں موجود ہیں تو ہماری کیا شامت
ہے کہ ہم اُنہیں یونانیوں کی غلامی میں اپنی تمام عمر خراب کیا کریں ۔

پس اب غور کرنا ہے کہ ہماری قوم کے لیئے اس زمانے میں کیا مفید ہے۔ اِن
ترقی یافتہ علوم کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا یا یونانیوں کی اُس پُرانی دُھرے پر چلنا اور اُسی
جھولے میں جھولتے رہنا جو نہایت بوسیدہ اور کمزور ہو گیا ہے اور اِس قابل بھی نہیں رہا ہے
کہ ایک طفل مکتب کا بھی بوجھ اُٹھا سکے ۔

اگر میری یہ رائے صحیح ہو تو ہمکو کچھ چارہ نہیں ہے بجز اسکے کہ اپنی قوم کو اُن علوم کے
حاصل کرنے پر متوجہ کریں جو ترقی یافتہ اور درحقیقت مفید ہیں۔ یہ علوم بالاستیعاب تین زبانوں میں
پائے جاتے ہیں۔ فرنچ۔ جرمن اور انگریزی۔ پہلی دو زبانیں ہمارے دسترس سے خارج ہیں
انگریزی قطع نظر اس کے کہ وہ ہمارے حاکموں کی بھی زبان ہے اور علاوہ علوم حاصل کرنیکے
اور بہت سی وجوہ سے ہمارے بکار آمد ہے ہمارے دسترس میں ہے۔ اور اس لیئے لازم
ہو گیا ہے کہ ہم اُسی زبان میں اُن علوم کو حاصل کریں ۔

ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ جب تک وہ علوم ہماری مادری زبان میں ترجمہ ہو کر قوم میں نہ
پھیلائے جاویں۔ قوم کو غیر زبان میں علوم ہونے سے ترقی نہیں ہو سکتی۔ بلاشبہ جس قدر کتابیں
غیر زبان کی ہماری مادری زبان میں ترجمہ ہو جاویں میں اُسکو نہایت پسند کرتا ہوں۔ مگر یہ تو کیسا ہی

صحیح ہو عمل میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے زمانے میں معدودے چند کتابیں یونانی زبان کی تھیں جو ترجمہ ہو گئیں۔ اس زمانے میں یہ کتابیں اس قدر کثرت سے ہیں کہ اگر ہارون الرشید اور مامون الرشید کی سی دس سلطنتیں بھی اُن کے ترجمے پر جمع ہو جاویں جب بھی ترجمہ نہیں ہو سکتیں۔ معہذا آج تک دنیا میں اس بات کی نظیر موجود نہیں ہے کہ جو زبان مُلک میں حاکم کی ہے اُس ملک میں اُس زبان کے سوا دوسری زبان میں علوم و فنون کی ترقی ہوئی ہو۔ پس لازمی طور سے ہمکو ضرور ہے کہ ہم انگریزی زبان کے ذریعے سے علوم کو حاصل کریں ؀

ہندوستان میں ابھی تک علوم و فنون حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے چند یونی ورسٹیاں ہیں جنہوں نے ہماری تعلیم کو اپنے قبضے میں کرلیا ہے۔ اور افسوس ہے کہ ہماری نالائقی سے ہماری تعلیم اُن کے قبضے میں چلی گئی ہے جو قومی اغراض کے لیئے کافی نہیں ہے اور نہ گورنمنٹ سے قومی اغراض پورے ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً ایسی گورنمنٹ سے جو غیر قوم اور مختلف اقوام پر حکومت کرتی ہو۔ اور نہ کوئی گورنمنٹ کسی مُلک کی ایسی ہے جس نے قومی تعلیم کی ضروریات کو پورا کیا ہو۔ یہ کام خود قوم کا ہے اور جب تک قوم ہی اُس کو پورا نکرے پورا نہیں ہو سکتا ؀

افسوس یہ ہے کہ ہماری قوم میں ایسی لیاقت نہیں ہے کہ اُس قومی ضرورت کو پورا کرے پس بالفعل جو تعلیم ہوتی ہے اُسی پر ہمکو بمجبوری صبر کرنا اور یونی ورسٹیوں کی غلامی میں پڑا رہنا چاہیئے موجودہ تعلیم سے بلاشبہ ایک قسم کی دماغی تعلیم ہوتی ہے۔ خیالات کی درستی ہوتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ قوم تنزل کی حالت میں ہے اور اُس کی ترقی کا خیال مثل ایک خواب کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جب اِس قسم کے لوگ کثرت سے مُلک میں پیدا ہو جاویں گے اور اُن میں وہ خیالات جن کا میں نے ذکر کیا زیادہ تر مستحکم اور پختہ ہو جاویں گے تو قوم کی ترقی کی پہلی منزل طے ہوگی۔ مگر موجودہ تعلیم کے ساتھ اگر تربیت شامل نہ ہو تو موجودہ تعلیم سے ہمکو کسی باثمر درخت کے پیدا ہونے کی توقع کرنی نہیں چاہیئے بلکہ ایک پُر خار اور مردم خوار درخت کے پیدا ہونے کا یقین کرنا چاہیئے۔ پس اے دوستو تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے بچوں کی تربیت کا تعلیم سے بھی زیادہ خیال رکھو۔ تربیت سے میری مراد وہ تربیت نہیں ہے جو ہماری قوم کے پُرانے دقیانوسی بزرگوں کے خیال میں ہے اور جو ایک بوزینہ کی دلچسپ حرکات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی بلکہ تربیت سے میری مراد وہ تربیت ہے جس سے سچائی ایمانداری۔ سچے اخلاق۔ سچی محبت۔ سچی ہمدردی۔ سلف رسپکٹ۔ قومی محبت۔ قوم کی

ترقی کا خیال۔ اپنے کاموں میں دیانتداری۔ ایمانداری۔ فرائض منصبی کا ایمانداری سے ادا کرنے کی خصلت پیدا ہوتی ہے۔ اس بیت کی دفعتاً ہو جانے کی توقع نہیں ہے۔ لیکن اگر اس راہ پر ہمارے نوجوان بچے ڈالے جاویں تو شاید ایک زمانے بعد ایسے لوگ قوم میں پیدا ہو جاویں ؛

افسوس یہ ہے کہ اس ناقص تعلیم کا بھی جو ابتدائی زمانے میں لازمی ہے اور قومی ترقی کے لیئے پہلی منزل ہے ہماری قوم کو خیال نہیں ہے۔ بلاشبہ قوم میں امیر۔ غریب۔ سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ ہماری قوم غریب اور مفلس ہے اس سبب سے اس قسم کی تعلیم کا بھی اپنی قوم کے لیئے بندوبست نہیں کر سکتی محض غلط اور مجھکو معاف کیجیئے اگر میں یہ کہوں کہ سراسر جھوٹ ہے۔ اصل یہ ہے کہ قوم کو قومی تعلیم۔ قومی ترقی۔ قومی فلاح کا خیال نہیں ہے۔ اور اس قسم کے امور میں بلکہ اپنی اولاد کی تعلیم میں بھی روپیہ خرچ کرنے کی عادت نہیں ہے۔ اگر کسی میں کچھ جوش اُٹھا بھی اور روپیہ خرچ بھی کیا تو قوم کے لیئے نہیں بلکہ اپنے خیالات خاص کے مطابق اپنی عاقبت میں سرمایہ جمع کرنے کے لیئے۔ یہ فیاضی اگر فیاضی کہی جاوے تو قوم کے لیئے نہیں ہے بلکہ اپنے خیال کے مطابق اپنے لیئے ہے۔ حالانکہ اگر اصول مذہب اسلام پر خیال کیا جاوے تو نیکی اور ثواب بھی اُسی فیاضی میں ہے جس سے قوم کو جو ضرورت ہو وہ رفع ہو۔ مَیں تو اس قسم کی فیاضی کو جو ہماری قوم کرتی ہے اُس پیرزال بڑھیا کی فیاضی سے۔ جو گنگا میں کمر کمر پانی میں کھڑی ہو کر اپنی قیمتی نتھ چپکے سے گنگا میں چھوڑ دیتی ہے اور کہتی ہے کہ "لے گنگا مائی"۔ زیادہ وقعت نہیں سمجھتا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اخراجات تعلیم مثل دیگر اخراجات کے روز بروز بڑھتے جاتے ہیں اور بغیر روپیہ کے تعلیم نہیں دی جا سکتی اور تعلیم کا سامان جمع نہیں ہو سکتا۔ پس جو لوگ آسودہ ہیں وہ کیوں نہیں اپنی قوم کی تعلیم میں اور اُس کا سامان جمع ہونے میں مدد کرتے۔ اگر ایک پیسہ یعنی تین پائی فی روپیہ اپنی آمدنی کا قوم کی تعلیم میں دیں تو لاکھوں کروڑوں روپیہ قوم کی تعلیم کے لیئے جمع ہو سکتا ہے ؛

کیسی شرم کی بات ہے کہ کبھی ہمکو اپنی قوم کی صلاح و فلاح کا یہ خیال تک نہ آوے اور ایک پیسہ تک اُس میں خرچ کرنا دشوار معلوم ہو۔ لیکن اگر ہماری قوم کو اور خصوصاً اُن کو جو رئیس کہلاتے ہیں یہ بات معلوم ہو کہ فلاں امر میں روپیہ خرچ کرنا خوشنودی حکام کا باعث ہوگا خواہ وہ کام مسجد ہی کے بنانے کا ہو یا مدرسہ یا شفاخانہ یا مدرسۂ نسوان کے قایم کرنے کا یا اَور کوئی تو اُس وقت کس قدر فیاضی برتی جاتی ہے اور بے دریغ چندہ دیا جاتا ہے اور پھر اُس سے

ثواب آخرت کی توقع رکھی جاتی ہے۔ العجب ثم العجب ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے حضرت من
کیں رہ کہ تو میروی بترکستانست

اے حضرات - اگلے زمانے میں تعلیم کی دوسری صورت تھی اور تعلیم کے اخراجات بہت قلیل تھے۔ طالب علم مسجدوں یا خانقاہوں کے حجروں میں رہتے تھے۔ اُن کے ایک وقت کی روٹی کسی گھر سے اور دوسرے وقت کا کھانا کسی گھر سے ملتا تھا۔ مُردوں کے فاتحہ کی روٹی۔ سیوم اور چہلم کے کھانے پر اُن کی گزران تھی کہیں لنگر جاری تھا اور وُہی ذریعہ اُن کی گزران کا تھا۔ جن لوگوں کی عمر میرے برابر یا مجھ سے زیادہ ہے اور جن لوگوں نے مصر کی سیر کی ہے اور جامع ازہر کے مدرسے اور طالب علموں کا حال دیکھا ہے اُنہوں نے یہ سب باتیں اپنی آنکھ سے دیکھی ہوں گی۔ ہندوستان میں اب بھی اسلامی مدرسوں میں اس کا نشان پایا جاتا ہے۔ اُس زمانے کے طالب علموں کو پہننے کے لئے ایک کُرتا اور ایک پاجامہ اور زیادہ سے زیادہ تکلف ہوا تو ایک لُنگی کافی تھی۔ میرا مطلب اس بیان سے اُن کی تحقیر کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ اُنہیں طالب علموں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں جو نہایت مقدس اور قابل ادب ہیں بلکہ میرا مقصد اس بیان سے ایک امر واقعی کا بیان کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اس زمانے میں وہ سادہ اور کم خرچ طریقہ علوم تحصیل کرنے کا اب نہیں چل سکتا۔ خصوصاً علوم انگریزی اس طرح پر حاصل نہیں ہوسکتے اور نہ وہ اوصاف طالب علموں میں پیدا ہوسکتے ہیں جن کا پیدا ہونا بمقتضائے زمانہ ہم اُن میں چاہتے ہیں۔ اور نہ اس طریقہ تعلیم و تربیت سے اُن میں ہمت اور جرأت سیلف ریسکٹ پیدا ہوسکتی ہے۔ نہ غیرت اور حمیت باقی رہتی ہے۔ نہ اُن میں قومی ہمدردی کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ نہ قوم کو اُن سے قومی بہبودی کی توقع ہوسکتی ہے۔ اُس زمانے میں جو کچھ جلوہ تھا وہ صرف اسی سلطنت کا تھا جو اُنہیں کے ہمخیال تھی جو اُن مسجدوں میں تعلیم دیتے تھے یا تعلیم پاتے تھے۔ مگر اس زمانے میں سلطنت کا۔ قوموں کا۔ قوموں کی ترقی و بہبودی کا اور علوم کا اور قوم کے غریبوں کی مدد کرنے کا سب کا رنگ بدل گیا ہے اور جب تک ہم بھی نہ بدل جاویں اور زمانے کے ساتھ نہ چلیں کسی طرح کامیابی نہیں حاصل کرسکتے۔

اس زمانے میں بھی مسلمان طالب علم اور شریف خاندانوں کے بچے بہت زیادہ امداد کے محتاج ہیں۔ قوم کے سرداروں اور قوم کے مالداروں اور قوم کے ترقی خواہوں کو اُن کی امداد کرنی ضرور ہے مگر نہ اُس پہلے طریقے سے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا بلکہ دوسرے

طریقے سے جس سے اُن طالب علموں کی حمیت۔ غیرت۔ سلف ریسپکٹ میں بھی کچھ خلل نہ آوے اور اُن کو تعلیم میں بھی مدد ملے۔ وہ شریفانہ طریقے پر رکھے جاویں تاکہ اُن کی حمیت اور غیرت اور اپنے پر بھروسہ کرنے کی خصلت کو روز بروز ترقی ہوتی جاوے جو آیندہ کو قومی ترقی اور بہبودی کا ذریعہ ہے ؁

کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں قوم کو جس قدر قومی ترقی پر توجہ ہے پہلے کسی زمانے میں نہ تھی۔ ہندوستان میں جابجا اِسکول۔ مکتب قوم کی سعی سے جاری ہوتے جاتے ہیں۔ یتیم خانے بنائے جاتے ہیں جن کا پہلے کبھی وجود نہ تھا۔ انجمن ہائے اسلامیہ قایم ہوتی جاتی ہیں جن کی گنتی برسات کے مینڈکوں سے کچھ کم نہیں ہے۔ گو کہ چند روز بعد وہ معدوم ہو جاتی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہی نکبت اُن سب پر برستی ہے جس کا دُور کرنا ہم چاہتے ہیں۔ کیا ایسی باتوں سے قوم کو کچھ ترقی ہو سکتی ہے اور اُس کی نکبت دور ہو سکتی ہے؟ حاشا و کلا۔ بلکہ ایک اور نشانی قومی نکبت کی پیدا ہوتی ہے ؁

ایک بہت بڑے تجربہ کار سیاح کا مقولہ ہے کہ اگر تم اپنے سفر میں کسی قوم کے آسودہ خوش حال یا ذلیل و خوار ہونے کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو تمکو اُن کے قبرستان اور معبدوں کا دیکھ لینا کافی ہے۔ اگر اُن کے قبرستان درست اور معبد بارونق ہیں تو تم یقین کر لو کہ وہ قوم بھی آسودہ ہے۔ مگر میرے نزدیک ہندوستان میں ایک تیسری چیز بھی اُس کے اندازہ کرنے کو پیدا ہو گئی ہے یعنی اسلامی مدرسے۔ اسلامی انجمنیں۔ اسلامی یتیم خانے۔ کیونکہ اُن سب میں قومی نکبت کے نشان پائے جاتے ہیں۔ **اے بزرگانِ قوم**۔ اگر تم سب ملکر اتفاق سے کام کرو تو تم میں اب بھی وہ قوت و طاقت ہے جو نہ ہارون الرشید کو میسر ہوئی تھی نہ مامون الرشید کو۔ اور نہ اکبر کو نصیب ہوئی تھی اور نہ شاہجہان کو۔ اور نہ اس زمانے میں باوصف اِس جاہ و جلال کے انگریزی گورنمنٹ کو نصیب ہے۔ بشرطیکہ تم ایک پیسہ فی روپیہ یعنی تین پائی اپنی آمدنی میں سے قوم کے لیئے دو اور مختلف اور متعدد کاموں کے بدلے کسی ایک کام کو متفق ہو کر تمام کر لو پھر تم دیکھو کہ کیسے کیسے عالی شان کام کر سکتے ہو جو یورپ کے کاموں سے بھی فوق لیجاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم میں استقلال نہیں۔ اگر استقلال ہے تو اتفاق نہیں۔ اس لیئے تمام کام خراب اور ابتر ہیں اور ہر ایک کام میں بلکہ ہر ایک بات میں قومی نکبت کے نشان موجود ہیں۔ امنّا باللہ و بکلامہ حیث قال جل جلالہ۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر ٥

اوہام مذہبی اور تعصبات بیجا بھی ہماری قومی ترقی کے مانع ہیں۔ ہمکو اپنی قوم کے علما

امید کرنی چاہیئے ۔ خواہ وہ پوری ہو نہ ہو کہ قوم میں سے اوہام مذہبی اور بیجا تعصبات کو دور کریں جس سے ملک میں امن اور آسایش اور قوم کو ترقی اور بہبودی ہو ۔ مجھے یاد ہے کہ جب اوّل اوّل ریل جاری ہوئی اُس وقت یہ مسئلہ پیش ہوا کہ چلتی ریل میں نماز درست ہے یا نہیں ۔ فیصلہ یہ ہوا کہ نہیں ۔ پھر یہ امر پیش ہوا کہ ریل کا ٹھہرالینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے ۔ ممکن ہے کہ نماز کے وقت ریل نہ ٹھہرے اور نماز کا وقت جاتا رہے ۔ اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ ریل پر سوار ہونا ہی جائز نہیں ۔ مگر چونکہ اس فیصلے کی مضرت میں مولوی اور عامی سب شامل تھے اس لیئے علمائے کرام نے اس بحث کو خاموش کردیا اور کہا "چپ چپ ۔ الضرورات تبیح المحذورات" مگر میں نے بعض مقدس لوگوں کو دیکھا ہے کہ ٹھہری ہوئی ریل سے اُتر کر اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے ہیں اور ایسی جلدی سے کہ کراماً کاتبین کو بھی اُس کے لکھنے کا وقت نہیں ملتا اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ادھر نیت باندھی اور اُدھر ریل چلدی ۔ نماز کے بعد حیران بیٹھے ہیں کہ کیا کریں ۔ ساتھ کا اسباب بھی ریل کے ساتھ چلا گیا ۔ جب بہت لوگوں نے پوچھا تو غصے میں آکر کہا کہ "میاں کیا پوچھتے ہو ۔ الدنیا سجن المومنین وجنت للکافرین ۔ جو کچھ مصیبتیں اس دنیا میں پڑیں اُن کو برداشت کرنا چاہیئے" ۔

ایک بزرگ مولوی تھے جو ہر بات میں من تشبہ بقوم فھو منھم سے بہت لوگوں کو کافر بناتے تھے وہ ایک شخص کے پاس جو اُن کے اس فتوے سے مخالف تھا بحث کرنے کو تشریف لائے ۔ گرمی کا موسم تھا اور دن بھی آخیر ہونے کو تھا وہ شخص ایک دالان میں بیٹھا ہوا تھا ۔ مولوی صاحب بھی (یاد نہیں کہ سلام علیک کرکے یا بلا سلام علیک) آن بیٹھے ۔ جب انہوں نے اس مسئلے پر گفتگو چاہی اُس شخص نے کہا بہتر ہے کہ ہم سب باہر صحن میں چل بیٹھیں ۔ صحن میں ایک تخت اور چند کرسیاں بچھی ہوئی تھیں ۔ یہ شخص تو تخت پر بیٹھا اور مولوی صاحب کی تعظیم و توقیر کے سبب اُن سے کہا کہ آپ اس کرسی پر تشریف رکھیں ۔ جب مولوی صاحب کرسی پر بیٹھ گئے تو یہ شخص اُٹھا اور آداب بجالایا اور کہا کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم" جب اس قدر توہمات اور بیجا تعصبات قوم میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہمارے علماء بعوض اس کے کہ ایسے اوہام کو دور کریں قوم کے لوگوں میں زیادہ استحکام دیتے ہیں تو کیا توقع ہے کہ قوم کی ترقی ہو ۔ خدا ہی ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور ہمکو ثابت قدم رکھے اور ہماری مدد کرے تو کچھ ہوسکے ۔ ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا اس سے زیادہ میں پوری آیت پڑھنا نہیں چاہتا ۔

اے دوستو ۔ آپ یقین کریں کہ جب تک ہم اپنی قوم کے لیئے اعلےٰ درجے کی

انسٹیٹیوشن خواہ تعلیم کے ہوں یا یتیموں کی پرورش کے قایم نہ کریں گے اور عمدہ سے عمدہ سامان تعلیم کا جمع نہ کریں گے جو مثل یا قریب قریب یورپ کے انسٹیٹیوشنوں کے ہو اور اپنے نوجوان بچوں کو ویسے ہی اعلےٰ درجے کے اصول پر جیسے کہ یورپ میں ہیں تعلیم و تربیت نہ دینگے اُس وقت تک ہماری قومی ترقی ہونی ممکن نہیں ہے۔ بلاشبہ اِس کے لیئے روپیہ کی ضرورت ہے اگر قوم مستعد ہو جائے اور عملی کارروائی بھی کرے تو ہمکو روپیہ کی کچھ کمی نہیں ہے۔ ہماری قوم اَب بھی اُس سے زاید روپیہ اپنی ہی قوم سے جمع کرسکتی ہے جسکی اِن کاموں کے لیئے ضرورت ہے۔ بشرطیکہ بقول **سر آکلنڈ کالون** کے ہم اپنے معنوی بتوں کو توڑیں اور قوم کی ترقی اور بہبودی پر متوجہ ہوں ٭

سر آکلنڈ کالون کا قول ہے کہ آج کل دنیا میں اُسیقدر بُت دکھائی دیتے ہیں جتنے کہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب میں دکھائی دیتے تھے ٭

ایک بُت یہ ہے کہ لوگ گزشتہ طریقۂ تعلیم پر اور اُس زمانے کے دلائل اور بحث و مباحثے کے طریقے پر از خود رفتہ ہیں ٭

ایک بُت یہ ہے کہ اُن تمام چیزوں سے جو مذہب اور اسلامی مملکت سے اجنبی ہیں متعصبانہ نفرت رکھتے ہیں ٭

ایک بُت قومیت کے مغرورانہ افتخار کا ہے ٭

ایک بُت جو سب سے بڑا اور نہایت خوفناک ہے وہ کاہلی اور لاپرواہی اور غفلت کا ہے ٭

یہ سارے بُت گونگے اور تاریک ہیں جن کی شکل سے دہشت ٹپکتی ہے اور جو اپنے دعویٰ میں محض بیہودہ ہیں اور اپنی کمزوری اور بے اثری کے باعث قابلِ نفرت ہیں ٭

اے دوستو۔ ہمارے سب سے پہلے پیشوا حضرت **ابراہیم علیہ السّلام** نے اور ہمارے **ہادی۔ بابی و اُمّی جدی محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** نے کعبہ کے بتوں کو توڑا اور کعبہ سے نکالا۔ پس ہم بھی اُن کی تقلید کریں اور اپنے دلوں کے اِن معنوی بتوں کو توڑیں جن کے توڑے بغیر کبھی فلاح نہیں پانے کے۔ ؎

چندے بغلط بُتکدہ کردیم حرم را
وقتے است کہ از کعبہ برآریم صنم را

۸۱

رزولیوشن نمبر۲

اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ چونکہ سال حال وہ مبارک سال ہے جسمیں ہماری عادل اور مادر مہربان قیصرۂ ہند امپریس وکٹوریا دام ملکہا کا زمانہ سلطنت تمام گذشتہ شاہان انگلستان سے بڑھ گیا ہے مسلمانان ہندوستان کو بلحاظ اُس امن و آسایش اور آزادی اور ہر ایک قسم کی بیشمار برکتوں کے جو اُن کو اِس عہد معدلت مہد میں حاصل رہی ہے واسطے اظہار اپنی سچی خوشی اور صادق مسرت کے جو اُن کو اس مُبارک وقت کے دیکھنے سے ہوئی ہے ایک دائمی یادگار اِس مُبارک سال کی قایم کرنی چاہیے نیز کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ اس مُبارک یادگار کے قایم کرنے کے واسطے سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چندہ ہونا چاہیئے اور جو اصحاب سَو روپیہ یا سَو روپیہ سے زاید چندہ دیں اُن کے نام مدرسۃ العلوم مُسلمانان علیگڈھ میں اسٹریچی ہال میں کندہ کر کے نصب کرنے چاہئیں اور جو سرمایہ اِس طرح سے جمع ہو اُسکی آمدنی سالانہ سے اِس مبارک سال کی ایسی یادگار قایم کیجاوے جس سے مُسلمانوں کی اعلےٰ تعلیم کو فایدہ پہونچے اور اِس مُبارک یادگار کے فیض سے مُسلمانوں کے دلوں میں یہ مسرت ناک یادگار ہمیشہ تازہ رہے یعنی اس روپیہ سے ایسے مُسلمان طلبار کو وظایف اور مڈل طلائی دیئے جاویں جو یونی ورسٹی کے اعلےٰ امتحانات میں عربی زبان کو بطور سیکنڈ لینگویج کے لیکر تعریف سے کامیاب ہوں اور ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علیگڈھ سے استدعا کیجاوے کہ بعد جمع ہو جانے ایسے سرمایہ کے وظایف کے نام ایسے مقرر کریں اور مڈل پر ایسا مضمون کندہ کرائیں جس سے اِس مبارک یادگار کے قایم کیئے جانے کا مقصد پُورا ہوا +

اسپیچ سر سید احمد خاں بہادر

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان قوم - جو پروپوزل میرے نہایت معزز دوست سردار محمد حیات خاں نے پیش کیا ہے اور اُسکو نہایت مفصل طور پر ایک فصیح عبارت میں بیان کیا ہے مَیں اُسکی تائید کرتا ہوں - یہ ایک ایسا امر ہے جسکی تائید ہر شخص دل سے کرتا ہوگا - کون شخص اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ اِس زمانہ میں جس قدر مذہبی آزادی ہندوستان کے مُسلمانوں کو حاصل ہے اور جو امن و امان ہمارے ملک کے درمیان پھیلا ہوا ہے وہ خدا کی ایک نعمت ہے جسکا شکر ادا کرنا ہر مُسلمان پر اور اس مُلک کے ہر باشندے پر فرض ہے (چیئرز) برٹش انڈیا کے مُسلمان جو

ہر مجسٹی کوئین وکٹوریا قیصر انڈیا کی حکومت میں آزادی اور امن وامان سے زندگی بسر کرتے ہیں برابر ہر قسم کی ترقیاں کر رہے ہیں اور اُن کی ترقی اور بہبودی کے لیئے خواہ وہ ترقی مذہب کے لحاظ سے ہو یا تجارت وحرفت کے لحاظ سے یا علم کے لحاظ سے کوئی روک اور کوئی مزاحمت نہیں ہے۔ یہ مذہبی آزادی یہ امن وامان یورپ کے اُن ملکوں میں بھی نہیں ہے جو سویلائیزڈ کہلاتے ہیں جس شخص نے **رشیا** سے یہودیوں کا نکالا جانا سُنا ہوگا اور جس شخص نے سُنا ہوگا کہ **قوم ڈچ** کے حکام نے اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ کیا سخت سلوک کیا، وہ ضرور اس بات پر یقین کرے گا کہ انگریزوں کی حکومت ایک عادل بلکہ مہربان حکومت ہے۔ اور اس میں ہر قوم کو خصوصاً مسلمانوں کو ہر قسم کی ترقی کرنے کا موقع حاصل ہے (چیرز) میں نے **انگلستان** میں چند مہینے بسر کیئے ہیں اور میں اپنے ذاتی تجربے اور واقفیت سے کہہ سکتا ہوں کہ جس آسایش سے **ہندوستان** کے باشندے زندگی بسر کرتے ہیں اُس طرح خود انگلستان کے باشندے آسایش سے بسر نہیں کرتے (چیرز) پس اس آسایش کے لحاظ سے ہر مسلمان کو اس شایستہ اور عادل اور فیض رسان حکومت کا شکرگزار ہونا واجب ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا مذہبی فرض ہے کہ ہم پر جو حاکم ہو خواہ وہ ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو ہم اُس کی دل سے اطاعت کریں۔ **حضرت ملکہ معظمہ** تو اہل کتاب ہیں اور اُن کی حکومت میں جو آزادی اور آسایش مسلمانوں کو حاصل ہے وہ دنیا کی کسی حکومت میں نہیں ہے (چیرز) پس ہمارا مذہبی فرض ہے کہ ہم حضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند کی اطاعت دل وجان سے کریں اور اُن کی دولت اور حکومت کی درازی اور قیام واستحکام کی دعا کرتے رہیں۔ اور اس بات کے اظہار کے لیئے کہ **ہندوستان** کے **مسلمان** اپنے **مذہب** کے احکام کے سچے پیرو ہیں اور اپنے عادل اور فیض رسان حاکم کی نہایت وفاداری اور خیرخواہی سے اطاعت کرتے ہیں **حضرت ملکہ معظمہ** کی شصت سالہ حکومت کی ایک یادگار قایم کرنی چاہیئے۔ اور اس کے لیئے سب سے بہتر یہی صورت ہے جو **سردار صاحب** نے اپنے پروپوزل میں بتائی ہے۔ اُنھوں نے جو یہ شرط لگائی ہے کہ تمغا یا وظیفہ اُس طالب علم کو دیا جائے جس نے سیکنڈ لینگوج عربی لی ہو۔ اور اس باب میں جو وجوہات اُنھوں نے بیان کی ہیں وہ نہایت دلچسپ ہیں۔ اور میں تائید کرتا ہوں کہ عربی کے ساتھ اس پروپوزل کا مشروط ہونا ضروری ہے (چیرز) مجھکو اُمید ہے کہ تمام حاضرین اجلاس اس پروپوزل سے اتفاق کرینگے اور نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اس کو پاس کرینگے۔ میں غریب آدمی ہوں اس لیئے اس یادگار کے قایم ہونے کے لیئے میں سو روپیہ کا چندہ پیش کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ یہ حقیر چندہ قبول کیا جائیگا + (چیرز کے نعرے دیر تک بلند رہے)

۸۲

رزولیوشن نمبر ۳

اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ جس جس ضلع میں **لوکل اسٹینڈنگ کمیٹیاں** قایم ہوتی جاویں اُن سے درخواست کیجاوے کہ اپنے ضلع سے دس دس روپیہ ماہواری کا چندہ جس طرح ہوسکے ایک مُسلمان طالب علم کی اسکالرشپ کے لیئے جو کسی کالج کی کالج کلاسوں میں پڑھتا ہو یا پڑھنا چاہے اور ذہین اور لایق اور قابل امداد معلوم ہو وصول کریں اور جس کالج میں وہ پڑھتا ہے پڑھے اور **لوکل اسٹینڈنگ کمیٹی** اس بات پر غور کرتی رہے کہ وہ بہ محنت اور بہ کامیابی اُس تعلیم میں مصروف ہے یا نہیں *

اسپیچ سرسید احمد خان بہادر

جناب پریزیڈنٹ وحاضرین اجلاس - اگر بہت ضلاع وقصبات میں کانفرنس کی لوکل کمیٹیاں قایم ہوجاویں جیسا کہ مدت سے ہمارا خیال ہے تو اُن کو اس مفید اور عُمدہ تجویز پر عمل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے - ہماری بڑی کوشش یہ ہے کہ مُسلمانوں میں ہائی انگلش ایجوکیشن کو وسعت کے ساتھ رواج دیں - کوئی شک نہیں ہے کہ ہماری قوم کا ایک بڑا حصہ اعلےٰ تعلیم کے پانے سے اس لیئے محروم ہے کہ وہ کالج کلاسوں کی فیس اور دیگر اخراجات تعلیم وتربیت کے ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں - پس اگر ہر بڑے قصبہ یا ہر ضلع سے جیسا کہ رزولیوشن میں درج ہے ایک یا چند وظیفے اُن طالب علموں کے لیئے مقرر ہوجائیں جو غریب ہوں اور جو اعلےٰ تعلیم میں اور اُس کے ساتھ اعلےٰ تربیت میں ترقی کرنے کے قابل ہوں تو بلاشبہ اِس سے قوم کو نفع ہوگا اور یہ کامیابی اس قسم کی ہوگی جس کو کانفرنس کی عملی کامیابی کہا جائیگا اگرچہ **مدرسۃ العلوم** خاصکر **مُسلمان** طالب علموں کی ترقی تعلیم وتربیت کا ایک مسلّم ذریعہ ہے مگر اِس رزولیوشن میں کوئی شرط کسی خاص کالج میں تعلیم پانے کی نہیں ہے - اِس لیئے جن صاحبوں کو جہاں تعلیم دینے اور تعلیم کی نگرانی کرنے میں آسانی معلوم ہو مُسلمان طلبا کو تعلیم دلائیں اور اُن کی تعلیم کی نگرانی کریں اور جہاں مناسب سمجھیں اِس وظیفہ کو جاری کریں - پس میں اس رزولیوشن کی تحریک کرتا ہوں *

تمت

بقیہ

مختصر فہرست کتب

سرسید مرحوم ومغفور

تہذیب الاخلاق جلد اوّل

یعنی عالیجناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علیصاحب منیر نواز جنگ مصنف کتاب آیات بینات وغیرہ کے کل مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق گذشتہ ہفت سالہ از ابتدائے ۱۲۸۷ھ ہجری لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری یہ وہی مضامین ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں اپنی صداقت سے ایک غیر معمولی ترقی کا جوش پھیلایا۔ اور یہ وہی مضامین ہیں جن کی تلاش ایک مدت سے خیر خواہان قوم و ملک کو تھی مگر افسوس کہ اُن کو میسر نہ آئے۔ اب ہم نے نہایت کوشش سے بہم پہنچا کر شائع کردئے ہیں۔ بہت عمدہ دُمی کاغذ پر چھپی ہوئی کتاب ہے اور اس میں ۳۷ نہایت دلچسپ مضامین ہیں۔ اگر کوئی شخص اسلام سے واقفیت کرنی چاہے یا اُردو انشا پردازی اور معلومات کا ذخیرہ جمع کرنا چاہے تو اس سے بہتر اور کوئی کتاب اُس کو نہ ملیگی ضخامت .. ۴ صفحے .. قیمت .. .. دو روپے .. ..

تہذیب الاخلاق جلد دوم

عالیجناب آنریبل ڈاکٹر سرسید احمد خاں صاحب بہادر بالقابہ کے گذشتہ ہفت سالہ تہذیب الاخلاق کے مضامین جنکی قوم کو ازحد ضرورت تھی از ابتدائے ۱۲۸۷ھ ہجری لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری تک چھپکر تیار ہوگئے ہیں اس میں سرسید کے وہ مضامین ہیں جنکے پڑھنے سے ایک قسم کی روشنی پیدا ہوتی ہے تعداد میں یہ مضامین ایک کم سو ہیں اخلاقی اور تمدنی مضامین کا مخزن ہیں اسلامی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ایک کورس۔ مضامین نگاری کے لئے اتالیق۔ اردو لٹریچر کی جان۔ یہ وہی دلچسپ مضامین ہیں جنکی مقبولیت سے سرسید کو کامیابی ہوئی یہ وہی سچے اور بے لوث آرٹیکل ہیں جنہوں نے سرسید کا بول بالا کیا۔ مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ اسلام اور اسلامی ہمدردی کا سبق دیا۔ ان مضامین کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اصلاح قوم میں سرسید کو کس قدر رکاوٹیں اور تکلیفیں پیش آئی ہیں مفصل حالات کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہونگے اہل ملک کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً اس کتاب کے مطالعہ کی کہاں تک ضرورت ہے۔ یہ امر کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوجاویگا۔ کتاب بہت بڑی ہے ۶۳۲ صفحے پر نہایت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر چھپ کر تیار ہے .. .. ۳ ملے

تہذیب الاخلاق جلد سوم

یعنی عالیجناب نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علیصاحب بہادر مرحوم کے جملہ مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق ہفت سالہ از ابتدائے ۱۲۸۷ھ لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری۔ مضامین کیا ہیں ایک گوہر بے بہا ہیں نواب صاحب مرحوم کی لیاقت اور تحریر کو کون نہیں جانتا

تمام ہندوستان کے بڑے بڑے فلسفہ دان لوہا مان گئے۔ آپ صرف عربی و انگریزی کے فاضل تھے۔ بلکہ فرنچ لیٹن۔ عبرانی۔ اور سنسکرت سے کما حقہ واقف تھے۔ آپ نے اپنے مضامین میں ہر سب جگہ ظاہر کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے شخص موجود ہیں جو ہر زبان کے اشخاص کو اسلام سے واقف کر سکتے ہیں اور نہ واقف ہی کر سکتے ہیں بلکہ سیدھے رستے پر لا سکتے ہیں ان مضامین میں اکثر جگہ مصنف مرحوم نے عبرانی اور انگریزی حروف میں حاشیہ لکھے ہیں جو بجنسہ ہم نے چھاپ دئے ہیں۔ نہایت عمدہ کتاب چھپ گئی ہے اور مقبول عام ہوئی ہے .. .. عہ

تہذیب الاخلاق جلد چہارم

اس مجموعہ میں جناب مولوی مشتاق حسین صاحب انتصار جنگ۔ جناب مولنا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی۔ جناب سید محمود صاحب۔ جناب شمس العلما مولنا مولوی ذکاء اللہ صاحب۔ جناب ظفر قلیط اللہ صاحب کے تمام مضامین ہیں ان کی تعریف صرف اسی قدر کافی ہے کہ تمام اہل ملک مندرجہ بالا اصحاب سے واقف ہیں اور ان کی تصنیف کو خرید رہے ہیں۔ تمام اہل ملک ان لوگوں کے رتبہ اور قدر و جاہ و فضیلت سے واقف ہیں مضامین کیا ہیں ایک چلتا جادو ہے جو دلوں کو تسخیر کئے لیتا ہے اب اس مجموعہ کے چھپ جانے سے تہذیب الاخلاق کی چاروں جلدیں ہفت سالہ مکمل ہو گئیں نہایت عمدہ کاغذ اور خوشخط ۱۲ر

النظر فی بعض مسائل الامام الہمام ابو حامد محمد الغزالی علیہ الرحمۃ

اس میں آٹھ رسالے شامل ہیں۔ جن میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کے بعض مضامین پر محققانہ بحث کیگئی ہے جو ان کی کتابوں "المضنون علے غیر اہلہ"۔ "المضنون بہ علے اہلہ"۔ "المنقذ من الضلال"۔ "الاقتصاد فی الاعتقاد"۔ "التفرقہ بین الاسلام والزندقہ"۔ وغیرہ سے لئے گئے ہیں۔ پہلے رسالہ میں خدا کی ذات پر بحث ہے۔ دوسرے رسالہ میں امام صاحب کی واردات قلبی کا بیان ہے۔ تیسرے رسالہ میں فلاسفہ کے اقسام اور ان کے علوم پر بحث کی گئی ہے۔ چوتھے رسالہ میں روح کی حقیقت پر بحث ہے۔ پانچویں رسالہ میں لوح و قلم کے معنوں کا بیان ہے۔ چھٹے رسالہ میں صراط اور میزان کے معنوں پر بحث ہے۔ ساتویں رسالہ میں ملائکہ جن اور شیاطین کی حقیقت پر بحث ہے۔ آٹھویں رسالہ میں امام صاحب کے رسالہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ پر ریویو ہے۔ جس میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ کن باتوں سے تکفیر ہو سکتی ہے اور کن باتوں سے نہیں ۸ر

ترقیم فی قصہ اصحاب الکہف والرقیم

اس رسالہ میں اصحاب کہف کے قصہ پر جو قرآن مجید میں ہے نہایت متانت اور سنجیدگی سے محققانہ بحث کی گئی ہے .. ۵ر

الدعاء والاستجابۃ اس رسالہ میں دعا اور اس کے مقبول ہونے کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن شریف سے تمام دعائیں یکجا جمع کر دی گئی ہیں اور نہایت محققانہ بحث ہے ۲ر